

مکتوبات امام ربانی

حضرت مجید الفتاویٰ الشیخ احمد سرمدی قدس سرہ

از ترجمہ

کافتر اول — حصہ اول

تصحیح و حواشی و ترجمہ

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

خطیب امام مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

مدن پبلشنگ کمپنی بندر دُکراچی

صَحَّفَ مُطَهَّرَةً فِيهَا كُتِبَ قِيَمَةٌ

بِسْمِ الْحَمْدِ هِرَآں چيزِ کہ خاطرِ بخواست
آخِرِ آمدِ پس پردهٔ تقدیرِ پدید

یعنی

== (اُردو ترجمہ) ==

مکتوبات امام اربابانی

حضرت محمد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرہ

کے فتاویٰ و حصّہ اول

== تصحیح و حواشی و ترجمہ ==

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

خطیب و امام مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

== (ناشر) ==

مدینہ پیشنگ کمپنی پکٹ روڈ کراچی

DATA ENTERED

(جملہ حقوق ترجمہ بحق ناشر محفوظ ہیں)

✓ ۲۹۷۶۰۲
۱-۲-۱
۲۸۴۱
۱۷۸۱۶

~~۱۷۸۱۶~~

طبع اول _____ آفٹ ایڈیشن _____ ۱۹۷۰ء

طابع و ناشر: _____ مدینہ پیشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی

مطبع: _____ مشہور آفٹ پریس کراچی

کاتب: _____ محمد یوسف خوشنویس گوجرانوالہ

تعداد: _____ دو ہزار (۲۰۰۰)

۱۸/۱۰

ایکسپریس

قیمت: _____ حصہ اول - دوئم سوئم

مجلد معہ پلاسٹک کور

صلنے کا پتہ

مدینہ پیشنگ کمپنی - بندر روڈ کراچی (پاکستان)

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۱	متبعین ذات واجب تعالیٰ کو مجہول مطلق کہتے ہیں الخ	۱۱۱	مشائخ نقشبندیہ وغیرہ نقشبندیہ کی ان
۱۱۱	توحید وجودی کے منافی علوم و معارف کے	۱۱۳	عبارات کا جواب جو وحدت وجود اور قرب و معیت
۱۱۱	ظہور کے وقت فقیر کو اضطراب نام لاحق تھا الخ	۱۱۳	ذاتی میں صریح ہیں۔
۱۱۱	اس بحث کو ایک مثال سے واضح کرنا۔	۱۱۳	سوال۔ جب نفس الامر میں وجود متعدد
۱۱۱	توحید وجودی کے قول کے اسباب و وجوہ۔	۱۱۳	ہیں۔ الخ
۱۱۲	سبب اول و ثانی کا بیان۔	۱۱۳	سوال مذکور کا جواب اور اس کی فصاحت
۱۱۲	تیسرے سبب کا بیان۔	۱۱۳	وحدت الوجود کا قبول کرنا کشف کی بنا پر تھا
۱۱۲	توحید کی قسم ثالث کا بیان جو پہلی دونوں	۱۱۴	اور اگر اس کا انکار ہے تو وہ الہام کی بنا پر ہے۔
۱۱۲	سے اعلیٰ ہے۔	۱۱۴	سوال مذکور کا ایک دوسرا جواب۔
۱۱۲	خطائے کشفی خطائے اجتہادی کا حکم رکھتی	۱۱۵	مکتوب نمبر ۳۲
۱۱۲	ہے۔ اس خطا پر کوئی عتاب و ملامت نہیں بلکہ	۱۱۵	مرزا حسام الدین کی طرف لکھا۔ اس کمال کے
۱۱۲	ایک درجہ ثواب ہے۔	۱۱۵	بیان میں جو صحابہؓ کے ساتھ مخصوص ہے۔
۱۱۲	مجتہد کی تقلید کرنے والے مجتہد کے حکم میں	۱۱۵	اور اولیاء کرام میں سے کم ہی لوگ اس کمال
۱۱۲	ہیں۔ اور خطا کی صورت میں ایک درجہ ثواب پاتے	۱۱۵	سے مشرف ہوئے ہیں اور حضرت امام ہمدی
۱۱۲	ہیں۔ اور اہل کشف کی تقلید کرنے والے معذور	۱۱۵	میں یہ کمال بر وجہ اتم ظہور کر گیا۔
۱۱۳	ہیں اور خطا کی صورت میں ثواب سے محروم ہیں۔	۱۱۵	اس بات کا بیان کہ فن کا کمال بہت سے
۱۱۳	الہام دوسرے کے حقیقی میں نجات نہیں لیکن	۱۱۵	افکار کے ملنے سے ہوتا ہے۔
۱۱۳	مجتہد کا قول دوسرے پر رجحت ہے۔	۱۱۵	پیر کی نسبت اگر ایک ہی حال پر رہے تو
۱۱۳	اہل کشف کی تقلید خطا کی صورت میں جائز نہیں	۱۱۵	موجب نقصان ہے۔ دانش مند مرید کو چاہیے
۱۱۳	اور مجتہد کی تقلید خطا کی صورت میں بھی جائز بلکہ	۱۱۵	کہ اُسے کامل کرے۔
۱۱۳	واجب ہے۔	۱۱۵	آپ نے پیر و سنگیر کی نسبت کے دریافت
۱۱۳	کائنات کے آئینوں میں بعض سالکوں کا	۱۱۵	نہ ہونے کے متعلق پوچھا تھا الخ۔
۱۱۳	شہود الخ	۱۱۶	ہر مقام الگ اپنے علوم و معارف رکھتا ہے۔
۱۱۳	کثرت میں وحدت کے شہود اور احدیت کے	۱۱۶	صحابہ کرام کا مقام ہر دو جہت سے الگ تھا
۱۱۳	کثرت میں شہود کا بیان۔	۱۱۶	ابتداء میں اس نسبت کا ظہور حضور علیہ الصلوٰۃ
۱۱۳	لامکانی کو مکان سے باہر تلاش کرنا چاہیے	۱۱۶	والسلام کی صحبت کی برکت کے ساتھ مخصوص تھا۔
۱۱۳	جو کچھ آفاق اور انفس میں دکھائی دیتا ہے	۱۱۶	عام دوستوں کی لغزشوں سے عموماً اور
۱۱۳	وہ اس کے نشانات ہیں۔	۱۱۶	شیخ الہاد کی لغزشوں سے خصوصاً درگزر کرنا۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۰	تو اس کا راز دریافت کیا۔ الخ	۱۱۷	عارضی باتوں سے ہم پیر ہونے کی نسبت اور علاقہ محبت ٹوٹ نہیں جاتا۔
۱۲۰	بلاشبہ اس زمانہ میں جو سستی اور مدہمت امور دین میں ہو رہی ہے۔ وہ علماء سوء کی وجہ سے ہے۔	۱۱۷	معافی اور درگزر اس صورت میں ہے کہ وہ جماعت ان چیزوں کو خود بھی بُرا جانے۔
۱۲۱	وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت ہیں وہی علماء آخرت اور وارث انبیاء ہیں۔	۱۱۸	شیخ الحداد کو خلافت اور جانشین بنانے کا بیان اور اس کی تفصیل۔
۱۲۱	کل قیامت کے روز ان کی سیاہی کا خون شہداء کے مقابلے میں وزن کریں گے تو ان کے خون سے ان کی سیاہی زیادہ وزن رکھے گی۔	۱۱۸	اس تبلیغ کا بیان جو سفارت محض کی جنس سے ہے الخ
۱۲۱	”علماء کا سونا بھی عبادت ہے“ یہ علماء آخرت کے حق میں ہے اگر دنیا عزیز ہے تو آخرت خوار ہے الخ	۱۱۸	فن کی تکمیل بہت سے افکار جمع ہونے سے ہوتی ہے۔
۱۲۱	مشائخ کی ایک جماعت نے حقانی نیتوں کے تحت اہل دنیا کی بظاہر صورت اختیار کر رکھی ہے۔ لیکن حقیقت میں دنیا سے فارغ اور آزاد ہیں۔	۱۱۸	وہ نسبت فخر جو حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ رکھتے ہیں حضرت خواجہ عبدالخالق کے زمانہ میں نہیں تھی۔ واقعات پر کوئی اعتماد نہ کریں۔
۱۲۱	حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا بازار مٹی میں ایک تاجر کو دیکھنا۔ الخ	۱۱۸	کیونکہ یہ محض خیالات ہیں۔
۱۲۲	مکتوب نمبر ۳۳	۱۱۸	بعض اہل نسبت کی نسبت سلب کرنے کا بیان۔
۱۲۲	یہ مکتوب بھی حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔	۱۱۹	مکتوب نمبر ۳۳
۱۲۲	ممکن حد تک عالم امر کے جوابہر قسمہ کا تفصیلی بیان۔	۱۱۹	ملا حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔
۱۲۲	فلسفی کہ شریعت سے بے بہرہ ہے عالم امر کی حقیقت سے بالکل نا بینا ہے۔ وہ جو جوابہر قسمہ ثابت کرتا ہے عالم خلق سے تعلق رکھتے ہیں۔	۱۱۹	علماء سوء کی مذمت کے بیان میں جو محبت دنیا میں گرفتار ہیں اور جنہوں نے علم کے حصول کو دنیا کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ اور علماء زہاد کی مدح میں جو دنیا سے بے رغبت ہیں۔
۱۲۲	عقل اور نفس کا حال جسے فلاسفہ مجردات میں شمار کرتے ہیں۔	۱۲۰	دین کی تائید و تقویت بعض اوقات اہل فجور اور ارباب فتور سے بھی ہو جاتی ہے۔
۱۲۲	عالم امر کی ابتداء مرتبہ قلب سے ہے اور	۱۲۰	یہ علم ان کے حق مضمر ہے جنہوں نے اس کو کہینی دنیا کے حصول کا ذریعہ بنا لیا ہے۔
		۱۲۰	دنیا حق تعالیٰ کے نزدیک ذلیل و خوار ہے۔
			ایک بزرگ نے شیطان لعین کو فارغ دیکھا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۳	محبت ذاتی کے بیان میں۔ اس مقام میں انعام و ایلام برابر ہے۔	۱۲۳	اس کی انتہا مقام اخفی پر ہے الخ
۱۲۴	سیر و سلوک سے مقصود نفس امارہ کا تزکیہ ہے	۱۲۳	ان جواہر خمسہ سے واقف ہونا اور ان کے حقائق سے مطلع ہونا حضور علیہ السلام کے کامل تابعین کو نصیب ہوتا ہے۔
۱۲۴	تاکر آئہ باطلہ کی عبادت سے نجات میسر آئے۔	۱۲۳	عالم صغیر یعنی انسان میں ان تمام چیزوں کا نمونہ موجود ہے جو عالم کبیر میں پائی جاتی ہیں۔
۱۲۴	مقربین تغذیب سے بھی اسی طرح لذت گیر ہوتے ہیں جس طرح انعام سے۔ اگر بہشت کی طلب ہے تو اس وجہ سے کہ وہ محل رضا ہے۔	۱۲۳	عالم کبیر کے ان جواہر کا مبداء عرش مجید ہے جس طرح انسان کا دل ہے اسی لیے دل کو عرش اللہ کہتے ہیں۔
۱۲۴	جو چیز محبوب کی طرف سے آتی ہے وہ ان بزرگوں کو دل و جان سے مرغوب ہے اور عین مطلوب۔ اخلاص کی حقیقت اس مقام پر میسر آتی ہے۔	۱۲۳	عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان عرش برزخ ہے۔
۱۲۵	محبت ذاتی کا بیان جس کے بغیر معاملہ خرابی میں ہے۔	۱۲۳	عالم صغیر میں قلب دونوں عالموں کے درمیان برزخ ہے۔
۱۲۵	مکتوب نمبر ۳۴	۱۲۳	ان جواہر خمسہ سے واقفیت کامل اولیاء اللہ کو حاصل ہے۔
۱۲۵	یہ مکتوب بھی حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔	۱۲۳	جس شخص کی نظر مرتبہ و جوب تک پہنچ جاتی ہے اسے ان جواہر خمسہ کے اصول بھی نظر آ جاتے ہیں۔
۱۲۵	اس بیان میں کہ شریعت تمام اخروی اور دنیوی سعادتوں کی کفیل ہے۔	۱۲۳	عالم امر کے حقائق ظاہر کرنے سے منع کرنے کا سبب جواہر خمسہ مقدسہ کا کچھ قدر بیان۔
۱۲۵	شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم، عمل، اخلاص جب تک یہ موجود نہ ہوں شریعت کا وجود نہیں ہو سکتا۔	۱۲۳	ان بلند جواہر کی ابتداء صفات اضافیہ سے ہوتی ہے۔ اور قلب کا ان کے ساتھ تعلق ہے۔ ان سے اوپر صفات حقیقہ ہیں اور وہ دائرہ ذات میں داخل ہیں۔
۱۲۶	طریقت اور حقیقت جس کے ساتھ صوفیا ممتاز ہیں دونوں شریعت کی خادم ہیں۔	۱۲۴	تجلیات ذاتیہ کی تعریف۔
۱۲۶	تینوں قسم کی تجلیات سے گزار کر ہزاروں میں سے ایک کو اخلاص اور رضا کے مقام تک پہنچاتے ہیں۔	۱۲۴	مکتوب نمبر ۳۵
۱۲۶	کوثر اندیش لوگ احوال و مواجید کو مقاصد خیال کرتے ہیں۔ اور کمالات شریعت سے محروم رہتے ہیں۔ الخ	۱۲۴	یہ مکتوب بھی حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۹	ہیں وہ سب غیر خدا ہے اس کی نفی لازم ہے۔ یہ نفی اولاً تقلیداً اور آخر میں جا کر تحقیقاً۔	۱۲۷	مکتوب نمبر ۳۷
۱۲۹	جن ارباب سلوک نے نہایت کا ترک نہ پہنچنے کے باعث چوں کو بے چوں تصور کر لیا ہے ارباب تقلید کئی مرتبے ان سے بہتر ہیں۔	۱۲۷	شیخ محمد چتری کو لکھا۔
۱۲۹	ان کا مقتداء غیر صحیح کشف ہے۔	۱۲۷	اتباع سنت سنہ کی تحریض و ترغیب کے بیان میں۔
۱۲۹	یہ جماعت فی الحقیقت ذات کی منکر ہے۔	۱۲۷	ان بزرگوں کا طریقہ کبریت احمر ہے۔
۱۲۹	امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول مایعیناں حق عباد تک و لکن عرفناک حق معرفتک کا معنی عام و خاص اور مبتدی و منتہی کے درمیان فرق۔	۱۲۷	مدت دراز تک علوم و معارف اور احوال و مقامات بارش کی مانند برستے رہے الخ
۱۳۰	معرفت میں منتہی لوگوں کے قدموں کی ایک دوسرے پر فضیلت۔	۱۲۷	اب سنتوں میں سے کسی ایک سنت کے اجیا اور زندہ کرنے کی ہی صرف آرزو ہے۔
۱۳۰	میں چاہتا تھا کہ اپنی بے حاصلی اور نامرادی اور بے استقامتی کو لکھوں۔	۱۲۷	اپنے باطن کو خواجگان نقشبند کی نسبت سے معمور رکھنا چاہیے۔ اور اپنے ظاہر کو سنن ظاہرہ کی متابعت سے آراستہ رکھنا چاہیے۔
۱۳۰	بلند ہمت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ سفلی مرتبوں کی طرف توجہ کرے۔	۱۲۸	پانچوں نمازیں اول وقت میں ادا کریں۔
۱۳۰	بندہ اگر کچھ کہتا ہے تو اسی کی طرف سے لکھتا ہے۔ اگرچہ کچھ نہیں کہتا۔	۱۲۸	سوائے موسم سرما کی عشاء کے۔
۱۳۰	شہود ذاتی جو بعض اکابر کی عبارات میں واقع ہوا ہے۔ نارسیدہ لوگوں کے لیے اس کا سمجھنا محال ہے۔	۱۲۸	مکتوب نمبر ۳۸
۱۳۱	الفاظ ہوا ظاہر ہوا باطن سے توحید وجودی نہ سمجھنے کا بیان۔ اور اس معنی میں علماء کے ساتھ موافقت۔	۱۲۸	یہ مکتوب بھی شیخ محمد چتری کو لکھا۔
۱۳۱	جو کچھ ان لوگوں پر لازم و ضروری ہے یہ ہے کہ ادا و نواہی کی بجائے اور میں کو نشان دہیں۔	۱۲۸	واجب تعالیٰ کی ذات بحت میں گرفتاری کے بیان میں جو اسماء و صفات کے اعتبار اور شیعوں و اعتبارات سے منزہ ہے۔
		۱۲۸	اور نارسیدہ جماعت کی مذمت میں مشکلبین کے قول لا ہو ولا غیر کا معنی اس ذات کو سلوب کے علاوہ کسی اور طرح تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔
		۱۲۸	فارسی زبان میں خدا تعالیٰ کے قول لئیں کشکد شے کا ترجمہ۔
		۱۲۸	علم، شہود اور معرفت کے لیے اس ذات سبحانہ کی طرف کوئی راہ نہیں۔
		۱۲۸	جو کچھ بھی لوگ جانتے یا دیکھتے یا پہناتے

فہرست کتاب مستطاب مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ حصہ اول از فتراول

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۵	دوسرے دوستوں کے احوال -	۲۱	مقدمہ
۲۵	مکتوب نمبر (۲)	۲۲	خطبہ کتاب مستطاب
	اپنے پیر بزرگوار ہی کی طرف ترقیات کے	۲۳	مکتوب نمبر (۱)
۲۵	حصول کے بیان میں -		اپنے پیر بزرگوار کی طرف - ان حالات کے
۲۶	استخارہ کا حکم -	۲۳	بیان میں جو اسم الظاہر سے مناسبت رکھتے ہیں -
۲۶	عنایات خدا تعالیٰ -		تمام اشیاء کے اندر تجلی اسم الظاہر میں
	عالم صحو کی ابتداء اور بقا ربیع الآخر کے اخیر		حق کا ظہور خصوصاً عورتوں کے لباس میں بلکہ
۲۶	سے ہے -	۲۳	ان کے اجزاء میں -
	حضرت شیخ محی الدین قدس سرہ کی تجلی ذاتی		پر تکلف اور لذیذ کھانے میں حسن لطافت
۲۶	کی ابتداء -	۲۳	کا مشاہدہ -
۲۶	عجیب و غریب علوم اور عروج و نزول -	۲۳	باطن کا ان تجلیات کی طرف متوجہ نہ ہونا -
۲۶	جس قدر بقا اکمل ہوگی صحو زیادہ ہوگا -	۲۴	اس تجلی کا نسبت تنزیہی کے مخالف نہ ہونا -
	کمال صحو انبیاء کو ام کا حصہ ہے - اور ان کے	۲۴	ان تجلیات کا روپوش ہو جانا -
۲۶	معارف شرائع اور عقائد کلماتے ہیں -		ایک خاص فنا کا رونما ہونا اور آثار اسلام کا
	حضرت مجدد صاحب قدس سرہ کے معارف	۲۴	ظہور اور شرک خفی کے نشانات کا مٹنا -
۲۶	معارف شرعیہ کی تفصیل ہے -	۲۴	مجدد یعنی عرش عظیم کے اوپر عروج -
۲۶	مکتوب نمبر (۳)	۲۴	مرتبہ اقل -
	اپنے پیر بزرگوار ہی کی طرف دوستوں کے	۲۴	مرتبہ دوم -
	مقام خاص میں محبوس اور بند ہو جانے کے		مشائخ وائمہ اہل بیت اور حضور علیہ السلام
۲۶	بیان میں -		کے مقام خاص اور دیگر انبیاء کرام و ملائکہ عظام
	حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے خواہشوں	۲۴	علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات کا مشاہدہ -
۲۶	میں سے ایک شخص کے حال کے بیان میں -		عرش سے اوپر عروج کی مقدار کا بیان اور
	میر سید شاہ حسین نے اپنی مشغولیت میں		مشائخ اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے
۲۶	یوں دیکھا الخ -	۲۵	مقامات کا بیان -
۲۶	مکتوب نمبر (۴)	۲۵	میں جب چاہتا ہوں عروج واقع ہو جاتا ہے
	اپنے پیر بزرگوار ہی کی طرف ماہ عظیم القدر	۲۵	ملاقات اسم علی کا حال -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۰	خواجہ برہان نے اس عرصہ میں خوب کام کیا ہے اور تیسری سیر سے حصہ پایا ہے۔	۴۷	رمضان المبارک اور حقیقت محمدی کے بیان میں۔
۵۰	مکتوب نمبر (۶)	۴۸	اس ماہ مبارک کی قرآن مجید کے ساتھ خاص
	نیز اپنے پیر بزرگوار کی طرف جذبہ اور سلوک کے حصول اور جمال و جلال دونوں صفتوں کے ساتھ تربیت پانے اور فنا و بقا اور نسبت نقشبندی کی فوقیت کے بیان میں۔	۴۸	مناسبت ہے اور قابلیت ادلی قرآن کا ظل ہے۔
۵۰	جذبہ اور سلوک اور جمال و جلال کے ساتھ تربیت پانا اور دونوں کا ایک دوسرے کے عین ہونے کا بیان۔	۴۸	رمضان شریف میں نزول قرآن کا سبب۔
۵۰	محبت ذاتی فنا کی علامت ہے۔	۴۸	اس ماہ مبارک کے تمام خیرات و برکات کے جامع ہونے کی وجہ۔
۵۱	فنا کے وجود کے وقت کا بیان۔	۴۸	جس کسی کو بھی جو خیر و برکت پہنچتی ہے وہ اس ماہ مبارک کی برکات کے دریا کا ایک قطرہ ہے۔
	اس کے باوجود اگر علم ہو تو وہ بھی اپنے میں ہے اور اگر شہود ہے تو وہ بھی اپنے میں۔	۴۸	اس ماہ میں جمعیت کا حصول تمام سال جمعیت کے حصول کا ذریعہ ہے اور اس ماہ میں تفرقہ سائے سال کے تفرقے کا باعث ہے۔
۵۱	حضرت خواجہ بزرگ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ الخ جب تک ان تین میں سے کسی ایک سے بھی باہر ہے فنا سے حصہ نہیں پاسکتا۔	۴۸	اس میں ختم قرآن کی سنت کی وجہ۔
	اگرچہ اس سلسلہ کے اکابر سے بہت حدیثوں کے بعد الخ	۴۸	اس ماہ میں افطاری میں تعجیل اور سحری میں تاخیر کی وجہ۔
۵۱	یہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی نسبت ہے۔ اس کو مکمل اور تمام کرنے والے حضرت خواجہ بہا الدین قدس سرہ ہیں۔	۴۸	قابلیت اولی کا بیان۔
۵۲	عجب معاملہ ہے پہلے ہر بلا و مصیبت جو واقع ہوتی تھی سرور و فرحت کا باعث تھی۔ مگر اب جبکہ عالم اسباب کی طرف نیچے لاٹھے ہیں الخ۔	۴۸	محمدی المشرک جماعت کے حقائق۔
	اسی طرح اگر دعا کرتا تھا تو اس سے مقصود رفع بلا نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اب دعا سے مقصود بلا اور مصائب کا رفع کرنا ہے۔	۴۸	قابلیت محمدیہ کی برزخیت۔
۵۲		۴۹	اس طرح کے علوم جن کا منشا اصالت کی اور ظلیت کی جامعیت ہے بہت وارد ہوتے ہیں۔
		۴۹	قطبیت کا مقام مقام ظلیت کے دقیق علوم کا منشا ہے۔ اور فردیت کا مرتبہ دائرہ اصل کے معارف کے درود کا واسطہ ہے۔
		۴۹	وہ رسالہ جس کے لکھنے کا حکم ہوا تھا اس کے لکھنے کی توفیق نہ مل سکی۔
		۴۹	مکتوب نمبر (۵)
		۴۹	اپنے پیر بزرگوار ہی کی طرف خواجہ برہان کی سفارش کے سلسلے میں۔
		۵۰	ایک رسالہ سلسلہ الاحرار نظر پڑا الخ۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۵	استطاعت مع الفعل کا منکشف ہونا۔	۵۲	انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعا کس
۵۵	اس مقام میں اپنے آپ کو حضرت خواجہ نقشبند	۵۲	قبیلہ میں سے ہے۔
۵۶	قدس سرہ کے قدم پر پاتا ہے۔	۵۲	مکتوب نمبر (۷)
۵۶	کام علاج معالجہ سے گزر چکا ہے۔ اب اس	۵۲	اپنے پیر بزرگوار ہی کی طرف اپنے بعض احوال
۵۶	کی بزرگی ہی حجاب ہے۔	۵۲	غریبہ کے بیان میں اپنے کچھ استفسارات کے ساتھ
۵۶	علمائے کے عقائد کی درستی کی صوفیہ کے یا صاف	۵۲	جو مقام (محدود) عرش سے دور تھا اپنی روح کو
۵۶	و مجاہدات پر فضیلت۔	۵۲	عروج کے طور پر اس مقام میں پایا۔
۵۶	علماء اور طلبۃ العلوم کے ساتھ محبت کا اظہار	۵۳	اس مقام میں یوں متخیل ہوا کہ یہ سارا جہان الخ
۵۶	اور توجہ تلویح کے مطالعہ کی چاہت۔	۵۳	مختصر یہ کہ جو حالت پہلے کبھی کبھی نصیب ہوتی
۵۶	حق سبحانہ و تعالیٰ کو جہان کا نہ عین جانتا ہے۔	۵۳	تھی اب ہر وقت حاصل ہے
۵۶	اور نہ اس سے متصل اور نہ منفصل۔	۵۳	اس کے بعد ایک بلند محل تھا۔
۵۶	مخلوق کی ذوات اور ان کے افعال و صفات کو	۵۳	تختہ الوضو کی نماز ادا کرنا۔
۵۶	حق تعالیٰ کا مخلوق جانتا ہے۔	۵۳	ایک نہایت ہی بلند مقام ظاہر ہوا چار اکابر
۵۶	بندے کی قدرت کس معنی سے ہے۔	۵۳	نقشبند کو اس مقام میں دیکھا۔
۵۶	قضا و قدر کے مسئلے کو علما کے طور پر جاننا۔	۵۳	اپنے آپ کو اول اس مقام سے دور پایا پھر
۵۶	قابلیت اور استعداد کو کچھ دخل نہیں دیتا کہ	۵۳	آخر کو اس کے مناسب پایا۔
۵۷	یہ ایجاب تک بے جاتی ہے۔	۵۳	اس مقام تک پہنچنا اس واقعہ کے نتائج سے
۵۷	مکتوب نمبر (۹)	۵۳	ہے کہ حضرت امیر کو دیکھا تھا۔
۵۷	اپنے پیر بزرگوار کی طرف ان حالات کے بیان	۵۳	پھر اس طرح ظاہر ہوا کہ بڑے اخلاق پر گھڑی
۵۷	میں جو نیچے آنے کے مقام سے مناسبت رکھتے ہیں۔	۵۳	الگ ہو رہے ہیں۔
۵۷	اپنی ذلت، کوتاہی اور انکساری کے دیکھنے	۵۳	دوسری عرض۔
۵۷	کے بیان میں۔ اور اعمال میں کوتاہ ہونے کے	۵۳	تیسری عرض۔
۵۷	بیان میں۔	۵۴	چوتھی عرض۔
۵۸	شرخیر کا آئینہ ہے۔	۵۴	پانچویں عرض۔
۵۸	عجیب کاروبار ہے اس مذمت نے ملح کے	۵۴	مکتوب نمبر (۸)
۵۸	معنی پیدا کر دیے۔	۵۴	نیز اپنے پیر بزرگوار کی طرف ان حالات کے
۵۸	مقام عبودیت تمام مقامات سے اوپر ہے۔	۵۴	بیان میں جو صحو اور بقا سے تعلق رکھتے ہیں۔
۵۸	بندگی سے لذت گیر ہونا محبوبوں کا خاصہ ہے۔	۵۵	وحلت الوجود اور اس کے توابع سے مشرف کرنا

فہرست مکتوبات حصہ اول، دفتر اول

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۲	صحبت -	۵۹	محبوں کو مشاہدہ محبوب سے انس ہوتا ہے -
۶۲	پیر دستگیر کی عنایت کے طفیل بقدر استعداد طریق اول کا حصول -	۵۹	میدان محبوبیت اور بندگی کے شہسوار سردار
۶۲	کوئی بھی نیک عمل وقوع پذیر نہیں ہو سکتا جب تک بندہ اس میں اپنے آپ کو متمم اور کوتاہ تصور نہ کرے -	۵۹	دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں -
۶۲	جو کچھ بھی جہان میں ہے حتیٰ کہ کافر فرنگ ملحد زندیق بندہ اپنے آپ سے اسے کئی طریقے بہتر جانتا ہے -	۵۹	کمال شرف و نقص سے مراد اس کا علم ذاتی ہے الخ -
۶۳	خواجہ احرار کی گفتگو کی مراد کا بیان -	۵۹	جب تک اس طرح اپنے آپ کو زمین پر نہ نہ ڈالے اپنے مولا کے کمالات سے بے نصیب رہتا ہے -
۶۳	ان مقامات کا ظہور جو ایک دوسرے سے اوپر ہیں -	۵۹	ہر جذبہ میں محبوبیت کے کچھ معنی پائے جاتے ہیں - یہ بات نہیں کہ ہر شخص جس کا جذبہ سلوک پر مقدم ہے وہ ضرور محبوبوں میں سے ہے -
۶۳	حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کے مقام کا مشاہدہ -	۶۰	مکتوب نمبر (۱۰)
۶۳	حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے مقام کا مشاہدہ -	۶۰	اپنے پیر بزرگوار کی طرف - قرب و بُعد کے حصول کے بیان میں اور فرق و وصل کے غیر مشہور معنی -
۶۳	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام کا مشاہدہ -	۶۰	نہایت بُعد کا نام قرب رکھا ہوا ہے -
۶۳	حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کا ہر مقام میں ہمراہ ہونا -	۶۱	مراد کو بھی مرید بنا پڑتا ہے -
۶۳	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے اوپر کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا سوائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے -	۶۱	وہ دین و دنیا کے سردار مرادیت کے باوجود مریدین میں سے تھے -
۶۳	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام کے بالمقابل ایک عجیب نورانی مقام تھا کہ ہرگز اس طرح کا مقام دیکھنے میں نہیں آیا - اپنے آپ کو بھی اس مقام کے عکس کے طور پر رنگین اور منقش پایا -	۶۱	مکتوب نمبر (۱۱)
۶۳		۶۱	اپنے پیر بزرگوار کی طرف بعض کشفوں اور اپنے اعمال کو کم دیکھنے اور اعمال و اقوال میں اپنے آپ کو عیب ناک جاننے کے بیان میں -
۶۳		۶۲	بے مناسبتی دو قسم پر ہے - ایک تو طریقوں میں سے کسی طریقے کے ظاہر نہ ہونے کے باعث ہوتی ہے - اور دوسری مطلق بے مناسبتی ہے -
۶۳		۶۲	وہ راستے جو اس مقام تک پہنچاتے ہیں وہیں ایک اپنی کوتاہیوں کو دیکھنا اور دوسرا شیخ کی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۴	وعدت سے ماوراء ایک نظر اور اس کی تمثیل اصل صفات کا برطرف ہونا۔ اور اعدیت کا غلبہ اور کان اللہ ولم یکن معہ شی کا حال کے مطابق ہونا۔	۶۳	حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام میں ہونا۔
۶۴	مولانا قاسم علی اور دوسرے دوستوں کو تکمیل کے مقام سے حصہ ہے۔	۶۳	ایک دوسری عرض اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں۔
۶۸	مکتوب نمبر (۱۳)	۶۴	شیخ ابوسعید البونیر قدس سرہ کے اس قول کی تشریح کہ عین باقی نہیں رہتا اثر کہاں باقی رہے۔
۶۸	اپنے پیر بزرگوار کی طرف فنا اور بقا کے حصول۔ اور وجہ خاص کے ظہور کے حصول۔ اور سیر فی اللہ اور تجلی ذاتی برقی وغیرہ کی حقیقت کے بیان میں۔	۶۴	اس بات کے راز کا انکشاف اور اس کا دوام۔
۶۸	ان علوم کا انکشاف مقام فنا فی اللہ اور بقاء باللہ سے تعلق رکھتے ہیں	۶۴	دوسری عرض کہ کوئی کتاب دیکھنے کو دل نہیں چاہتا سوائے اکابر کے اقدام کے فکر کے۔
۶۸	ہر شے کی وجہ خاص کا ظہور اور سیر فی اللہ کا معنی۔ اور تجلی ذاتی برقی کی حقیقت اور یہ کہ محدی المشرق کون ہوتا ہے۔	۶۵	رفع امراض کے لیے توجہ کے اثر کا ظہور۔ اور برزخ میں بعض مردوں کے حالات دریافت کرنا۔
۶۸	ہر مقام کے لوازمات اور ضروریات کا ظہور اور اولیاء اللہ کے معلومات و مشاہدات پر اطلاع۔	۶۵	آپ کی اور آپ کے متعلقین کی طبائع عالیہ کا بعض لوگوں کی طرف سے تکالیف پہنچانے کے باوجود مکرر نہ ہونا۔
۶۸	اشیاء کی ذوات اور ان کی قابلیت کو خدا تعالیٰ کی مخلوق جاننا۔	۶۵	بعض دوستوں کے حالات پیر بزرگوار کی خدمت میں عرض کرنا۔
۶۸	وہ سبحانہ و تعالیٰ استقلال اور قابلیت کے تابع نہیں ہے۔	۶۶	شیخ نور کے حالات کا بیان۔
۶۸	مکتوب نمبر ۱۳	۶۶	سید شاہ حسین کے حالات کا بیان۔
۶۸	اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔ اس راہ کی بے نہایتی علوم حقیقت کی علوم شریعت کے ساتھ مطابقت کے بیان میں۔	۶۶	میاں جعفر کے حالات کا بیان۔
۶۸	مشائخ کے اس قول کے بیان میں کہ	۶۶	میاں شیخ، شیخ عیسیٰ، شیخ کمال اور شیخ ناگوری کے حال کا بیان۔
		۶۶	خواجہ فیاء الدین کے حال کا بیان۔
		۶۶	مولانا شیر محمد کے لڑکے کا ذکر۔
		۶۶	ایک خاص کیفیت کے ظہور اور فنا کے ارادہ کا بیان۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۱	صفات کلیہ وجوبیہ کا نظر آنا۔	۶۹	سیر الی اللہ پچاس ہزار سالہ راہ ہے۔ اور اشیاء
۷۱	اپنے یقین کا پرانے کپڑے کے رنگ میں نظر آنا		میں سیر کے واقع ہونے۔ اور طالب ارشاد لوگوں کے
۷۲	ایک واقعہ کی تعبیر۔		غلو کرنے اور ان کے کام میں شروع ہونے کے
	جو چیز دائماً حاصل ہے وہ حیرت و	۶۹	بیان میں۔
۷۲	اجنبیت ہے۔		ہمہ از دست کا پلہ مقولہ ہمہ اوست سے
۷۲	بعض وقائع کی تعبیر سے عاجز رہنا۔	۶۹	بھاری جاننا۔
	اس طریقہ علیہ سے شیخ طہ فرزند شیخ عبداللہ	۶۹	تمام کشفیات کا ظاہر شریعت کے مطابق
	نیازی کا جو شاہیر مشائخ سرہند میں سے ہیں۔		ہونا۔
۷۲	اظہار جذبہ غایت بعض دوستوں کا بطریق رابطہ		صوفیا کے بعض کشف کا خلاف شرع ہونا یا
	راہ فقر میں جانا۔	۶۹	سہو کی بنا پر بے یاسکر کے باعث اور یہ دونوں
	ملا قاسم، ملا مودود محمد و عبدالرحمن، شیخ نور	۶۹	درمیان راہ کی باتیں ہیں۔ انتہاء راہ کی نہیں۔
۷۲	اور ملا عبدالرحمن کا نقطہ فوق تک پہنچنا۔	۶۹	سے علماء اور صوفیہ کے درمیان فرق کا بیان۔
	ملا عبدالباری نے اس میں استغراقی پیدا	۷۰	مکتوبات نمبر ۱۴
	کر لیا ہے۔ اور وہ مطلق منترہ ذات کو اشیاء		اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔ ان
۷۲	میں صفت تنزیہی سے دیکھتا ہے۔		واقعات کے حصول کے بیان میں جو دوران راہ
	پیر دستگیر کی دولت ہے جو طالبوں تک	۷۰	پیش آئے۔ اور بعض مسترشدین کے
۷۳	پہنچتی ہے۔		حالات کے بیان میں۔
۷۳	اس کینہ کا اس فیض رسانی میں کچھ حصہ نہیں		مرتبہ وجوب کا ظہور بد صورت سیاہ رنگ
	حضرت پیر دستگیر کے حضرت مجدد صاحب		عورت کی صورت میں۔ اور مرتبہ احدیت کا ظہور
۷۳	میں معنی محبوبیت ثابت کرنے کے بیان میں۔	۷۰	دراز قامت مرد کی صورت میں۔
۷۳	مکتوب نمبر ۱۵		موت کی آرزو کا پیدا ہونا۔ اور نظر میں الیا
	یہ خط بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔ ان		محسوس ہوا کہ گویا میں ایک ایسا شخص ہوں جو
	احوال کے بیان میں جو مہبوط و نزول کے مقامات	۷۰	دریاٹے محیط کے کنارے کھڑا ہو۔ اس ارادے
	سے متعلق رکھتے ہیں۔ نیز بعض پوشیدہ اسرار		سے کہ اپنے آپ کو اس میں گرا دے۔
۷۳	کا بیان۔		ایک خاص کیفیت کا ظاہر ہونا اس میں
	مدت تک اسے تلاش کرتا رہا لیکن اپنے	۷۱	ذوق سے یوں محسوس کرنا کہ دل کو غیر حقی کی
	آپ کو ہی پاتا رہا۔ بعد کو اس کا کام اس جگہ جا پہنچا	۷۱	چاہت نہیں رہی۔
۷۳	کہ اگر اپنے آپ کو پایا تو بھی اسے ہی پایا۔		اس وقت نہ عرش رہا اور نہ فرش۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۷	افراد کے نہایت عروج کا بیان -	۷۳	عین بقایا میں قانی ہے - اور عین فنا میں باقی -
۷۷	اہل اللہ کے بارے میں بدگمانی رکھنے سے ضرر		لیکن الخ
۷۷	ونقصان کا احتمال غالب ہے -	۷۴	روح و نفس دونوں جہتوں کی جامعیت کے
۷۷	غیرت خداوندی سے ڈرنا چاہیے -		بیان میں -
۷۷	فرق و جمع کا معنی -	۷۴	اد پر سے فائدہ حاصل کرنا اور نیچے والوں کو
۷۷	فرق و جمع کے معنی میں اہل سکر کو خالص قرار دینا		فائدہ پہنچانا - اس برزخیت کے واسطہ سے عطا کیا
۷۸	مکتوب نمبر ۱۷	۷۴	گیا ہے -
	یہ خط بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا - بعض	۷۴	بائیں ہاتھ سے مراد کے بیان میں -
	ایسے احوال کے بیان میں جو عروج و نزول کے	۷۴	مقلب قلوب تک پہنچنا سلوک سے وابستہ ہے
۷۸	تعلق رکھتے ہیں -		کسی شخص کے ساتھ مقام کے تعلق کے معنی
۷۸	مکتوب نمبر ۱۸	۷۴	ایک رکے ہوئے عزیز کے حال کا بیان -
	یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا		مقامات جذبہ و سلوک کے درمیان منافات
	اس تکبیر کے بیان میں جو تلوین کے بعد حاصل	۷۵	اور عدم منافات کا بیان -
۷۸	ہوتی ہے -	۷۵	مکتوبات نمبر ۱۶
	جب حق سبحانہ و تعالیٰ نے بہ برکت تسبیحات		یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا - عروج و
	علیہ احوال کی رقیبت سے آزادی عطا کی - تو حیرت	۷۵	نزول وغیرہ کے حالات کے بیان میں -
۷۹	و پریشانی کے سوا کچھ ہاتھ میں نہ رہا -		اس رسالہ کے بیان میں جو بعض دوستوں کی
	حق الیقین سے مشرف کرنا - اور علم و عین کا		فرمانش سے مسیر آیا - اور حضرت خاتمیتؑ سالت
۷۹	ایک دوسرے کے لیے حجاب و پردہ نہ ہونا -		علیٰ ماجہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی بارگاہ میں
	ولایت، شہادت اور صدیقیت کے	۷۶	اس کی مقبولیت -
۷۹	مقامات میں فرق -		مجلس میں لوگوں کا شیر - سیر کی طرح نظر آنا -
	اس امر کی تحقیق کہ صدیقیت اور نبوت		مدارج قرب میں عروج اور مشائخ کرام کی روحانیت
۸۰	کے درمیان ایک مقام ہے جس کو قربت کہتے ہیں		اور عنایات خداوندی کے طفیل تمام مشائخ کے
	یہ مقام برزخیت کی لیاقت رکھتا ہے یا نہیں	۷۶	مقامات پر سے گزارنا - اور وجوہ ولایت کا ظہور
	مقام قربت کی بلندی اور اس مقام میں وجود		اور مقام قلب تک نزول -
۸۰	کا ذات پر زائد ہونا -		مراد ہونے کے باوجود اس قدر زیادہ نازل
۸۰	مقام صدیقیت مقام بقایا میں سے ہے -		طے کرنا ہوتی ہیں کہ مرید ساری عمر میں بھی معلوم نہیں
۸۱	سلوک سے کیا مقصود ہے -	۷۶	کہ طے کر سکیں -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۶	بلندی اور ان کے دوام حضور کے بیان میں۔ فنا اور موت کے بغیر جو موت جسمانی سے قبل ہے۔ جناب قدس جل و علا تک رسائی میسر نہیں آسکتی اور نہ باطل الملوں سے نجات مل سکتی ہے۔ اور نہ حقیقت اسلام اور کمال ایمان نصیب ہو سکتا ہے۔ اور یہ فنا ولایت میں قدم اول ہے۔	۸۱	مسئلہ قضا و قدر پر آگاہ ہونا۔ اور اصول شریعت کے ساتھ اس کی عدم مخالفت علوم و معارف کا بارشش کی طرح برسانا اور فاضلہ علوم کے مقصد کا بیان۔
۸۶	ولایت کے کئی درجے ہیں۔ اور ہر درجے کے قدم پر ایک مخصوص ولایت ہے۔	۸۲	اللہ تعالیٰ کے قول لیس کشتہ شی و ہوا السبع البصیر کا معنی۔
۸۷	اعلیٰ ترین ولایت وہ ہے جو ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم پر ہے۔	۸۲	ذوات مخلوقات کا جماد ہونا۔
۸۷	بلا اعتبار شے دیگر تجلی ذات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کے ساتھ مخصوص ہے۔	۸۳	مخلوقات کی صفات کا جماد ہونا۔
۸۷	اور تمام حجابات کا اٹھنا اور وصل عریان اور وجد حقیقی یہاں منتحقق ہے اور اس نادور الوجود مقام سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل پیروی والوں کو حصہ دافر حاصل ہے۔ یہ تجلی ذاتی اکثر مشائخ کے نزدیک برقی ہے الخ	۸۳	مخلوقات کے افعال کا جماد ہونا۔
۸۷	مشائخ نقشبندیہ کے نزدیک تجلی ذاتی کا دائم حضور ان بزرگوں کے نزدیک ابتداء انتہا میں درج ہے۔	۸۴	بندوں کے اعمال پر ثواب و عقاب کے مسئلے پر ایک سوال اور اس کا جواب۔
۸۷	اس معاملہ میں ان بزرگوں کی اقتداء صحابہ کرام سے ہے جس طرح ولایت محمدی تمام انبیاء کرام کی ولایتوں سے فوقیت رکھتی ہے اسی طرح ان اکابر کی ولایت تمام اولیاء کی ولایتوں سے فائق اور اعلیٰ ہے۔	۸۴	گفتگو کے دراز ہو جانے پر اپنے پیرو مرشد سے غدر خواہی۔
۸۸	دوسرے سلسلے والوں کے بعض اکابر کو	۸۵	میاں شاہ حسین کے حال کا بیان۔
		۸۵	حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے اور شیخ نور اور اپنے ایک رشتہ جوان کا حال۔
		۸۵	مکتوب نمبر ۱۹
		۸۵	یہ مکتوب بھی اپنے پیرو مرشد کو لکھا۔
		۸۵	بعض صاحب حاجت لوگوں کی سفارش کے سلسلہ میں۔
		۸۶	مکتوب نمبر ۲۰
		۸۶	یہ مکتوب بھی بعض صاحب حاجت لوگوں کی سفارش کے سلسلہ میں اپنے پیرو متگیر کی خدمت میں لکھا۔
		۸۶	مکتوب نمبر ۲۱
		۸۶	شیخ محمد علی کی طرف۔ درجات ولایت خصوصاً ولایت محمدی اور نسبت نقشبندیہ کی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۰	اس بات کا بیان کہ نفس مجمل ہے۔ اور حواس وغیرہ اس کی تفصیل ہیں۔	۸۸	یہ ولایت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن ولایت صلیبیہ سے اخذ کر کے۔
۹۱	جاننا چاہیے کہ مستغفرین ارباب مکر سے ہیں الخ۔	۸۸	اس طریقہ علیہ کے بعض کمالات کے اظہار کی غرض و غایت۔
۹۱	مکتوب نمبر ۲۳	۸۸	مکتوب نمبر ۲۲
۹۱	خان خاناں کی طرف۔	۸۸	شیخ عبد المجید کی طرف۔
۹۱	شیخ ناقص سے اخذ طریقہ سے منع کرنے کے بیان میں۔		روح اور نفس کے تعلق اور عروج و نزول اور فنا و بقا روحی و جسدی اور مقام دعوت کے بیان میں اور فانی اور مخلوق کی طرف لوٹا ئے گئے۔
۹۲	خداوند تعالیٰ حال سے خالی قال اور عمل سے خالی علم سے نجات عطا کرے۔	۸۸	اولیاء کرام کے درمیان فرق اور خدا تعالیٰ کے نور کو ظلمت اور لامکانی کو مکانی کے ساتھ جمع کرنے کا بیان۔ اور ان دونوں کے درمیان دوستی کا پیدا کرنا اور اس کا نتیجہ۔
۹۲	اسے برادر دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔	۸۹	اس نور کا اپنے مقام اصلی کو بھول جانا اور اس کا نتیجہ۔
۹۲	جاننا چاہیے کہ بیج کا ضائع کرنا دو طرح ہے الخ تو شیخ کامل اس طالب کی تربیت کرنے کے وقت الخ	۸۹	اس نور کا اپنے مقام اصلی کی طرف رجوع کرنا اور اس کا ثمرہ۔ اور ظلمت کا اس نور کے تابع ہونا۔
۹۳	صحبت کامل کبریت احمر ہے۔ اس کی نظر دوا اور اس کا کلمہ شفا ہے۔	۸۹	اس نور کا مطلوب حقیقی میں مستغرق ہونے کے بعد اپنے ظلمانی متعلق کو بھول جانا۔
۹۳	تتمہ۔ کفر یہ لقب رکھنے سے روکنے کے بیان میں۔	۸۹	فنا کے بعد بقا کے حصول اور اسم ولایت کے اطلاق و استعمال کے جواز کی صورت میں یا تو اشتقاق نام ہوتا ہے۔ یا دعوت و ارشاد کے لیے مخلوق کی طرف رجوع ہوتا ہے۔
۹۴	مسلمانوں کو اہل کفر سے دشمنی رکھنے کا حکم ہے۔ بعض مشائخ کی عبارات میں غلبہ مکر کے باعث مدح کفر میں جو کچھ وارد ہوا ہے۔ وہ ظاہر پر محمول نہیں۔	۹۰	روح کے لیے نہ داہنا ہے اور نہ بایاں۔ لیکن داہنا اس کے حال کے زیادہ لائق اور انسب نور و ظلمت سے مراد۔
۹۴	کفر حقیقت نقص ہے۔	۹۰	سوال باوجود بقا و شعور اور توجہ اور اختلاط الخ
۹۴	ہوش والوں کو مستوں کی تقلید روا نہیں ہر چیز کا ایک موسم اور وقت ہے کہ اسی موسم میں وہ چیز موزوں ہوتی ہے۔		
۹۴	لقب کفریہ کے تبدیل کرنے کا حکم۔		
۹۴	مواضع نتمت سے بچنے کا حکم۔		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۷	مکتوب نمبر ۲۴	۹۲	مکتوب نمبر ۲۳
۹۷	حاجی محمد لاہوری کی طرف - اس بیان میں کہ شوق ابرار کو ہوتا ہے - مقررین کو نہیں ہوتا -	۹۲	محمد قلیچ خان کی طرف - اس بیان میں کہ صوفی کا اثر باطن ہوتا ہے -
۹۷	حدیث قدسی الاطال شوق الابرار کا معنی -	۹۲	اور اس امر کے بیان میں کہ دل ایک سے زیادہ اشیاء سے تعلق نہیں رکھ سکتا -
۹۸	ابرار سے کون لوگ مراد ہیں -	۹۲	اور یہ کہ محبت ذاتی کا ظہور الخ -
۹۸	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا معنی لھکذا کنا ولكن قست قلوبنا اپنے شیخ قدس سرہ کے اس قول کا نقل کرنا کہ واصل منتہی کو بھی کبھی گزشتہ شوق کی تمنی ہوتی ہے -	۹۲	مقررین و ابرار کی عبادت کے درمیان فرق اس امر کی تشریح اور اثبات -
۹۸	رفع شوق کا دوسرا مقام -	۹۵	بندہ اور رب تعالیٰ کے درمیان حجاب نفس ہے -
۹۸	واصل کے شوق کی طرف رجوع نہ کرنے پر سوال اور اس کا جواب -	۹۵	محبت ذاتی موجود ہونے کی صورت میں محبوب کا انعام اور اس کی طرف سے تکلیف دونوں برابر ہو جاتے ہیں -
۹۹	سیر تفصیلی کی نہایت کسی کے لیے مقصود نہیں -	۹۵	ابرار حق تعالیٰ کی عبادت، خوف عذاب اور طمع ثواب کے لیے کرتے ہیں -
۹۹	بیان عدم تصور توقع در حق منتہی واصل جس نے ان مراتب کو اجمالی طور پر طے کیا ہے -	۹۶	ابرار کی نیکیاں مقررین کی نسبت سیئات میں داخل ہیں -
۹۹	سالک لوگ سیر تفصیلی میں ہمیشہ تجلیات صفاتیہ میں بند رہتے ہیں -	۹۶	بعض مقررین بھی عبادت خوف عذاب اور امید ثواب کے لیے کرتے ہیں لیکن الخ
۹۹	حق تعالیٰ کی طرف اشتاق ہونے سے کیا مراد ہے - اس کا جواب -	۹۶	ایسے لوگوں کو کمالات نبوت سے بھی حقہ حاصل ہے -
۱۰۰	مکتوب نمبر ۲۵	۹۶	مکتوب نمبر ۲۵
۱۰۰	خواجہ عمک کو لکھا - سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی مدح و ثنائیں -	۹۶	خواجہ جہان کو لکھا - حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین کی متابعت کی ترغیب کے بیان میں تمام کمالات روح و سر و غیرہ حضور کی متابعت سے وابستہ ہیں -
۱۰۰	اس سلسلہ کے اکابر کے اس قول سے مراد کہ ہماری نسبت تمام کی نسبت سے فائق ہے -	۹۷	شیخ سلطان کے دو لڑکوں کے لیے سفارش -
۱۰۰	یادداشت کے معنی - تجلی ذاتی کا معنی اور حضور پر غیبت کے معنی -	۹۷	
۱۰۱	یہ نسبت نہایت ہی نایاب ہے -	۹۷	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۳	شواہغ کے نزدیک رات کے نصف آخر میں ادا کرنا جائز ہی نہیں۔	۱۰۱	مکتوب نمبر ۲۸
۱۰۳	صرف وتر کی تاخیر سے بھی قیام لیل اور بیداری وقت سحر میسر آسکتی ہے۔	۱۰۱	خواجہ عجمک کی طرف صادر فرمایا۔
۱۰۳	عشاء کی جو نمازیں رات کے نصف اخیر میں ادا کی ہیں انہیں قضا کر لیں۔	۱۰۲	حال کی بلندی کے بیان میں ایسے الفاظ سے جو تنزل و تبعید کا وہم ڈالتے ہیں۔
۱۰۴	امام اعظم کو فی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستحب رہ جانے کی بنا پر چالیس سال کی نمازیں قضا کیں وضو کا مستعمل پانی امام اعظم کو فی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نجس غلیظ ہے۔ فقہاء کرام نے اس کے پینے سے منع کیا ہے۔	۱۰۲	مکتوب نمبر ۲۹
۱۰۴	وضو کے بچے ہوئے پانی کو شفا کا گیا ہے وہ اگر کسی کو دیا جائے تو جائز ہے۔	۱۰۲	شیخ نظام تھانی سری کی طرف۔
۱۰۴	بعض دوستوں نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت مجدد صاحب قدس سرہ کے وضو کا مستعمل پانی ضرور پیش در نہ ضرر عظیم لاحق ہوگا الخ۔	۱۰۲	ادا ئے فرائض کی ترغیب اور سنن و مستحبات کی رعایت اور اس امر کے بیان میں کہ فرائض کے سامنے ادا ئے نوافل کو کم اہمیت دی جائے اور رات کے نصف اخیر میں نماز عشاء ادا کرنے سے روکنے اور وضو کا مستعمل پانی پینے سے روکنے اور مریدوں کے پیروں کو سجدہ کرنے سے روکنے وغیرہ کے بیان میں۔
۱۰۴	مریدوں کے اپنے پیروں کو سجدہ کرنے کی مذمت و شناعیت۔ اور اس سے سختی سے روکنا۔	۱۰۲	ادا ئے فرائض میں سنت و مستحب کی رعایت کرنا بہرہ ارسال نوافل سے بہتر ہے۔
۱۰۴	صوفیاء کے علوم احوال ہیں۔ اور احوال اعمال کے نتائج و ثمرات ہیں۔ اعمال کی درستی کے بغیر احوال کا حصہ نہیں مل سکتا الخ جس طرح مجالس اہل سلسلہ میں کتب تصوف پڑھی جاتی ہیں کتب فقر بھی پڑھی جانی چاہئیں۔	۱۰۳	منقول ہے کہ ایک روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد نمازیوں کو دیکھا ایک شخص کو نماز میں نہ پایا الخ۔
۱۰۴	نقص و جبرک احوال سے تعلق رکھتا ہے اور قال میں نہیں آسکتا اگر اس کی کتابوں کا مطالعہ نہ بھی کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔	۱۰۳	آداب کی رعایت اور کمروہات سے بچنا اگرچہ تنزیہی ہی ہو۔ ذکر و فکر اور مراقبہ و توجہ سے کئی مرتبہ بہتر ہے۔
۱۰۴		۱۰۳	بطور زکوٰۃ ایک ٹکہ صدقہ کرنا پہاڑوں برابر صدقہ کرنے سے کئی درجے زیادہ بہتر ہے۔
۱۰۴		۱۰۳	نماز عشاء نصف شب اخیر میں ادا کرنا اور اسے نماز تہجد کا ذریعہ بنانا بہت ناپسندیدہ ہے حنفیہ کے نزدیک نماز عشاء رات کے نصف اخیر میں ادا کرنا مکروہ تحریمیہ ہے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۹	یہ علوم وحی سے اخذ کیے اولیاء کرام نے وہی علوم بذریعہ الہام اخذ کیے۔	۱۰۵	مکتوب نمبر ۳۰
۱۰۹	علماء دین نے یہ علوم شرائع سے بطریق اجمال اخذ کیے ہیں۔	۱۰۵	شیخ نظام تھا نیسری کو لکھا۔ شہود آفاقی اور انفسی وغیرہ کے بیان میں۔
۱۰۹	مکتوب نمبر ۳۱	۱۰۵	اس کی جناب کبریٰ اس سے بلند تر ہے کہ مجھ جیسا اس کا کچھ بیان کر سکے۔ چون بے چوں کے متمق کیا اظہار خیال کر سکتا ہے۔
۱۰۹	شیخ صوفی کی طرف لکھا۔ توحید وجودی کی حقیقت کے ظہور اور قرب و معیت ذاتی کے بیان میں اور بعض سوالات و جوابات کے بیان میں جو اس مقام سے تعلق رکھتے ہیں۔	۱۰۶	حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے اہل اللہ فنا اور بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے ہیں۔
۱۱۰	مسئلہ توحید وجودی کی تحقیق۔	۱۰۶	تجلی صوری جیسی بھی ہو سیر آفاقی میں داخل ہے الخ
۱۱۰	فقیر اس توحید کے مشرب سے از روئے علم حقہ وافر اور لذت عظیم رکھتا تھا۔	۱۰۶	وجود عدم کی تعریف اکابر نقشبندیہ کے لئے دیک
۱۱۰	حضرت شیخ مجدد قدس سرہ کا حضرت خواجہ محمد الباقی کی خدمت میں حاضر ہونا۔	۱۰۶	وہ بقا جو فنا تم کے بعد ہے زوال اور خلل سے محفوظ ہے۔
۱۱۰	حضرت شیخ قدس سرہ پر از روئے حال اس توحید کا منکشف ہونا اور اس مقام کے علوم و معارف و دقائق کا ظہور۔	۱۰۶	وہ فنا اور بقا جو زوال پذیر ہے احوال اور تلویہات میں سے ہے۔
۱۱۰	شیخ محی الدین عربی کے دقائق معارف کو ظاہر کرنا۔ الخ	۱۰۶	انسان کی پیدائش سے مقصود بندگی کے وظائف ادا کرنا ہے۔
۱۱۰	اس توحید میں سکر و قوت اور غلبہ حال کا بیان یہ حال مدت دراز تک رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس حال سے نکالا اور ترقی عطا کی۔	۱۰۶	عشق و محبت بھی مقاصد میں سے نہیں ہیں مراتب ولایت کی نہایت مقام عبودیت ہے۔ اس کے اوپر کوئی مقام نہیں الخ
۱۱۱	نسبت احاطہ اور سر بیان اور قرب و معیت ذاتی کا پوشیدہ ہو جانا۔	۱۰۸	حضرت خواجہ نقشبند کا اس شخص کو جواب دینا جس نے دریافت کیا تھا کہ سلوک سے کیا مقصود ہے۔
۱۱۱	حق سبحانہ و تعالیٰ کسی شے سے اتحاد نہیں رکھتا۔	۱۰۹	بعض زائد امور دوران راہ سامنے آتے ہیں نہایت پرہیز کردہ سب غبار کی طرح اڑ جاتے ہیں۔
۱۱۱	انقلاب حقائق عقلیہ اور شرعاً محال ہے۔	۱۰۹	جس طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
۱۱۱	تعجب ہے کہ شیخ محی الدین اور ان کے		

اردو ترجمے کی ضرورت

حضرت مولانا نور احمد مرحوم کے محشی مکتوبات کی اشاعت ثانی سے عربی اور فارسی کے ماہرین کے ذوق کی تسکین کا سامان تو ہو گیا ہے۔ مگر اردو ترجمے کی نایابی کی بنا پر فارسی سے ناواقف لوگ حضرت امام ربانی کے فیوض و برکات علمیدہ اور معارف لدنیہ سے بہرہ یاب ہونے سے محروم ہیں۔

اکبری دور کی پیدا کردہ بد اعتقادیوں اور بد اعمالیوں اور ہمارے زمانے کے دینی اور اعتقادی فتنوں میں بہت زیادہ مماثلت پائی جاتی ہے۔ اس زمانے کے ”لصوص دین“ اکبری دور کے ”لصوص دین“ کے زلزلہ اور خوشہ چینی ہیں۔ اُس وقت اگر تارک تقلید ملا مبارک اور اس کے ملحد و زندیق بیٹے ابوالفضل اور فیضی دین اسلام کی بنیادیں کھوکھلی کرنے میں مصروف تھے تو آج ان کے شاگردان رشید دین کے نام پر دین میں تحریفات کرنے میں کوشاں ہیں۔ مسٹر غلام احمد پرویز، ڈاکٹر فضل الرحمن اور کانگریسی ملاؤں کے مدد و مربی مسٹر مسعود سابق ناظم محکمہ اوقاف کی مکروہ تحریروں اور کاروائیوں سے اہل حق کے دل مجروح ہیں اور اسی قبیل کے لصوص دین کا ایک بہت بڑا گروہ پیدا ہو چکا ہے۔ شیخ محمد اکرام جو سرسید کے مکتبہ فکر سے متعلق ہیں، نے بھی اپنی کتابوں کے ذریعے اہل حق کو بدنام کرنے کی پوری پوری سعی کی ہے۔

گر بگوئم نثر ایں بیحد رشود

مکتوبات قدسی آیات میں ہر دور اور ہر ملک کے مسلمانوں کے ہر طبقے کے لیے تعلیمات و ہدایات موجود ہیں۔ جس دور میں یہ لکھے گئے تھے وہ چونکہ ہمارے دور سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے۔ اس لیے ان میں خاص طور پر ہمارے لیے فو ز و فلاح کی تعلیم موجود ہے۔ اس بے دینی و الحاد کے دور میں جب کہ بد اعتقاد لوگ گمراہ کن لٹریچر بہ کثرت پھیلا چکے اور پھیلا رہے ہیں۔ مجدد اعظم کی تحریریں بلاشبہ تریاق کا حکم شیخ مجدد کا رجوع کرنا جہانگیر سے ٹکر لینے سے زیادہ ہمت کا کام ہے۔

۳۷ لصوص ”لصّ“ کی جمع ہے جس کے معنی ڈاکو اور چور کے ہیں۔ مجدد صاحب فرماتے ہیں۔ طالب علمان بے باک (آزاد خیال علماء) از ہر فرقہ کرباشند لصوص دین اند، اجتناب از صحبت ایں ہائیز از ضروریات دین است“ (دفتراول مکتوب ۲۱۲) بد دینیوں سے اجتناب کرنے والوں کو تنگ نظر کہنے والے حضرت شیخ مجدد کے اس ارشاد پر غور کریں۔

۳۸ ان ہی لوگوں میں سے ایک پروفیسر محترم حبیب ہیں جو ہندوستان میں ان کی نیابت کا حق ادا کر رہے ہیں۔

رکھتی ہیں۔

مقام صد شکر ہے کہ ہمارے فاضل دوست حضرت مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مجددی زید علمہ و مجدد نے فارسی سے ناواقف لوگوں کو حضرت شیخ مجدد کی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لیے مکمل مکتوبات شریف کا ترجمہ کرنے کی طرف توجہ مبذول کی ہے۔

فاضل مترجم نے حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۷۲ھ) ساکن حضرت کیلیا ٹوالہ خلیفہ ارشد شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرق پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۲۸ھ) سے روحانی فیض پایا ہے۔ ظاہری علوم کے بھی ماہر ہیں۔ دارالعلوم نعمانیہ لاہور میں صدر مدرس رہ چکے ہیں۔ چھ سات سال سے دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں صدر مدرس کے منصب پر فائز ہیں۔ اولیاء کرام کی ان پر خصوصی توجہ ہے۔ کئی برس تک مسجد شاہ محمد غوث قادری لاہوری قدس سرہ میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں۔ اب حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کی مسجد مبارک میں امامت و خطابت کے فرائض باحسن وجوہ انجام دے رہے ہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ سے انہیں والہانہ عقیدت ہے۔ تعلیمات صوفیہ علیہ بالخصوص افادات مجددیہ کی اشاعت میں کوشاں رہتے ہیں۔ مولانا نور احمد کے محشی مکتوبات دوبارہ ان ہی کی تحریک و مساعی سے لاہور طباعت سے آراستہ ہوئے ہیں۔ انہوں نے بڑی محنت و جانفشانی سے ان کی کاپیاں اور پروف پڑھے اور پلٹیں بھی دیکھیں۔ حضرت امام غزالی قدس سرہ کی تصانیف بدایۃ المداہیہ اور منهاج العابدین کے انہوں نے ترجمے کیے ہیں، جو طبع ہو کر شائع ہو چکے ہیں۔ ان کا قابل ذکر ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ جناب ملک حسن علی صاحب جامعہ کی کتاب ”تعلیمات مجددیہ“ کے جواب میں ”مسک امام ربانی“ لکھی جو بے حد مقبول ہوئی۔ دو ہزار کا ایڈیشن چند مہینوں میں ختم ہو گیا۔ اب یہ کتاب دوبارہ مع اضافات کے آ رہی ہے۔ جناب فاضل مترجم کی علمی کاوشوں اور روحانی نسبتوں کے ذکر کی ضرورت یوں محسوس کی گئی کہ قارئین کرام کو اطمینان ہو جائے کہ مترجم حضرت امام ربانی اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے قوی نسبت رکھنے کی وجہ سے کلام مجدد کو سمجھنے کی استعداد رکھتے ہیں۔ ایسی کتابوں کا ترجمہ کرنے کے لیے علم اور نسبت دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ جناب مترجم ان دونوں نعمتوں سے سرفراز ہیں۔

اس عظیم و قیم کتاب کی طباعت کے لیے بھی کسی بہت اچھے ادارے کی ضرورت تھی۔ یہ فضل ایزدی

۱۳۹ ملک صاحب مسلکاً غیر مقلد ہیں۔ انہوں نے مجدد صاحب کے نام پر علامہ ابن تیمیہ کا پروپیگنڈا کرنے

کے لیے ”تعلیمات مجددیہ“ لکھی ہے۔

یہ مسئلہ بھی از خود حل ہو گیا۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی جو بہترین کتابوں کو خوبصورتی اور نفاست سے بھانپنے میں گوٹے سبقت لے گئی ہے، کے مالک محترم حکیم محمد تقی صاحب اشرفی اس کو بہ صد ذوق و شوق چھاپ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جناب مترجم کی یہ کوشش مقبولیت و دام کا درجہ حاصل کرے اور قارئین کو عمل کی توفیق ملے۔ جناب ناشر بھی جزائے خیر سے نوازے جائیں۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم۔

یہاں عزیز محمد اقبال مجددی سلمہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ آل عزیز نے کئی نایاب کتابیں اپنے کتب خانے سے لاکر مجھے دیں۔ اور بعض حوالے تلاش کرنے میں میری مدد کی۔ جزاء اللہ خیر الجزاء۔

محمد موسیٰ عفی عنہ

لاہور
یکم محرم الحرام ۱۳۹۰ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین، اضعاف
ما حمده جميع خلقه كما يحب
ربنا ويرضى، والصلوة والسلام
على من ارسله رحمة للعالمین،
كلما ذكره الذاکرون وكلما غفل
عن ذكره الغافلون كما ينبغي له
ويجزي وعلى اله واصحابه البررة
التقى والتقى۔

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ان تمام
تعریفوں سے دگنی جو اس کی سب مخلوق نے کی ہیں۔ ایسی
تعریفیں جو ہمارے رب تعالیٰ کو پسند اور محبوب ہیں
اور درود و سلام اس مہستی پر جسے اس نے رحمۃ للعالمین
بنا کر بھیجا جب تک ذکر کرنے والے اس کے ذکر میں
مصرف رہیں اور جب تک غافل لوگ اس کے ذکر سے
غافل رہیں۔ ایسا درود و سلام جو آپ کی ذات کے
لائق و مناسب ہے۔ اور آپ کی آل و اصحاب پر جو
نیک اور متقی اور پاک ہیں۔

حمد و صلوة کے بعد واضح ہو کہ یہ حضرت امام ربانی کے مکتوبات قدسی آیات کا دفتر اول ہے۔ وہ امام ربانی
جو محققین کے غوث، عارفین کے قطب، ولایت محمدیہ کی برہان، شریعت مصطفوی کی دلیل و حجت، اسلام اور
مسلمانوں کے شیخ ہیں۔ یعنی ہمارے شیخ اور امام الشیخ احمد فاروقی نقشبندی اللہ تعالیٰ آپ کو
سلامت اور قائم رکھے جسے یہ حقیر قلیل البضاعة اس درگاہ کے خاک نشینوں میں سے کمترین خاک نشین یا محمد
جدید بدشتی طالقانی جمع کر کے اس امید پر احاطہ تحریر میں لایا کہ اس سے طالبان حق جل و علا کو نفع پہنچے۔ اللہ
سبحانہ و تعالیٰ سے حفاظت اور توفیق کی درخواست ہے۔

مکتوب اول

ان حالات کے بیان میں جو اسم مبارک الظاہر سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور توحید کی قسم خاص کے ظہور اور ان عروجات کے بیان میں جو محدود (عرش) سے اوپر واقع ہوئے۔ اور بہشت کے درجات کے انکشاف اور بعض اہل اللہ کے مراتب کے ظہور کے بیان میں اپنے پیر و مرشد کو لکھا جو بزرگ کمال کمال کرنے والے درجات ولایت تک پہنچانے والے اس طریقے کی ہدایت کرنے والے جس میں ابتداء انتہاء میں دوج ہے پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ و امام الشیخ محمد الباقی نقشبندی احراری قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس۔ اور اللہ انہیں ان کی آرزو کے اقصیٰ مقام تک پہنچائے۔

عرضداشت۔ کمترین بندگان احمد حضور کی خدمت میں عرض اور حسب حکم مبارک گستاخی کرتا ہے اور اپنے احوال پریشان بیان کرتا ہے کہ دورانِ راہ وہ ذات اسم الظاہر میں اس قدر متجلی ہوئی کہ خاص خاص تجلی میں علیحدہ علیحدہ ظہور فرمایا۔ خصوصاً عورتوں کے لباس میں بلکہ ان کے الگ الگ اجزاء میں ظہور فرمایا۔ اور اس وقت میں اس گروہ مستورات کا اس قدر مطیع و متقاد ہوا کہ کیا عرض کروں۔ اور میں اس انقیاد اطاعت میں بے اختیار تھا۔ وہ ظہور جو عورتوں کے لباس میں ہوا وہ کسی اور جگہ نہیں تھا۔ خصوصی لطافت و حسن و جمال کے عجیب و غریب نظارے جو اس لباس میں ظاہر ہوئے کسی اور منظر میں ظاہر نہ ہوئے۔ میں ان کے آگے اپنے آپ کو پانی کی طرح پگھلا ہوا محسوس کرتا تھا۔ اسی طرح کھانے اور پینے کی ہر چیز میں علیحدہ علیحدہ ظہور ہوا۔ وہ لطافت اور حسن جو لذیذ اور ترپنکلف کھانے میں تھی اس کے ماسوا میں نہ تھی۔ اور میٹھے پانی اور غیر میٹھے پانی میں بھی ایسا ہی فرق تھا۔ بلکہ ہر لذیذ اور شیریں چیز میں اپنے اپنے درجات کے مطابق خصوصی کمال کا ظہور تھا۔ اس تجلی کی خصوصیات کو تحریر میں نہیں لاسکتا۔ اور اگر حاضر خدمت ہوتا تو شاید عرض کرتا۔ لیکن ان تجلیات کے دوران رفیق اعلیٰ (محبوب حقیقی) کی آرزو رکھتا تھا۔ اور ان تجلیات کی طرف اپنی وسعت کے مطابق توجہ نہیں کرتا تھا۔ لیکن غلبہ حال کی وجہ سے کوئی چارہ نہیں پاتا تھا۔ اسثناء میں معلوم ہوا کہ یہ تجلی خدا تعالیٰ کی نسبت تنزیہی سے کوئی مخالفت نہیں رکھتی۔ اور یہ کہ باطن اسی طرح اس نسبت تنزیہی کا گرفتار ہے۔ ظاہر کی طرف بالکل متوجہ نہیں۔ اور میرے ظاہر کو بھی جو اس نسبت سے خالی اور معطل تھا، اس تجلی سے مشرف فرمایا۔ میں نے بالیقین ایسا پایا کہ باطن بالکل کج نظری میں مبتلا نہیں ہے۔ بلکہ تمام معلومات اور ظہورات

سے اعراض کیے ہوئے ہے۔ اور ظاہر جو کثرت اور دوئی کی طرف متوجہ تھا وہ بھی ان تجلیات سے بہرہ ور ہوا ہے۔ کچھ وقت کے بعد یہ تجلیات تھا اور پوشیدگی میں چلی گئیں۔ اور وہی حیرت و نادانی کی حالت قائم اور موجود رہی۔ اور وہ تجلیات اس طرح معدوم ہو گئیں گویا وہ کبھی نہ ہو بھی نہیں ہوئی تھیں۔ اس کے بعد ایک خاص فناء رونما ہوئی۔ اور غالب گمان ہے کہ وہ یقین علمی جو تعین کے عود کرنے کے بعد پیدا ہوا وہ اس قیام میں گم ہو گیا۔ اور نفسانیت و انانیت کے گمان کا کچھ اثر باقی نہ رہا۔ اس وقت اسلام کے نشانات ظاہر ہونا اور شرک خفی کے نشانات مٹنا شروع ہوئے۔ اسی طرح اپنے اعمال کی کوتاہی اور اپنی نیتوں اور خیالات کو لائق ملامت جاننے کا احساس شدت سے ظاہر ہوا۔ بالکل کچھ نشانات عبودیت اور نیستی کے پھر ظاہر رونما ہوئے۔ خدا سبحانہ و تعالیٰ آپ کی توجہ کی برکت سے بندگی کی حقیقت تک پہنچائے۔

عرش پر بہت سے عروجات واقع ہوئے:

مرتبہ اول: مسافت طے کرنے کے بعد جب عرش پر پہنچا تو یہ ایسا عروج تھا جہاں دارِ خلد (جنت) نیچے محسوس ہوتی تھی۔ اس دوران دل میں آیا کہ اس جگہ بعض لوگوں کے مقامات دیکھوں۔ جب اس طرف متوجہ ہوا تو ان کے مقامات نظر پڑے اور ان اشخاص کو بھی ان کے تفاوت درجات کے مطابق ان مقامات میں پایا۔

مرتبہ دوم: پھر ایک اور عروج واقع ہوا۔ جس میں مشائخ عظام، ائمہ اہل بیت، خلفاء راشدین کے مقامات اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام خاص اسی طرح اپنے اپنے درجات کے مطابق تمام باقی انبیاء و رسل اور فرشتوں کے بلند ترین گروہ کے مقامات عرش سے اوپر مشہود ہوئے۔ اور عرش سے اوپر اس مقدار میں عروج واقع ہوا کہ مرکز خاک سے عرش تک یا اس سے کچھ نیچے۔ اور حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کے مقام تک منتهی ہوا۔ اور اس مقام سے اوپر کچھ مشائخ تھے بلکہ اسی مقام میں یا ذرا اوپر جیسے شیخ معروف کرخی، اور شیخ ابوسعید خرازی۔ اور باقی کچھ مشائخ کے مقامات کچھ نیچے اور بعض وہی مقامات رکھتے تھے۔ نیچے تو شیخ علاؤ الدولہ اور شیخ نجم الدین گبرائی جیسے مشائخ تھے اور ان سے اوپر ائمہ اہل بیت تھے، اور ان سے اوپر خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور باقی انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام سے الگ ایک طرف تھے۔ اسی طرح بلند ترین گروہ ملائکہ کے مقامات بھی علیحدہ ایک طرف کو تھے، علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔ لیکن حضور سرور کائنات علیہ السلام کے مقام کو سب سے فوقیت اور سرداری حاصل تھی۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقائق الامور کلہا (اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کے حقائق کو بہتر جانتا ہے)۔

اور میں جب بھی چاہتا ہوں عروج واقع ہو جاتا ہے۔ اور بعض اوقات چاہنے کے بغیر بھی واقع ہوتا ہے۔ اور بعض دوسری چیزیں بھی دکھائی جاتی ہیں اور بعض عروجوں پر اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔ اور بہت سی باتیں بھول جاتی ہیں اور میں بہت کوشش کرتا ہوں کہ بعض حالات لکھوں اور کوشش کرتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں عرضداشت کے وقت یاد آئیں، لیکن یاد نہیں آتے۔ اس لیے کہ یہ بات خفیہ محسوس ہوتی ہے۔ یہ تو اشتغاف کا موقع ہے، کچھ لکھنے کا نہیں۔ اس عریضہ کی تحریر کے دوران بعض باتیں یاد تھیں، آخر حلقے نے وفانہ کی اور کچھ نہ لکھ سکا۔ زیادہ گستاخی کی جرأت نہیں۔

ملا قاسم علی کا حال بہتر ہے۔ استہلاک و استغراق کا غلبہ ہے اور تمام مقامات جذبہ سے اور پر قدم رکھ چکا ہے۔ پہلے صفات کو اصل دیکھتا تھا، اب باوجود صفات کے اپنے سے جدا دیکھتا ہے اور اپنے کو خالی محض پاتا ہے۔ بلکہ وہ نور جس سے صفات قائم ہیں اسے اپنے سے جدا دیکھتا ہے اور خود کو اس نور سے الگ ایک طرف پاتا ہے۔ دوسرے دوستوں کے حالات بھی روز بروز بہتر ہو رہے ہیں۔ دوسری عرضداشت میں ان شاء اللہ تعالیٰ تفصیل سے عرض کیا جائے گا۔

مکتوب نمبر (۲)

ترقیوں کے حصول اور عنایات خداوندی جل سلطانہ پر فخر کرنے کے بیان میں۔
یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار قدس سرہ کو لکھا۔

عرضداشت۔ کمترین بندگان احمد بلند بارگاہ کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔ ماہ رمضان مبارک کے متصل استخارہ کا حکم مولانا شاہ محمد نے پہنچایا۔ ماہ رمضان تک اتنی فرصت نہ مل سکی کہ اپنے آپ کو آستانہ بوسی کے شرف سے مشرف کر سکتا۔ لاچار اس مدت کے گزر جانے سے اپنے آپ کو تسلی دی۔ آپ کی بلند توہنات کی برکت سے مسلسل اور متواتر جو عنایات خداوندی اس ناچیز پر فائض اور وارد ہو رہی ہیں ان کے متعلق کیا عرض کرے۔

من آں خاکم کہ ایر تو باری کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر بر روید از تن صد زبانی چو بہرہ شکر لطفش کے توانم
میں وہ خاک ہوں کہ موسم بہار کا بادل اپنے لطف و کرم سے مجھ پر برس رہا ہے۔ بہرے کی طرح میرے
جسم پر اگر سوز بانیں بھی آئیں پھر بھی میں اس کی مہربانیوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔

اگرچہ اس قسم کے حالات کا اظہار گستاخی کا وہم ڈالتا ہے، اور اس سے فخر و مباهات کا احساس ہوتا ہے۔

ولے چوں شاہ مراد داشت از خاک سزدگر بگذرا تم سر ز افلاک

لیکن جب شاہ مجھے خاک سے اوپر اٹھائے تو لائق ہے کہ میں اپنا سر افلاک سے بھی اوپر لے جاؤں۔ عالم صحود بقاء کی ابتداء و آخر ماہ ربیع الآخر سے شروع ہے اور اس وقت تک بقاء خاص سے ہر لمحہ مشرف کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ محی الدین قدس سرہ کی تجلی ذاتی کی ابتداء ہو چکی ہے۔ مجھے صحو میں لاتے ہیں اور پھر سکر کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور اس عروج و نزول میں علوم غریبہ اور معارف عجیبہ فائز کر رہے ہیں۔ اور ہر مرتبہ میں خاص احسان و شہود سے جو اس مقام بقاء کے مناسب ہے مشرف کر رہے ہیں۔ ماہ رمضان مبارک کی چھ تاریخ کو ایک ایسے بقاء اور احسان سے مشرف فرمایا گیا ہے جس کے متعلق بندہ کیا عرض کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نہایت استعداد اسی مقام تک تھی۔ اور وہ وصل جو اس مقام کے مناسب تھا اس سے بھی مشرف فرمایا گیا۔ جذبہ کی جہت اب تمام ہو چکی ہے اور سیر فی اللہ جو اس مقام جذبہ کے مناسب ہے، اس کے آغاز کا وقوع ہو چکا ہے۔ جس قدر فنا مکمل ہوگی اس پر بقاء بھی ویسی ہی مرتب ہوگی۔ اور جس قدر بقاء مکمل ہوگی، حالت صحو بھی زیادہ حاصل ہوگی۔ اور جس قدر حالت صحو زیادہ ہوگی، اسی قدر علوم کا افاضہ بھی شریعت غراء کے مطابق زیادہ ہوگا۔ کیونکہ کامل صحو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے۔ اور وہ علوم جو ان سے صادر ہوتے ہیں وہ سراسر شریعت اور عقائد ہیں، جو ذات و صفات کے بیان میں ہیں۔ اور ان علوم کے ظاہر کی مخالفت بقیہ سکر سے واقع ہوتی ہے۔ اس وقت جو معارف اس کمینہ پر فائز و وارد ہوتے ہیں اکثر معارف شرعیہ پر مشتمل ہیں۔ اور ان میں انہی کا بیان ہے اور علم استدلالی کشفی اور بدیہی اور محمل مفصل ہو جاتا ہے۔ ع

گر بگوئم شرح این بیحد شود

یعنی اگر ان کی شرح کی جائے تو بے حد ہو جائے۔ میں ڈرتا ہوں کہ مبادا معاملہ گستاخی تک پہنچ جائے۔

بستہ باید کہ حد خود داند

بندے کو چاہیے کہ حد کے اندر رہے



مکتوب نمبر (۳)

بعض دوستوں کے مقام مخصوص میں بند ہو جانے اور بعض کے ترقی کر کے تجلی ذاتی کے مقامات تک پہنچنے کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار کو لکھا:

عرضداشت۔ جو دوست یہاں ہیں نیز وہ دوست جو وہاں ہیں ایک مقام میں محبوس و بند ہو چکے ہیں۔ ان کے ان مقامات سے نکلنے کا راستہ مشکل ہو چکا ہے۔ وہ قوت قدرت جو اس مقام کے مناسب ہے بندہ اپنے اندر نہیں پاتا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کی توجہات عالیہ کی برکت سے ترقی عطا کرے۔ اس کمینہ کے خوشیوں میں سے ایک شخص اس مقام سے گزر چکا ہے اور تجلیات ذاتی کی ابتدا تک پہنچ گیا ہے۔ اس کا حال بہت اچھا ہے۔ اس حقیر کے قدم پر قدم رکھ رہا ہے۔ دوسروں کے متعلق بھی پرامید ہے۔ وہاں کے کچھ دوست مقربین کے راستہ سے مناسبت نہیں رکھتے۔ ان کے موافق حال طریقہ برابر ہے۔ تاہم جس قدر ان کو دولت یقین حاصل ہو چکی ہے وہی غنیمت ہے۔ اسی طریقہ پر ان کو حکم فرمانا چاہیے۔ ہر کسے راہر کارے ساختند

ہر ایک کو اس کے مناسب حال کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

ان کے نام ظاہر کرنے کی گستاخی نہیں کی۔ آپ سے وہ مخفی نہیں ہوں گے۔ زیادہ گستاخی کی جرأت نہ کی۔ اس عرضداشت کی تحریر کے دن میر سید شاہ حسین نے اپنی مشغولی باطن میں یوں دیکھا گویا بڑے دروازہ تک پہنچ گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دروازہ حیرت ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اس دروازہ کے اندر نگاہ ڈالتا ہوں تو اندر آپ کو اور تجھے (حضرت مجدد قدس سرہ کو) دیکھتا ہوں۔ ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ اندر قدم رکھوں لیکن پاؤں میری موافقت نہیں کرتے۔

مکتوب نمبر (۴)

عظیم القدر ماہ مبارک رمضان شریف کے فضائل اور حقیقت محمدیہ علیہ علی آلہ السلام والسلام کے بیان میں۔ یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

حقیر ترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ ایک مدت سے بذریعہ خط مبارک اُس بلند آستانہ کے خادموں

کے متعلق بندہ کچھ اطلاع اور واقفیت نہیں رکھتا۔ ہر وقت منتظر ہے۔

ماہ رمضان مبارک کی آمد آمد ہے۔ اس ماہ مبارک کی قرآن مجید کے ساتھ جو تمام کمالات ذاتی اور شیونی کا جامع ہے، اور دائرہ اصل میں اس طرح داخل ہے کہ ذرہ برابر طلبیت اس کی طرف راہ نہیں پاسکتی۔ اور حقیقت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کا ظل اول ہے، مکمل مناسبت رکھتا ہے۔ اسی مناسبت کی بنا پر اس مقدس کتاب کا نزول اس ماہ مبارک میں واقع ہوا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ
الْقُرْآنُ
رمضان المبارک وہ مہینہ ہے کہ اس میں قرآن
حکیم کا نزول ہوا۔

اس بات کا مصداق ہے۔ اور اسی مناسبت کی وجہ سے یہ مہینہ تمام خیرات و برکات کا جامع ہے۔ ہر طرح کی خیر و برکت تمام سال میں جس کسی کو پہنچتی ہے جس راہ سے بھی پہنچتی ہے، اس عظیم القدر ماہ مبارک کی بے نہایت برکات کا ایک قطرہ ہے۔ اگر اس ماہ مبارک میں جمعیت نصیب رہی تو سارا سال جمعیت حاصل رہے گی۔ اور اگر اس ماہ مبارک میں پراگندگی رہی تو سارا سال پراگندگی بچھا نہیں چھوڑے گی۔ تو کتنا مبارک ہے وہ شخص جس کے پاس یہ مہینہ آیا اور اس سے راضی اور خوش گیا۔ اور خرابی ہے اس شخص کے لیے جس سے یہ مہینہ ناراض گیا اور اس کی برکات و خیرات سے محروم رہا۔ اور اس ماہ مبارک میں قرآن مجید کے ختم کی سنت بھی اسی تعلق کی بنا پر معلوم ہوتی ہے۔ تاکہ تمام اصلی کمالات اور ظلی برکات میسر ہوں۔ تو جس نے ان دونوں کو جمع کر لیا، امید ہے کہ وہ اس کی برکات سے محروم نہیں رہے گا اور اس کی خیرات سے روکا نہیں جائے گا۔ وہ برکات جو اس مبارک مہینہ کے ایام سے متعلق ہیں اور ہیں، اور وہ خیرات جو اس کی راتوں سے وابستہ ہیں کچھ اور ہیں۔ اسی راز کے باعث شاید یہ بات ہے کہ جلدی روزہ افطار کرنے کا حکم ہے اور سحری میں تاخیر کرنے کے متعلق وارد ہوا ہے۔ تاکہ دن رات کے دونوں وقتوں کے اجزاء میں امتیاز و فرق حاصل ہو۔ قابلیت اولی جس کا اوپر ذکر ہوا، اور حقیقت محمدیہ علیٰ منظر بالصلوات والتسلیمات کہ اس سے عبارت ہے وہ قابلیت ذات نہیں جو صفات سے متصف ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے۔ بلکہ عز سلطانہ کی ذات کی قابلیت مراد ہے جو اعتبار علمی کے ساتھ ملحوظ ہے اور جو تمام کمالات ذاتی اور شیونی سے متعلق ہے۔ یہی حقیقت قرآن مجید کو حاصل ہے۔ باقی رہی انصاف کی قابلیت جو خانہ صفات سے تعلق رکھتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے درمیان برزخ اور پردہ ہے۔ یہ دوسرے انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی حقیقت ہے۔ یہی قابلیت بعض اعتبارات کے لحاظ سے جو اس میں پائے جاتے ہیں متعدد حقیقتوں کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ حقیقت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی گو ظلیت رکھتی ہے تاہم صفات کا رنگ اس سے آمیزش

نہیں رکھتا اور کوئی واسطہ درمیان میں حائل نہیں۔ اور محمدی المشرق جماعت کی حقیقتیں ذات عزت شانہ کی قابلیت ہیں اعتبار علمی کے ساتھ جو بعض ان کمالات سے متعلق ہے۔ اور محمدی قابلیت ذات واجب تعالیٰ اور ان قابلیت متعددہ کے درمیان برزخ و پردہ ہے۔ اور ان بعض کا حکم اس واسطہ سے ہے کہ ان کا قدم خانہ صفات میں ہے اور بس۔ اور اس خانہ صفات کا نہایت عروج اس قابلیت تک ہے۔ تو ضروری طور پر اس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے۔ اور چونکہ یہ قابلیت اتصاف ہرگز مرتفع نہیں ہو سکتی۔ تو ان بعض نے بھی یہ حکم لگا دیا کہ قابلیت محمدی علی منظرہا الصلوٰۃ والسلام والنجۃ ہمیشہ حائل رہتی ہے۔ ورنہ قابلیت محمدیہ کو علی منظرہا الصلوٰۃ والسلام جو صرف ایک اعتبار ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات میں نظر سے ارتفاع ممکن ہے بلکہ اس کا وقوع بھی ہو چکا ہے۔ اور اتصاف کی قابلیت بھی اگرچہ ایک اعتبار ہے۔ لیکن برزخیت کی وجہ سے صفات کا رنگ اختیار کر چکا ہے جو خارج میں زائد وجود کے ساتھ موجود ہیں اور جن کا ارتفاع غیر ممکن ہو چکا ہے۔ لہذا ضروری طور پر یہ اتصاف دائماً پیچ میں حائل رہتا ہے۔

اس قسم کے علوم جن کا منشا اصالت اور ظلیت کی جامعیت ہے، بہت وارد اور فائض ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کا غذر لکھ لیے جاتے ہیں قطبیت کا مقام جو دقیق علوم کا منشا ہے ظلی مقام ہے اور فردیت کا مقام دائرۃ اصل کے معارف کے ورود کا واسطہ ہے۔ ان دو دولتوں (مقام قطبیت اور مقام فردیت) کے حصول کے بغیر ظل اور اصل کے درمیان فرق و امتیاز نہیں ہو سکتا۔ لہذا بعض مشائخ قابلیت اولیٰ کو جسے تعین اول بھی کہتے ہیں ذات سے زائد نہیں مانتے۔ اور اس قابلیت کے شہود کو ہی تجلی ذاتی خیال کرتے ہیں۔ لیکن حق بات وہی ہے جو میں نے بیان کی اور جس کی میں نے وضاحت کر دی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ حق کو حق ظاہر کرتا ہے اور وہی سیدھے راستے کا ہادی ہے۔

جس رسالے کی تحریر کا بندہ کو حکم ہوا تھا اس کے مکمل کرنے کی توفیق میسر نہیں آ سکی اور جتنی لکھ چکا تھا اتنی ہی تحریرات پڑی ہیں۔ پتہ نہیں اس توقف میں خدا تعالیٰ جل سلطانہ کی کیا حکمت پوشیدہ ہے۔ زیادہ گستاخی ادب سے دور ہے۔

مکتوب نمبر (۵)

خواجہ برہان الدین کی سفارش کے سلسلہ میں جو آپ کے مخلصوں میں تھے اور کچھ دوسرے حالات کے بیان میں — یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

کمترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ حضرات خواجگان (نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) کی طریقت

گئے بارے میں لکھ کر ارسال خدمت کیا ہے، آپ کی نظر مبارک سے گزرے گا۔ ابھی مسودہ ہے خواجہ برہان آپ کی طرف جلد ہی چل پڑے، نقل مسودہ کی فرصت نہ مل سکی۔ اس امر کا احتمال ہے بعض دوسرے علوم بھی اس سے لاحق کر دیے جائیں۔ ایک روز رسالہ سلسلہ الاحرار نظر سے گزرا اور اس کے مطالعہ سے میرے دل صُست ہیں گزرا کہ حضرت کی خدمت میں عرض کروں آپ خود اس رسالہ کے علوم کے بارے میں کچھ تحریر فرمائیں یا اس فقیر کو حکم دیں، تاکہ بندہ اس سلسلہ میں کچھ لکھ سکے۔ یہ خیال کافی قوت پکڑ گیا تو اس کے ساتھ ہی اس مسودہ سے متعلق بعض مزید علوم کا فیضان و رود ہوا۔ بہر حال اس رسالہ کے بعض علوم کی وضاحت ہو سکی۔ اگر اس مسودہ کو تکملہ تصور کر لیں تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ اور اگر بعض مناسب کو منتخب کر کے اس رسالہ سے ملحق کر دیں تو یہ صورت بھی ٹھیک ہے۔ زیادہ جرأت ادب سے دور ہے۔ خواجہ برہان نے اس مدت میں خوب کام کیا ہے اور تیسری سیر سے جو مقام جذبہ سے تعلق رکھتی ہے اس سے بھی ان کو حصہ مل چکا ہے۔ صوبہ مالوہ میں معاش کے لحاظ سے ان کا وقت پراگندہ اور مشغول ہو گیا ہے۔ ملازمت کے لیے حاضر ہو رہے ہیں۔ آپ جو حکم بھی فرمائیں گے مبارک ہو گا۔

مکتوب نمبر (۶)

جذبہ اور سلوک کے حصول کے بیان میں، اور جمال و جلال دونوں صفتوں کے ساتھ تربیت پانے اور فنا و بقا اور ان کے متعلقات اور نسبت نقشبندیہ کے فائق اور اعلیٰ ہونے کے بیان میں — یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

کمترین غلام، احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ مرشد علی الاطلاق (اللہ تعالیٰ) جل شانہ نے آپ کی توجہ کی برکت سے جذبہ اور سلوک دونوں طرح پر (اس ناچیز کی) تربیت فرمائی ہے اور جمال و جلال دونوں صفتوں کی تربیت کے ساتھ نوازا ہے۔ اب جمال عین جلال اور جلال عین جمال ہے۔ رسالہ قدسیہ (مصنفہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) کے بعض حواشی کی اس عبارت کو اپنے مفہوم صریح سے بدل دیا گیا ہے۔ اور ایک موبہوم معنی پر حمل کر لیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ عبارت اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے، اس میں تاویل و انحراف کی گنجائش نہیں۔ اور اس تربیت کی علامت یہ ہے کہ مجھے محبت ذاتی سے متحقق کر دیا گیا ہے۔ محبت ذاتی کے ساتھ موصوف ہونے سے قبل اس کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اور محبت ذاتی فنا کی علامت ہے۔ اور فنا ماسوی اللہ کو بھول جانے کا نام ہے۔ توجیب تک تمام علوم سینہ سے دور نہ ہو جائیں اور انسان جہل مطلق

سے موصوف نہ ہو جائے فنا سے حصہ نہیں پاسکتا۔ اور یہ حیرت اور جہل دائمی ہے، اس کے زوال کا امکان نہیں۔ اور نہ یہ بات ہے کہ کبھی زائل ہو جائے اور حاصل ہو جائے۔ غایت درجہ یہ بات ہے کہ بقا سے پہلے محض جہالت ہوتی ہے اور بقا کے بعد جہالت اور علم دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔ عین نادانی میں شعور ہوتا ہے اور عین حیرت میں شہود حاصل ہوا ہوتا ہے۔ اور یہ حق الیقین کا مقام ہے، جہاں علم اور عین ایک دوسرے کے لیے حجاب نہیں ہیں۔ اور وہ علم جو اس جہالت سے پہلے حاصل ہوا ہوتا ہے وہ درجہ اعتبار سے ناقص ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے اگر علم ہے تو اپنے میں ہے۔ اگر شہود ہے تو وہ بھی اپنے اندر ہے۔ اور اگر معرفت یا حیرت ہے تو وہ بھی اپنے ہی اندر ہے۔ جب تک نظر باہر ہے بے نتیجہ ہے۔ اگرچہ اپنے اندر ہی نظر ہو ادھر ادھر سے نظر کو بالکل منقطع کرنا ضروری ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ) فرماتے ہیں کہ اہل اللہ فنا اور بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے اندر پہچانتے ہیں۔ ان کو اپنے وجود میں حیرت ہوتی ہے۔ اس سے بھی صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ شہود، معرفت اور حیرت، یہ سب چیزیں صرف نفس میں ہیں، باہر کہیں بھی نہیں ہیں۔ جب تک ان تینوں سے باہر ہے چاہے اپنے اندر ہی ہو فنا سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا، تو بقا سے کیسے حصہ پاسکتا ہے۔ فنا اور بقا کا نہایت مرتبہ یہی ہے۔ اور یہ فنا مطلق ہے اور مطلق فنا عام ہے۔ بقا فنا کے اندازے کے مطابق ہوتی ہے۔ لہذا بعض اہل اللہ فنا اور بقا سے موصوف ہونے کے باوجود باہر کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں لیکن ان حضرات نقشبندیہ قدس سرہم کی نسبت تمام نسبتوں سے فائق ہے۔

نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند نہ ہر کہ سر نیزا شد قلندری داند
ہر آئینہ رکھنے والا سکندری کے اسرار و رموز سے واقف نہیں ہوتا۔ اور نہ ہر سر نیزا شننے والا قلندری ہی جانتا ہے۔

جب اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اکابر میں سے صدیوں کے بعد صرف ایک یاد کو اس نسبت سے مشرف کرتے ہیں تو دوسرے سلاسل میں تو اس نسبت کے حصول کا تناسب بہت ہی کم ہے یہ نسبت دراصل حضرت خواجہ عبدالخاق غجدانی قدس سرہ کی نسبت ہے۔ اور نسبت کو تمام و کمال تک پہنچانے والے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بہاؤ الدین المعروف نقشبند قدس سرہم ہیں۔ اور آپ کے خلفاء میں سے حضرت خواجہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔

ایں کار دولت است کنون تا کرادہند

یہ ایک عظیم دولت ہے۔ اب دیکھیے یہ کسے عطا ہوتی ہے

عجیب بات ہے، پہلے ہر بلا و مصیبت جو واقع ہوتی تھی، فرحت و سرور کا باعث تھی۔ اور یہ ناچیز مزید کا مطالبہ کرتا تھا۔ اور جس قدر سامان دنیوی کم ہوتا تھا اس سے خوشی ہوتی تھی اور اسی طرح کی آرزو رکھتا تھا۔ لیکن اب جب کہ پھر عالم اسباب کی طرف لایا گیا ہے، تو نظر اپنے عجز اور اپنی محتاجی پر پڑی۔ اگر تھوڑا سا ضرر لاحق ہوتا ہے تو فوراً ہی ایک درجہ غم و حزن محسوس ہوتا ہے، اگرچہ وہ جلد زائل بھی ہوتا ہے اور اس کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح پہلے جب بارگاہ الہی میں دفع بلا و مصیبت کے لیے دعا کرتا تھا تو اس سے مقصود اس کا رفع اور ازالہ نہیں ہوتا تھا، بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم اُدھوئی کی بجا آوری مقصود ہوتی تھی۔ لیکن اب دعا سے مصائب و بلیات کا رفع مقصود ہوتا ہے اور وہ خوف و غم جو زائل ہو چکا تھا واپس لوٹ آیا ہے۔ اور معلوم ہوا ہے کہ یہ سب کچھ سُکر کی وجہ سے تھا۔ حالت صحیح میں جس طرح عوام الناس کو خوف، غم، عجز، محتاجی اور خوشی کے عوارض لاحق ہوتے ہیں اسی طرح اس بندہ خدا کو بھی ہوتے ہیں۔ ابتداء میں بھی جب دعا سے مقصود دفع بلا و مصیبت نہیں تھی، دل کو یہ بات اچھی نہیں لگتی تھی۔ لیکن غلبہ حال کے باعث دل میں یہ بات گزرتی تھی کہ انبیاء کرام کی دعائیں بھی حصول مراد کے لیے نہیں ہوتی تھیں۔ اب جبکہ اس حالت سے مشرف کیا گیا ہے اور معاملہ کی اصل حقیقت واضح کر دی گئی ہے تو پتہ چلا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں عجز و محتاجی، خوف و غم کے تحت تھیں، صرف حکم کی بجا آوری مقصود نہ تھی۔

بعض باتیں جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہتی ہیں ان کے پیش خدمت کرنے کی گستاخی کہ جاتا ہوں۔

مکتوب نمبر (۷)

اپنے بعض عجیب و غریب حالات اور ضروری امور کے استفسار کے بیان میں یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

کمترین غلام، احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ وہ مقام جو عرش سے اوپر تھا، یہ ناچیز اپنی روح کو بطریق عروج اس مقام میں پاتا تھا۔ اور وہ مقام حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ) کے ساتھ خاص تھا۔ ایک زمانہ کے بعد اپنے بدن عنصری کو بھی اسی مقام میں پایا۔ اور اس وقت خیال میں یوں گزرا کہ تمام عالم عنصریات و فلکیات نیچے کو چلا گیا ہے اور اس کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہا۔ اور جب کہ اس مقام میں صرف بعض اکابر اولیا تھے۔ اب تمام عالم کو اپنے سمیت اس مقام میں پا کر حیرت ہوتی ہے کہ

مکمل بیگانگی کے باوجود اپنے آپ کو ان کے ساتھ پاتا ہے۔ الغرض وہ حالت جو کبھی کبھی رونما ہوتی تھی اور اس میں بندہ نہ اپنے آپ کو دیکھتا تھا نہ جہان کو۔ نہ نظر سے کچھ دیکھتا تھا اور نہ علم میں کوئی چیز تھی۔ وہ حالت اب دائمی ہو چکی ہے، اور خلقت عالم کا وجود و دانش سے باہر ہو چکا ہے۔

اس کے بعد اس مقام میں ایک بلند محل ظاہر ہوا کہ اس کو سیڑھیاں لگی ہوئی ہیں۔ بندہ ان سیڑھیوں سے باہر آیا۔ اس کے بعد وہ مقام بھی باقی جہان کی مانند آہستہ آہستہ لمحہ بہ لمحہ نیچے چلا گیا اور فقیر نے اپنے آپ کو بلندی پر پایا۔ بندہ اتفاق سے تہیۃ الوضو کے نفل ادا کر رہا تھا کہ ایک بہت ہی اونچا مقام نمایاں ہوا اور چار اکابر نقشبندیہ کو اس مقام میں دیکھا۔ اور دوسرے مشائخ بھی جیسے سید الطائفہ جنید بغدادی وغیرہ کو اس مقام میں پایا۔ اور بعض دوسرے مشائخ اس سے اوپر کے مقام میں ہیں۔ لیکن ان کے پائے پکڑے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور بعض نیچے میں اپنے اپنے درجات کے مطابق۔ اور اپنے آپ کو ان سے بہت دور پایا۔ بلکہ ان سے کچھ نسبت ہی نہ دیکھی۔ اس واقعہ سے سخت پریشانی اور اضطراب ہوا۔ قریب تھا کہ دیوٹا ہو جاؤں۔ اور غم و غصہ کی زیادتی سے جسم کو ہی خالی کر دے۔ کچھ وقت ایسے ہی گزرا۔ آخر آپ کی توجہات سے اپنے آپ کو بھی اس مقام کے مناسب پایا۔ پہلے میر اسرار اس مقام کے برابر ہوا۔ پھر تدریجاً اوپر بلند ہوتا گیا اور اس مقام بلند میں بیٹھ گیا۔ توجہ کے بعد یوں دل میں گزرا کہ وہ مقام تکمیل تام کا مقام ہے۔ کہ تمام سلوک طے کرنے کے بعد اس مقام پر پہنچتے ہیں۔ سلوک پورا نہ کرنے والے مجذوب سالک کو اس مقام سے حصہ نہیں مل سکتا۔ اور اس وقت یہ بھی خیال میں گزرا کہ اس مقام پر پہنچنا اس واقعہ کے نتائج سے ہے جو حضور کی خدمت میں رہنے کے زمانہ میں دیکھا تھا۔ اور خدمت اقدس میں عرض بھی کیا تھا کہ حضرت امیر (علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ) تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تجھے آسمانوں کا علم سکھانے آیا ہوں۔ جب خوب توجہ سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ تمام خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے یہ مقام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خاص ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

دوسری بات یہ ظاہر ہوئی کہ بُرے اخلاق و عادات ہر گھڑی مجھ سے الگ ہو رہے ہیں۔ بعض اوقات یوں خیال گزرتا ہے کہ سب الگ ہو گئے ہیں۔ اور دوسرے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی اور شے ظاہر ہوئی ہے اور وہ بھی الگ ہو گئی ہے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ بعض امراض اور شائد کو دور کرنے کی غرض سے توجہ کرنے کے لیے کیا یہ شرط ہے کہ مرضی خدا تعالیٰ معلوم ہو کہ اس معاملہ میں توجہ چاہیے یا نہ چاہیے؟ یا یہ شرط نہیں؟ رشتات کی ظاہر عبارت سے جو حضرت خواجہ عبد اللہ الاحرار سے نقل کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ پیشگی جانتا شرط

نہیں۔ لہذا اس مسئلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے۔ حالانکہ مجھے توجہ کرنا اچھا بھی نہیں لگتا۔

تیسری گزارش یہ ہے کہ طالبوں کو حضور میسر آ جانے کے بعد ذکر سے روک دینا اور حضور کی نگہداشت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور پھر وہ کونسا مرتبہ حضور ہے جس میں ذکر نہیں کرتے۔ لیکن بعض ایسے بھی ہیں جو اول سے آخر تک ذکر میں مصروف رہتے ہیں اور انہیں ذکر سے کسی وقت بھی نہیں روکا گیا۔ اور اپنا کام نہایت کے قریب پہنچا چکے ہیں۔ اصل حقیقت کیا ہے؟ اس بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟

چوتھی گزارش یہ ہے کہ حضرت خواجہ (عبید اللہ احرار قدس سرہ) نے اپنے ملفوظات میں فرمایا ہے کہ آخر میں بھی ذکر کا حکم دیا جاتا ہے۔ کیونکہ بعض مقاصد ایسے ہیں کہ وہ اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔ ان مقاصد کا تعین فرمایا جائے۔

خدمت اقدس میں پانچویں گزارش یہ ہے کہ بعض طالب طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم کی طلب کا اظہار کرتے ہیں لیکن غذا میں احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ لیکن اس بے احتیاطی کے باوجود حضور قلب اور قدس استغراق پیدا کر لیتے ہیں۔ اور غذا کے متعلق تاکید سے کام لیا جائے تو سستی اور کاہلی کے باعث بالکل طریقہ ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں کیا حکم ہے؟ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو ارادت کے ساتھ اس سلسلہ سے صرف اتصال چاہتے ہیں، ذکر کی تعلیم نہیں چاہتے کیا اس قسم کا اتصال جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کا کیا طریقہ ہے؟ اس سے زیادہ طویل سلسلہ کلام گستاخی اور بے ادبی ہے۔

مکتوب نمبر (۸)

ان حالات کے بیان میں جو بقا اور صحو سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ مکتوب

بھی اپنے پیر نہ رگوار کو لکھا۔

کمترین غلام، احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ جب سے مجھے صحو میں لائے ہیں اور بقا سے نوازا ہے علوم غریبہ اور معارف نادرہ غیر متعارفہ مسلسل اور لگاتار فائز اور وارد ہو رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر کے بیان اور ان کی مستعمل اصطلاح سے موافقت نہیں رکھتے۔ جو کچھ مسئلہ وحدت وجود اور اس کے متعلقات کے بارے میں کہا گیا ہے، مجھے اول حالی ہی میں اس سے مشرف کر دیا گیا ہے۔ اور کثرت میں وحدت کا مشاہدہ میسر آچکا ہے۔ پھر اس مقام سے کئی درجے بلند مجھے ترقی عطا فرمائی گئی ہے۔ اور اس ضمن میں انواع و اقسام کے علوم عطا فرمائے گئے ہیں۔ ان مقامات و معارف کی ضرورت تصدیق قوم کے

کلام میں نہیں پائی جاتی۔ اجمالی اشارات و رموز بعض بزرگوں کے کلام مبارک میں پائے جاتے ہیں لیکن ان علوم و معارف کی صحت کا گواہ حال یہ ہے کہ علوم و معارف ظاہر شریعت، اجماع علماء اہل سنت کے بالکل موافق و مطابق ہیں، روش شریعت کے ظاہر سے ذرہ بھی مخالفت نہیں رکھتے، اور حکماء اور اصول عقلیہ سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے۔ بلکہ علماء اسلام میں وہ جماعت جو اصول اسلام میں مخالفت رکھتی ہے ان کے اصولوں سے بھی ان علوم کی کوئی موافقت نہیں۔

یہ بھی انکشاف ہوا ہے کہ استطاعت فعل کے ساتھ ہوتی ہے۔ فعل سے قبل انسان قدرت نہیں رکھتا۔ قدرت فعل کے ساتھ بچھتے ہیں اور احکام شریعت کی تکلیف اسباب اور اعضاء کی سلامتی پر دیتے ہیں جیسا کہ علماء اہل السنۃ نے اس کی تحقیق کی ہے۔ اور فقیر اس مقام میں اپنے آپ کو حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے قدم مبارک پر پاتا ہے۔ آپ اسی مقام میں تھے۔ اور حضرت علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس مقام سے حصہ ملا ہے۔ اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوں میں سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدانی قدس اللہ سرہ الاقدس اور پہلے مشائخ میں سے حضرت معروف کرخی، امام داؤد طائی، حضرت خواجہ حسن بصری اور حضرت حبیب عجمی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم المقدسہ بھی اسی مقام میں تھے۔

ان سب مقامات اور علوم و معارف کا حاصل و خلاصہ بعد اور بیگانگی ہے۔ علاج معالجہ سے کام گزر چکا ہے۔ جب تک پردے لکھے ہوئے تھے، انہیں اٹھانے کے لیے سعی اور اہتمام کی گنجائش تھی۔ اس وقت تو اس کی بزرگی اس کا حجاب ہے

فَلَا طَيْبَ لَهَا وَلَا سَاقٍ !

اب نہ تو اس کا کوئی معالجہ ہے اور نہ جھاڑ پھونک کرنے والا۔

مگر نہایت ہی عجیب معاملہ ہے کہ کمال بے مناسبتی اور بیگانگی کا نام وصل و اتصال رکھا ہوا ہے۔ وہی کتاب یوسف زلیخا کا ایک بیت مناسب حال ہے

درا فگندہ د ف ایں آوازہ از دوست

کز بردست د ف کوبال بود پوستان

د ف نے دوست کی طرف سے آواز بلند کر رکھی ہے مگر اس دوست کی طرف سے د ف بجانے والوں

کے ہاتھوں میں سوائے ہاتھ کے پست اور چپڑے کے اور کوئی شے نہیں۔

شہود کہاں ہے، شاہد کون ہے، اور شہود کیا ہے

”خلق رارو سے کے نمایداو“ (وہ مخلوق کو کب چہرہ دکھاتا ہے)

ما للترايب وذب الارباب یعنی ”چہ نسبت خاک را با عالم پاک“

فقیر خود کو بندہ مخلوق بے قدرت تصور کرتا ہے اور اسی طرح تمام جہان کو خالق اور قادر اللہ تعالیٰ ہی کو جانتا اور مانتا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نسبت ثابت نہیں کرتا۔ ماسوا اللہ کو اس کا عین اور مرآۃ بننے کی کہاں گنجائش ہے ع

در کدام آئینہ در آید او
وہ کس آئینہ میں آسکتا ہے

فرقہ صحیحہ اہل سنت و جماعت کے علماء ظاہر اگر بعض اعمال میں کوتاہی کرتے ہیں لیکن ذات و صفات سے متعلق ان کے عقائد کی درستی کا جمال اس قدر نورانیت رکھتا ہے کہ ان کی کوتاہی اس نورانیت کے آگے مضحل اور ناچیز ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس بعض صوفی ریاضات و مجاہدات کے باوجود چوں کہ ذات و صفات سے متعلقہ عقائد میں وہ درستی نہیں رکھتے تو علماء ظاہر جیسا جمال و نورانیت بھی نہیں رکھتے۔ علماء کرام اور دینی طلبہ کے ساتھ بہت محبت پیدا ہو چکی ہے۔ ان کی روش بہت اچھی لگتی ہے۔ فقیر آرزو کرتا ہے کہ علماء اور طلبہ علوم کے گروہ میں بیٹھا ہو اور (اصول فقہ کی آخری اور مشہور کتاب) تلویح کے مقدمات اربعہ کا کسی طالب سے تکرار کر رہا ہو۔ نیز (فقہ حنفی کی مشہور کتاب) ہدایہ کا تکرار بھی شروع کر رکھا ہو۔ اور یہ فقیر معیت اور احاطہ علمی کے مسئلہ میں علماء کے ساتھ شریک ہے۔

اسی طرح یہ فقیر حق سبحانہ و تعالیٰ کو نہ عین عالم جانتا ہے اور نہ عالم سے متصل نہ عالم سے منفصل اور نہ عالم کے ساتھ اور نہ اس سے جدا، اور نہ محیط اور نہ سرایت کیے ہوئے ہے۔ اور تمام ممکن اشیاء یا ان کی صفات اور ان کے افعال کو مخلوق جانتا ہے اور یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ ممکنات کی صفات اس کی صفات ہیں، اور ان کے افعال اس کے افعال ہیں۔ بلکہ ہر شے کے افعال میں اسی ذات واحد کی قدرت کو مؤثر جانتا ہے ممکنات کی قدرت میں فی الحقیقہ اثر نہیں جانتا۔ جیسا کہ حکماء اور متکلمین کا مذہب ہے۔

اسی طرح سات صفات حقیقیہ واجب تعالیٰ کو موجود جانتا ہے، اور حق سبحانہ و تعالیٰ کو ہر شے کا ارادہ کرنے والا جانتا ہے۔ اور قدرت بمعنی صحت فعل اور ترک فعل بالیقین تصور کرتا ہے۔ قدرت بمعنی ان شاء فعل وان لم یشاء لم یفعل اگر چاہے کرے، اگر نہ چاہے نہ کرے

نہیں مانتا۔ کیونکہ جملہ شرطیہ ثانیہ ممتنع ہے۔ جیسا کہ بعض حکماء اور صوفیہ مانتے ہیں۔ کیونکہ اس معنی سے واجب تعالیٰ پر وجوب لازم آتا ہے۔ اور یہ لزوم تسلیم کرنا حکماء کے اصولوں کے موافق ہے۔ اور قضاء و قدر کے مسئلے کو علماء کے طور پر مانتا ہے۔ تو مالک کو اس بات کا کامل اختیار ہے کہ اپنی ملک میں جس طرح

چاہے تصرف کرے۔ اور قابلیت اور استعداد کا کچھ دخل نہیں مانتا۔ کیونکہ اس سے بھی وجوب لازم آتا ہے۔
اور وہ سبحانہ و تعالیٰ مختار ہے، جیسا چاہے کرے۔ اسی طرح اور سب باتیں۔ چونکہ ان حالات کا عرض کرنا ضروری
امور میں سے ہے، اس لیے ان کے عرض کرنے کی جرأت اور گستاخی کی ہے۔ ع

بندہ باید کہ حد خود داند

بندے کو چاہیے کہ اپنی حد کے اندر رہے

مکتوب نمبر (۹)

ان حالات کے بیان میں جو نیچے آنے کے مقام سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

بدقسمت، سیاہ رُو، کوتاہی میں مبتلا، بدخو، وقت و حال کے مغرور اور وصل و کمال کے فریب خور وہ
لی عرضداشت، جس کا ہر کام مولیٰ کریم کی نافرمانی ہے۔ اور اس کا سارا عمل عزیمت اور اولیٰ کا ترک ہے، اپنے
ماہر کو آراستہ کر رکھا ہے اور خدا تعالیٰ کی نظارہ گاہ باطن کو خواب اور ویران کر رکھا ہے۔ اس کی ہمت نے
ماہر آرائی پر ہی کفایت کر رکھی ہے اور باطن ہمیشہ اس راستے سے رسوائی میں مبتلا ہے۔ اس کا قال حال
لے منافی ہے، اور حال خواب و خیال پر مبنی ہے۔ اس خواب و خیال سے کیا حاصل ہو سکتا ہے اور ایسے قال
مال سے کیا عقدہ کشائی ہو سکتی ہے۔ بے نصیبی اور خسارہ نقد و وقت ہے۔ غبادت و ضلالت ہاتھ میں ہے
ساد و شرارت کا مبداء اور ظلم و معصیت کا منتشا ہے۔ مختصر یہ کہ مجسمہ عیوب اور مجمع ذنوب ہے۔ اس کی
بیاں لغت و رد اور اس کی حسنات طعن و دفع کر دینے کے لائق ہیں۔

مرتب قاسی القرآن والقرآن
یلعنہ
بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہوتے ہیں
کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

حدیث کا یہ مضمون اس کے حق میں گواہ عادل ہے۔

و کم من صائم لیس له من صیام الا
الظماء والجوع۔
کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزہ بے سوا
پیاس اور بھوک کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اس حدیث کا مضمون بھی اس کے حال پر شاہد صادق ہے۔ تو اس شخص پر افسوس جس کا یہ حال ہو، اور یہ مرتبہ
بہر یہ کمال اور یہ درجہ ہو۔ اس کا استغفار کرنا بھی اس کے گناہوں کی طرح گناہ ہے، بلکہ ان سے بدتر ہے اور۔

اس کی توبہ اس کے دوسرے معاصی کی طرح سراسر معصیت ہے۔ بلکہ ان سے قبیح تر۔ قبیح جو فعل کرتا ہے وہ بھی قبیح ہوتا ہے۔ ناچیز اس کا مصداق بن چکا ہے۔ ع

زنگدم جو زجو گندم نیاید
گندم سے جو اور جو سے گندم حاصل نہیں ہو سکتی

اس ناکارہ کا مرض ذاتی ہے، علاج پذیر نہیں، اور اس کی بیماری اصلی (پختہ) ہے۔ علاج کو قبول نہیں کرتی۔ جو چیز خلقت اور ذات میں داخل ہو وہ اس سے جدا نہیں ہو سکتی۔ ع

سیاہی از جہشتی کے رود کہ خود رنگ است

جہشتی سے سیاہی دور نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ اس کا طبعی رنگ ہے

کیا کیا جائے۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

ان سب خرابیوں کے باوجود اتنی بات ضرور ہے کہ خیر محض کے ساتھ ساتھ شر محض بھی چاہیے، تاکہ خیر کی حقیقت واضح ہو سکے۔ اشیاء ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔ خیر و کمال کے ساتھ شر و نقص بھی چاہیے حسن و جمال کے لیے آئینہ درکار ہے، اور آئینہ شے کے مقابل ہوتا ہے۔ لہذا خیر کے لیے شر اور کمال کے لیے نقص کا آئینہ ضروری ہے۔ تو ہر وہ شے جس میں نقص و شرارت زیادہ ہوگی وہ خیر و کمال کی نمائندگی بھی زیادہ کرے گی۔ عجیب کاروبار ہے کہ ذم نے مدح کے معنی پیدا کر دیے اور یہ شرارت و نقصان خیر و کمال کا محل بن گیا۔ اسی وجہ سے مقام عبدیت تمام مقامات سے بلند ہے۔ کیونکہ یہ معنی مقام عبدیت میں اتم و اکمل ہے۔ محبوبوں کو ہی اس مقام سے مشرف کرتے ہیں، اور محبت ذوق شہود سے لذت لیتے ہیں۔ بندگی میں لذت اور اس سے انس محبوبوں کے ساتھ خاص ہے۔ محبوبوں کا انس محبوب کے مشاہدہ سے ہے، مگر محبوبوں کو محبوب کی بندگی میں انس نصیب ہوتا ہے۔ اس انس میں سے اس دولت (دید تصور) تک پہنچاتے ہیں اور اس نعمت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ اس میدان میں بیکہ دوڑانے والے شہسوار سرور دنیا و دین اور سید اولین و آخرین حبیب رب العالمین ہیں علیہ من الصلوٰات اتمہا ومن التیمات اکملہا۔ آپ کے علاوہ جسے چاہتے ہیں کہ اپنے فضل سے نوازیں تو اسے یہ دولت حضور کی کمال متابعت کی برکت سے عطا کرتے ہیں۔ اس کمال سے اسے مہووف کر دیتے ہیں اور اس متابعت کے ذریعہ بلند مقام تک پہنچا دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم کا مالک ہے۔ (صوفی میں کمال شر کے پائے جانے سے مراد) شر و نقص کا علم ذوقی ہے۔ یہ مراد نہیں کہ وہ شر و نقص سے متصف بھی ہوتا ہے۔ اس علم والا متخلق باخلاق اللہ ہوتا ہے۔ یہ علم ذوقی بھی اس

تخلیق کے ثمرات میں سے ہے۔ ورنہ شرارت و نقص کی دہاں کیا گنجائش ہے۔ اس سے صرف علمی تعلق ہوتا ہے۔ یہ علم خیر محض کے شہوقِ تمام کے واسطے سے ہے۔ جو اس تمام خیر کے پہلو میں شر محض دکھائی دیتا ہے۔ اور یہ نفس مطمئنہ کے اپنے مقام پر نیچے اتر آنے کے بعد ہوتا ہے، اسے یاد رکھو۔ ایسا شخص جب تک اپنے آپ کو زمین پر نہیں مارے گا اور اس کا کام یہاں تک نہیں پہنچے گا۔ اپنے مالک و مولیٰ جل شانہ کے کمال سے بے نصیب رہے گا۔ تو وہ شخص کیونکر بے نصیب نہیں رہے گا جو اپنے آپ کو عین مولیٰ خیال کرے اور اپنی صفات کو اس کی صفات تصور کرے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ یہ تو اسماء و صفات واجب تعالیٰ میں کج روی کا راستہ ہے۔ اس عقیدہ کے لوگ

و ذسوا الذین یلحدون فی اسمائہ ان لوگوں سے الگ رہو جو اس کے ناموں میں الحاد کی راہ چلتے ہیں۔

میں داخل ہیں۔ یہ بات نہیں ہے کہ ہر وہ شخص جس کا جذبہ اس کے سلوک سے مقدم ہے وہ محبوبوں میں سے ہے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ محبوبیت کے لیے جذبہ کا مقدم ہونا شرط ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ ہر جذبہ میں محبوبیت کے کچھ معنی پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ جذب محبوبیت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس قسم کی محبوبیت عارضی ہے، ذاتی نہیں۔ محبوبیت ذاتی بلا علت ہے۔ جس طرح ہر منتہی کو آخر کا جذبہ میسر آ جاتا ہے۔ لیکن یہ محبوبوں کے زمرہ میں ہی رہتا ہے (محبوبین کے زمرہ میں شامل نہیں ہو سکتا) عارضی طور پر اس میں محبوبیت کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور محبوبیت ذاتی کے لیے یہ معنی کافی نہیں۔ اور وہ معنی عارضی تزکیہ اور تصفیہ ہے۔ بعض مبتدی حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کے باعث اگرچہ بعض امور میں ہی اتباع ہو کسی حد تک اس معنی کو حاصل کر لیتے ہیں۔ بلکہ منتہی میں بھی اتباع ہی کا ہونا ضروری ہے اور بس۔ محبوبوں میں اس معنی (محبوبیت ذاتی فضلی) کا ظہور بھی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی اتباع سے وابستہ ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہ معنی ذاتی بھی آپ کے ساتھ مناسبت ذاتی اور اس اسم کی بنا پر ہے جو اس کا رب ہے۔ اور اس اسم کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسم کے ساتھ مناسبت کی بنا پر ہے جو آپ کا رب ہے۔ اس وجہ سے یہ خصوصیت اس میں پیدا ہوئی ہے۔ اور وہاں سے یہ سعادت حاصل کی ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ واللہ یحق الحق وھو یھدی السبیل۔

مکتوب نمبر (۱۰)

قرب و بعد کے حصول اور فرق و وصل بمعنی غیر مشہور اور اس سے مناسب بعض علوم کے بیان میں — یہ خط بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

حقیر ترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ ایک مدت سے اس بلند آستانہ کے خادموں کے حالات سے کوئی اطلاع نہیں رکھتا۔ منتظر ہے۔

عجبے نیست اگر زندہ شود جان عزیز

چوں ازاں یار جدا ماندہ پیایے برسد

کوئی عجب نہیں کہ اگر جان عزیز زندہ ہو جائے جب اس جدا شدہ دوست کا پیغام پہنچے۔

بندہ جانتا ہے کہ حاضر درگاہ ہونے کی دولت و نعمت کے لائق نہیں۔ ع

ایں بسکہ رسد نہ دور بانگِ جہرسم

یہ کافی ہے کہ دور ہی سے جہرسم (گھنٹی) کی آواز آتی رہے

عجیب کاروبار ہے۔ نہایت بعد کا نام قرب دکھا ہوا ہے اور غایت فراق کو وصل و ملاقات کہا جاتا

ہے۔ گویا فی الحقیقت اس کے ضمن میں قرب و وصال کی نفی کی طرف اشارہ ہے۔

کیف الوصول الی سعاد و دد نہا

قلل الجبال و دد نہن خیوف

سعاد (معتوقہ) کا وصل کیسے نصیب ہو سکتا ہے۔ حالانکہ میرے اور اس کے درمیان پہاڑوں کی بلند

چوٹیاں اور ان چوٹیوں تک پہنچنے سے پہلے دشوار گزار نشیب و فراز واقع ہیں۔ تو حزن ابدی اور فکر

دائمی و امنگیر ہو چکا ہے۔

مراد کو بھی آخر الامر مرید کے ارادہ سے مرید ہونا پڑتا ہے۔ اور محبوب کو بھی محبت کی محبت میں محب

بننا پڑتا ہے۔ دین و دنیا کے سردار علیہ من الصلوٰات اکملہا و من التیات افضلہا مرادیت اور محبوبیت

کے مقام کے باوجود مجین اور مریدین میں سے تھے۔ اسی لیے آپ کے حال کی یوں خبر آئی ہے کہ:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ غمگین

متواصل الحزن دائر الفکر اور متفکر رہتے تھے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تے خود فرمایا:

مَا أُذِي نَبِيٌّ مِّثْلَ مَا أُذِيْتُ
کسی نبی کو اتنی اذیت نہیں پہنچائی گئی جتنی
مجھے پہنچائی گئی ہے۔

محب لوگ تو محبت کا بوجھ اٹھا سکتے ہیں۔ محبوبوں کے لیے اس بوجھ کا اٹھانا دشوار ہے۔ یہ قصہ

بڑا دراز ہے۔ ع

قصۃ العشق لا انفصام لہا

قصہ عشق ختم نہیں ہو سکتا

اس عرضداشت کا حاصل و خلاصہ یہ ہے کہ شیخ الشہ بخش قدرے جذب و محبت رکھتا ہے مجبور کر کے یہ چند کلمات آپ کے خادموں کی طرف لکھوائے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ ملازمت کا شوق ظاہر کر کے ان حدود کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ اول کچھ مخصوص ارادوں کا اظہار کیا مگر میری طرف سے ان کے متعلق عدم دلچسپی محسوس کر کے اب صرف ملاقات پر راضی ہو گیا ہے۔ اور یہ چند کلمات لکھوائے۔ زیادہ گستاخی ادب سے دور ہے۔

مکتوب نمبر (۱۱)

بعض مکاشفات، اپنے قصور دیکھنے کے مقام کے حصول اور تمام اعمال و اقوال میں اپنے آپ کو عیب ناک جاننے اور شیخ ابوسعید ابوالخیر کے اس کلام ”عین نمی ماند اثرہ کجا ماند“ کے راز کے ظاہر ہونے اور بعض دوستوں کے حالات کے بیان میں — یہ مکتوب بھی اپنے پیر نہ رگوار کو لکھا۔

کترین غلام، احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ جس مقام میں ناچیز نے اپنے آپ کو پہلے دیکھا تھا آپ کے حکم عالی کے مطابق جب دوبارہ اس کا ملاحظہ کیا تو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عبور اس مقام میں دکھائی دیا۔ مگر چونکہ اس مقام میں قیام و استقرار نہ تھا اس وجہ سے پہلی دفعہ نظر نہ پڑے جس طرح ائمہ اہل بیت میں سے سوائے امامین کریمین اور امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس میں استقرار نہ رکھتے تھے۔ اور وہ جو پہلی دفعہ اپنے آپ کو اس مقام کے مناسب نہ پایا، یہ بے مناسبتی دو طرح کی ہے۔ ایک تو یہ کہ طریقوں میں سے کسی طریقہ کے ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے بے مناسبتی طاری ہوتی ہے۔

جب اس طرف راستہ دکھا دیتے ہیں تو وہ بے مناسبتی ایک طرف کو ہٹ جاتی ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جسے بے مناسبتی مطلق کہتے ہیں۔ یہ کسی طرح بھی قابل زوال نہیں ہے۔ اور وہ راستے جو اس مقام تک پہنچاتے ہیں صرف دو ہیں۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں۔ یعنی نظریں ان دو طریقوں کے علاوہ اور کوئی طریقہ ظاہر نہیں ہوتا۔

ایک تو اپنے نقص اور قصور کو دیکھنا اور خیرات اور نیک کاموں میں اپنے آپ کو متم اور عیب ناک تصور کرنا ہے۔

دوسرا اس شیخ کامل مکمل مجذوب کی صحبت ہے جس نے سلوک مکمل کر لیا ہو۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کی عنایت و مربانی کی طفیل پہلا راستہ بقدر استعداد عنایت فرما دیا ہے۔ چنانچہ کوئی عمل اعمال خیر میں سے واقع نہیں ہوتا مگر ناچیز اپنے آپ کو اس میں متم اور عیب ناک تصور کرتا ہے۔ جب تک کسی طرح سے اپنے آپ پر تمت اور عیب نہیں رکھتا بے قرار اور بے آرام ہوتا ہے۔ اپنے خیال میں یہ جانتا ہے کہ اپنے سے کوئی بھی ایسا عمل صادر نہیں ہوتا جو نیکیاں لکھنے والے فرشتوں کے لکھنے کے قابل ہو۔ اور ایسا جانتا ہے کہ نیکیوں کا اعمال نامہ اعمال خیر سے خالی ہے اور انھیں لکھنے والے کراما کا تبین معطل اور بے کار ہیں۔ خدائے جل و علا کے لائق ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ جہان میں ہے حتیٰ کہ کافر فرنگ اور ملحد زندقہ سب کو اپنے سے کئی اعتبار سے بہتر جانتا ہے اور ان سب سے بدترین خیال کرتا ہے۔ اور جذبے کی بہت سے اگرچہ سیرالی اللہ مکمل اور تمام ہو چکی ہے لیکن اس کے بعض لوازم اور توابع باقی تھے جو اس فنا کے ضمن میں جو سیر فی اللہ کے مرکز کے مقام میں واقع ہوئی ہے تمام اور مکمل ہو گئے ہیں۔ اور اس فنا کے حالات اس سے پہلی عرضداشت میں تفصیلاً لکھ دیے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے اس فنا کو نہایت کام جو کہا ہے اس سے مراد وہی فنا ہو جو تجلی ذات اور سیر فی اللہ کے تحقق و وجود کے بعد متحقق ہوتی ہے۔ اور ارادے کی فنا بھی اسی فنا کے شعبوں میں سے ہو۔

ہیچکس را تا نگر و داو فنا نیست راہ در بار گاہ کبریا

کوئی شخص بھی جب تک فنا نہ ہو بارگاہ خداوندی کی طرف اسے راستہ نہیں مل سکتا۔

اور اس مقام سے مناسبت نہ رکھنے والے دو گروہ بھی نظر میں ہیں:

ایک جماعت اس مقام کی طرف متوجہ اور وصول کے راستے کی متلاشی ہے۔ اور ایک گروہ اس مقام کی طرف کچھ التفات اور توجہ نہیں رکھتا۔ اس مقام تک وصول کے طریقوں میں سے طریقہ دوم

آپ کی توجہ سے زیادہ ظاہر ہوتا ہے اور مناسب بھی اسی طریقہ سے محسوس کرتا ہے۔ چونکہ آپ کی جانب سے مامور تھا اس لیے تعمیل حکم کے طور پر بعض امور کے بیان میں جرأت و گستاخی کی ہے۔ ورنہ عمن ہماں احمد پارسینہ کہ ہستم ہستم میں وہی پیرانا احمد ہوں جو تھا۔

دوسری عرض یہ ہے کہ اس مقام کو دوبارہ ملاحظہ کرنے سے کچھ اور مقامات اور نیچے ظاہر ہوئے۔ عاجزی اور شکستگی کے ساتھ توجہ کرنے کے بعد جب اس مقام پر جو مقام سابق سے فوق اور اوپر تھا پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ہے۔ اور دوسرے خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی اس مقام سے عبور حاصل ہو چکا ہے۔ اور یہ مقام بھی کسب وارشاد کا مقام ہے اسی طرح اوپر اور مقام بھی جن کا ابھی ذکر ہو گا۔ اور اس مقام سے اوپر ایک مقام دکھائی دیا۔ جب اس مقام پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا مقام ہے۔ اور دوسرے خلفاء کو بھی اس مقام سے عبور حاصل ہو چکا ہے۔ اور اس مقام سے بھی اوپر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ظاہر ہوا۔ اس مقام تک بھی پہنچنا نصیب ہوا۔ اور مشائخ میں سے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ اللہ قدس کو ہر مقام میں اپنے ساتھ پایا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے خلفاء کو بھی اس مقام سے عبور واقع ہو چکا ہے۔ فرق صرف عبور اور قیام اور گزرنے اور ٹھہرنے کا ہے۔ اور اس سے اوپر کوئی مقام محسوس نہیں ہوتا سوائے حضرت رسالت تعالیٰ کے مقام کے علیہ من الصلوٰت اتمنا ومن التحیات اکملنا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام کے بالکل مقابل ایک اور مقام ظاہر ہوا جو نہایت ہی غورانی تھا۔ ایسا غورانی مقام کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام سے کچھ بلند تھا۔ جس طرح چو ترے کو زمین سے قدرے بلند بناتے ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ وہ مقام مقام مجربیت ہے۔ اور یہ مقام رنگین اور نقش تھا۔ میں نے اس کے پر تو سے اپنے آپ کو بھی رنگین اور نقش پایا۔

اس کے بعد اسی کیفیت میں اپنے آپ کو لطیف پایا اور ہوا کی طرح یا قطعہ بادل کی طرح آفاق میں منتشر دیکھا اور بعض کناروں کو کپڑے ہوئے پایا۔ اور حضرت خواجہ بزرگ (شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام میں اپنے آپ کو ان کے مقام کے مقابل پاتے ہیں۔ اس کیفیت کے مطابق جو عرض کی گئی ہے۔

دوسری عرض یہ ہے کہ تفتیش وارشاد کو ترک کر دینا اچھا نہیں لگتا۔ اور یہ بات ابھی بھی کیسے لگ سکتی

ہے جس طرح سارا عالم گرداب ضلالت و گمراہی میں غرق ہو رہا ہو۔ ایک شخص اگر اپنے اندر انہیں نکالنے کی قوت و طاقت رکھتا ہو تو کیسے بری الذمہ تصور کر سکتا ہے۔ اگرچہ دوسرے کاموں کی بھی مشغولیت ہے مگر وعظ و ارشاد میں مشغول رہنا بھی ضروری اور پسندیدہ ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دورانِ عمل جو دوسرا دس خطرات پیش آتے ہیں ان سے توجہ و استغفار لازم رکھے۔ اس شرط کے ملحوظ رکھنے سے رضا کے دائرہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس شرط کو ملحوظ نہ رکھنے کی صورت میں رضا میں داخل نہیں ہو سکتا بلکہ نیچے تہ میں ہی کھڑا رہتا ہے۔ لیکن حضرت خواجہ نقشبند اور حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہما کے بارے میں اس شرط کے لحاظ کے بغیر ہی پسندیدگی ہے۔ اور اس (مجدد صاحب) کم درجہ حال کا عمل اس شرط کے لحاظ کے بغیر داخل ہوتا ہے اور کبھی نیچے تہ میں کھڑا رہتا ہے۔

ایک اور عرض یہ ہے کہ کتاب نفحات الانس (مصنفہ مولانا جامی قدس سرہ) میں حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں آیا ہے کہ ”عین نمی ماند اثر کجا ماند“ (عین باقی نہیں رہتی تو اثر کیسے باقی رہ سکتا ہے) لَا بُقْیَ وَلَا تَذَر۔ آتش عشق کسی شے کو باقی نہیں چھوڑتی۔ یہ بات پہلی نظر میں تو مشکل محسوس ہوئی۔ کیونکہ حضرت شیخ محی الدین اور ان کے متبعین اس بات پر ہیں کہ کسی معلوم چیز کا اللہ تعالیٰ کے معلومات میں سے زائل ہو جانا محال ہے۔ ورنہ واجب تعالیٰ کے لیے علم کے بجائے جہل لازم آئے گا۔ اور ذات ہی زائل نہ ہو تو اثر کہاں جائے گا۔ اسی طور پر یہ بات ذہن میں بیٹھی ہوئی تھی۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رضی اللہ عنہ کے کلام کے مفہوم کا عقدہ حل نہیں ہو رہا۔ لیکن کامل توجہ کے بعد حق تعالیٰ نے اس کلام کا راز بھی منکشف کر دیا اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ نہ ذات رہتی ہے اور نہ اثر۔ اور میں نے اپنے اندر بھی یہی معنی پایا اور کوئی مشکل باقی نہیں رہی۔ اس معرفت کا مقام بھی دکھائی دیا۔

یہ نہایت ہی بلند مقام ہے جو حضرت شیخ اور ان کے متبعین کے بیان سے بھی اونچا ہے۔ یہ دو باتیں یا ہم مختلف اور متناقض نہیں بلکہ دونوں الگ الگ جگہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کو تفصیل سے بیان کرنا طوالت اور رنج و ملال کا باعث ہے۔

اور حضرت شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کے دوام اور ہمیشگی کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا بھی پتہ چلا کہ بات سے کیا مراد ہے اور دوام سے کیا مراد ہے۔ اور اپنے اندر بھی یہ کیفیت دائماً محسوس کرتا ہے۔ اگرچہ یہ بات نوادرات سے ہے۔

ایک گزارش یہ ہے کہ کتاب دیکھنے کو طبیعت بالکل نہیں چاہتی۔ ہاں اکابر کے مقامات و مراتب

عالیہ اگر کسی جگہ درج ہوئی تو انہیں دیکھنے سے طبیعت بہت خوش ہوتی ہے۔ مشائخ متقدمین کے حالات بڑے مرغوب ہیں۔ حقائق و معارف سے متعلق کتابیں علی الخصوص توحید اور تنزیلات مراتب سے متعلق مضامین کا مطالعہ نہیں کر سکتا۔ بندہ اپنے آپ کو اس باب میں حضرت شیخ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بہت مناسبت پاتا ہے۔ اور اس مسئلہ میں ذوق و حال کے اندر شیخ مذکور علیہ الرحمۃ سے متفق ہے لیکن اس سلسلہ میں سابق علم اس کام کی طرف اور اس بارہ میں شدت کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ بعض امراض کے دفع کرنے کی توجہ کی گئی اور اس کا اثر بھی ظاہر ہوا۔ اسی طرح بعض فوت شدگان جو عالم برزخ سے تعلق رکھتے ہیں کے حالات بھی ظاہر ہوئے۔ ان کے عالم برزخ کے آلام و شداہد کے رفع کرنے کے لیے توجہ کی گئی۔ لیکن اب توجہ پر قدرت نہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ آج کل میں کسی ایک کام پر بھی اپنے آپ کو جمع اور حاضر نہیں کر سکتا۔ لوگوں کی کچھ سختیاں فقیر پر گزری ہیں اور مجھے اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا ہے۔ اور مجھ سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگوں کو ناخوش و بربادی میں ڈالا ہے اور جلاوطن کیا ہے۔ اس کے باوجود دل پر اس سے ذرا سا غبار یا بے چینی تک محسوس نہیں ہوتی۔ دل میں ان کے متعلق برائی کا گزرنا تو بہت دور ہے۔

بعض دوستوں نے اس مقام جذبہ سے شہود و معرفت حاصل کی ہے لیکن اب تک انہوں نے سلوک میں قدم نہیں رکھا۔ ان کے کچھ حالات بھی عرض خدمت کیے ہیں۔ امید ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ جذبہ کے پہلو کی تکمیل کے بعد انہیں دولت سلوک سے بھی مشرف کرے گا۔

شیخ نور اسی مقام میں بند ہے۔ نقطہ فوق تک جو مقام جذبہ سے تعلق رکھتا ہے ابھی تک نہیں پہنچا۔ حرکات و سکنات سے آنا روکتا ہے۔ خرابی اور قباحت کو محسوس نہیں کرتا تو بے اختیار اس کا کام توقف اور رکاوٹ کا شکار رہتا ہے۔ اسی طرح اور بہت سے دوست بھی جو آداب کی رعایت ملحوظ نہیں رکھتے ان کا کام بھی توقف میں پڑا رہتا ہے۔ اس بارے میں حیران ہے کہ میری طرف سے کوئی ارادہ توقف نہیں بلکہ ان کی ترقی کا ارادہ ہے۔ بے اختیار کام میں رکاوٹ واقع ہو جاتی ہے۔ ورنہ قرب کا راستہ بہت قریب ہے۔

مولانا معمود نیچے کے نقطے تک نیچے پہنچ چکے ہیں۔ جذبہ کے کام کو انجام تک پہنچا دیا ہے، اور اس مقام کی برزخیت تک پہنچ گئے ہیں، اور فوق کو بھی بن و بھ نہایت تک لے گئے ہیں۔ پہلے تو صفات کو بلکہ اس نور کو جس کے ساتھ صفات قائم ہیں اپنے سے جدا محسوس کیا اور اپنے آپ کو شیخ فانی پایا پھر صفات کو ذات سے جدا دیکھا اور احادیث کی اس دید کے ذریعے مقام پر پہنچے۔ اب میرے حال اور

اپنے حال کو اس قدر گم کر چکا ہے کہ نہ احاطہ کا قائل ہے اور نہ معیت کا خیال کو ابطن بطون (مرتبہ وحدت صرفہ) کی طرف متوجہ کر لیا ہے کہ حیرت اور نادانی کے سوا کچھ ہاتھ میں نہیں رکھتا۔ اور سید شاہ حسین بھی مقام جذبہ کے ذریعہ آخری نقطہ تک پہنچ گیا ہے اور ان کا بستر آخری نقطہ تک پہنچ چکا ہے۔ اسی طرح صفات کو ذات سے جدا دیکھا۔ لیکن ذات احد کو ہر جگہ پاتا ہے اور ظہور سے محفوظ ہوتا ہے۔

اسی طرح میاں جعفر بھی آخری نقطہ کے قریب پہنچ چکا ہے اور بہت شوق و ولولہ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بھی شاہ حسین کے قریب ہے۔ دوسرے دوستوں میں بھی فرق و تفاوت ظاہر ہوتا ہے۔ میاں شیخ اور شیخ عیسیٰ اور شیخ کمال جذبہ میں نقطہ فوق تک پہنچ گئے ہیں شیخ کمال بھی نزول کی طرف متوجہ ہے۔ اور شیخ ناگوری بھی نقطہ فوق کے نیچے آچکا ہے لیکن ابھی کافی مسافت درپیش ہے۔ اور اس جگہ کے دوستوں میں سے اس وقت تک آٹھ یا نو بلکہ دس افراد نقطہ فوق کے نیچے آچکے ہیں بعض نقطہ سے واصل ہو چکے ہیں اور نزول کی طرف رخ کر رہے ہیں۔ اور کچھ قریب ہیں اور کچھ ابھی دور ہیں۔ میاں شیخ منزل اپنے کو گم پاتا ہے اور صفات کو اصل سے دیکھتا ہے۔ اور مطلق کو تمام جگہوں میں پاتا ہے۔ اور اشیاء کو سراب کی طرح بے اعتبار جانتا ہے۔ بلکہ کچھ بھی نہیں پاتا۔

مولانا محمود کے متعلق ایسا خیال ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اگر لوگوں کو تعلیم دینا شروع کر دیں تو یہ ایک پسندیدہ بات ہے لیکن وہی اجازت جو مقام جذبہ سے مناسبت رکھتی ہے۔ اگرچہ بعض امور ابھی رہتے ہیں ان کا استفادہ اور حصول ہونا چاہیے۔ لیکن اس نے جانے میں جلدی کی، توقف نہ کیا۔ حضور اقدس کی خدمت میں آ رہا ہے۔ جو مناسب جائیں اس کا حکم فرمادیں۔ اس کینہ کے علم میں جو کچھ تھا عرض کر دیا ہے۔ اصل حکم آپ کا ہے۔

خواجہ ضیاء الدین محمد چند روز یہاں رہے۔ قدرے حضور اور جمعیت قلب پیدا کر لی تھی۔ آخر کار اسباب معاش کی قلت کی بنا پر یہاں رہنے میں اپنا خاطر جمع نہ رکھ سکے اور فوج کی ملازمت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ مولانا شیر محمد کالڑ کا بھی ملازمت کی طرف میلان رکھتا ہے قدرے حضور جمعیت قلب اسے بھی حاصل ہے۔ بعض رکاوٹوں کے باعث خاص ترقی نہیں کر سکا۔ زیادہ گفتگو گستاخی ہے۔

بندہ باید کہ حد خود داند!

غلام کو اپنی حد کے اندر رہنا چاہیے

اس عرضداشت کے بعد ایک اور کیفیت رونما ہوئی۔ اور ایک حال پیش آیا۔ تحریر جس کے بیان

کی گنجائش نہیں ہے۔ اس جگہ ارادے کی فنا متحقق ہوئی۔ جس طرح سابقہ مرادوں سے ارادے کا تعلق برطرف تھا ایسا ہی ہوا۔ مگر اصل ارادہ ابھی باقی تھا۔ جیسا کہ عرضداشت میں عرض کیا جا چکا ہے۔ اب ارادے کی بھی بیخ کنی ہو گئی ہے۔ اب نہ تو کوئی مراد ہے نہ ارادہ۔ اور اس فنا کی صورت بھی دکھائی دی۔ اور بعض علوم جو اس مقام سے مناسبت رکھتے تھے وہ بھی فائض اور وارد ہوئے۔ ان علوم کے دقیق اور مشکل ہونے کے باعث چونکہ انہیں تحریر میں لانا مشکل تھا اس لیے اشبہ قلم کی باگ ان علوم سے پھیر لی ہے۔ اس فنا کے تحقق اور علوم عطا کیے جانے کے وقت ایک خاص نظر وحدت سے اوپر بھی پہنچی۔ اگرچہ یہ بات طے شدہ ہے کہ وحدت سے اوپر کوئی نظر نہیں جاسکتی۔ بلکہ اس سے اوپر کوئی نسبت نہیں لیکن بندہ کو جو کچھ پیش آتا ہے عرض خدمت کرتا ہے۔ اور جب تک یقین نہ ہوا لکھنے کی جرأت نہ کی۔

اور اس مقام کی صورت کو وحدت سے اوپر اس طرح دیکھتا ہے جس طرح آگہ فرہی سے آگے ہے۔ اور اس راہ میں کچھ شک و شبہ نہیں پاتا۔ اگرچہ نظر میں نہ وحدت ہے نہ اس سے اوپر کوئی شے اور نہ کوئی مقام جسے حقیقت کے عنوان سے جان سکے یا حق کو اس سے اوپر تصور کرے۔ حیرت و حیل پورے طور پر موجود ہیں۔ اور اس دید سے کچھ فرق نہیں پڑا۔ میں نہیں جانتا کہ کیا عرض کروں۔ سب تناقض و زتناقض ہے۔ معاملہ گفتگو میں نہیں آسکتا اور حال بے شبہ متحقق اور موجود ہے۔ میں اللہ کے حضور میں استغفار کرتا ہوں اور قول و فعل، خیال اور نظریں سے ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔

نیز اس وقت یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ قبل ازیں میں جو صفات کا فنا جانتا تھا وہ درحقیقت صفات کا فنا نہیں بلکہ خصوصیات صفات اور ماہہ الاتیاز کی فنا تھی جو وحدت میں مندرج تھی، اور خصوصیات زائل ہو جاتی ہیں۔ اب اصل صفات ایک دوسری میں خلط اور درج ہو کر ایک طرف ہو گئی ہیں۔ اب احدیت کے غلبہ نے کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا۔ اور وہ تمیز جو مرتبہ علم اجمالی یا تفصیلی میں حاصل تھی باقی نہیں رہی۔ اور نظر مکمل طور پر خارج پراچکی ہے۔ اللہ کی ذات تھی اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا۔ اور وہ اب بھی ایسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔ اور اب علم حال کے مطابق ہو چکا ہے۔ پہلے اس مضمون کا صرف علم تھا، حال نہیں تھا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ درستی یا خرابی پر متنبہ فرمائیں گے۔

دوسری بات یہ نظر آتی ہے کہ جس طرح مولانا فاسم علی کو مقام تکمیل میں حصہ ہے اسی طرح یہاں کے اور دوستوں کا حصہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

مکتوب نمبر (۱۲)

مقام فنا و بقا کے حصول اور ہر شے کے وجہ خاص کے ساتھ حصول اور سیر فی اللہ کی حقیقت اور تجلی ذاتی برقی وغیرہ کے بیان میں — یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

مکتر بن غلام احمد درگاہ عالی میں عرض کرتا ہے کہ اپنی تقصیرات کیا عرض کرے جو اللہ نے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا نہ ہوا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

وہ علوم جو مقام فنا اور بقا باللہ سے تعلق رکھتے تھے حق سبحانہ کی مہربانی سے منکشف ہو چکے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہر شے کی وجہ خاص کیا ہے۔ اور سیر فی اللہ کس معنی میں ہے۔ اور تجلی ذاتی برقی کسے کہتے ہیں۔ اور محمدی المشرق کون ہوتا ہے۔ اور اسی طرح کے اور علوم۔ اور ہر مقام میں اس کے لوازم و ضروریات بھی دکھاتے ہیں۔ اور کم ہی ایسی شے باقی رہی ہے جس کا اولیاء اللہ نے نشان بتلایا ہے اور جو انہیں راہ میں پیش آتی ہے مجھے نہ دکھائی گئی ہو جو مقبول ہوتا ہے بلا علت اور بلا سبب ہی مقبول ہوتا ہے۔ اور جس طرح ذوات اشیاء کو معمول و مخلوق جانتا ہے ان کی اصل قابلیتوں اور استعدادوں کو بھی مصنوع و مخلوق ہی جانتا ہے۔ خدا تعالیٰ قابلیت کے تابع نہیں۔ اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی شے اس پر حاکم ہو۔ زیادہ گستاخی نہ کی۔ ع

بندہ باید کہ حد خود داند

بندے کو چاہیے کہ اپنی حد میں رہے

مکتوب نمبر (۱۳)

راہ عرفان کی بے نہایتی اور علوم حقیقت کے علوم شریعت کے مطابق ہونے

کے بیان میں — یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

مکتر بن غلام احمد عرض کرتا ہے اس راہ کی بے نہایتی پر آہ ہزار آہ۔ اس جلدی سے سیر اور اس متدرج روایات اور عنایات! نہایت ہی حیرانی کی بات ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق

مشائخ عظام نے فرمایا ہے کہ سیر الی اللہ پچاس ہزار سال کا راستہ ہے۔

تعرج الملیکۃ والروح الیہ فی یوم
چڑھتے ہیں ملائکہ اور روح اس کی طرف ایسے
کان مقدارہ خمسمین الف سنۃ دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

اس آیت میں شاید اسی طرف اشارہ ہے۔ جب کام ناامیدی کو پہنچا اور تمام امیدیں منقطع ہو گئیں تو:

هو الذی ینزل الغیث من بعد ما
وہی ذات ہے جو ناامیدی کے بعد بارش برساتی
قنطوا وینشر رحمۃ
ہے اور اپنی رحمت بکھیر دیتی ہے۔

تو اس نے کام بنا دیا۔

چند روز ہوئے ہیں کہ اشیاء میں سیر واقع ہوئی ہے۔ رشد و ہدایت کے طالبوں نے پھر غلو اور زور دنیا شروع کر دیا ہے۔ لہذا قدرے ان کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس وقت تک اپنے آپ کو رشد و تکمیل کے قابل نہیں پاتا۔ لیکن لوگوں کے اصرار کے باعث بتقاضائے مروت و حیا کچھ نہیں کہتا۔ مسئلہ توحید و جود میں جیسا کہ سابقاً متوقف و متروک تھا جیسا کہ مکرر عرض کیا جا چکا ہے اور افعال و صفات کو اصل سے ملاتا تھا۔ جب حقیقت حال معلوم ہو گئی وہ توقف اور تردد اب ختم ہو گیا ہے اور ہمہ از دست کا پلہ بھاری ہو چکا ہے۔ یافت اور کمال کو اس میں بہت پایا ہے۔ مقولہ ہمہ اوست اور افعال و صفات کو اور رنگ میں معلوم کیا ہے۔ ہر ایک ایک سے گزار کر آگے اوپر کی طرف لے گئے ہیں۔ اور ہر طرح کا شبہ بالکلیہ زائل ہو گیا ہے۔ تمام مکاشفات ظاہر شریعت کے مطابق ہو چکے ہیں۔ بال برابر ظاہر شریعت سے مخالفت نہیں رکھتے۔ بعض صوفیہ جو خلاف ظاہر شریعت مکاشفے بیان کرتے ہیں یہ بات یا تو سہو و فراموشی کے باعث ہے یا سکھ کی بنا پر۔ ورنہ باطن ظاہر کے ہرگز مخالف نہیں۔ راستے کے دوران مخالفت محسوس ہوتی ہے اور جمع اور توجیبہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ حقیقتہً انتہاء کو پانے والا باطن کو ظاہر شریعت کے مطابق پاتا ہے۔

علماء اور ان بزرگواروں کے درمیان صرف اسی قدر فرق و تفاوت ہے کہ علماء دلیل اور علم سے جانتے ہیں اور یہ بزرگ اسی شے کو کشف و ذوق سے پالیتے ہیں۔ اور ان کے صحت حال پر اس مطابقت سے بڑی اور کوئی دلیل نہیں ہو سکتی:

میرا سینہ تنگی محسوس کرتا ہے اور میری زبان
نہیں چلتی۔

یضیق صدی ولا ینطلق
لساقی

نقد وقت ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کیا عرض کروں۔ بعض احوال کو لکھ کر رکھنے کی توفیق نہیں پاتا، اور آپ کی خدمت میں عرض کرنے کی گنجائش بھی نہیں ہے۔ شاید اس میں کوئی حکمت ہو۔ اس محروم جدا ماندہ کو غریب پروری کی توجہ سے محروم نہ رکھیں اور راہ میں ہی نہ چھوڑ دیں۔

ایں سخن را چوں تو مبدا بودہ گزفروں گرد تو آتش افزودہ

اس بات کا محل آغاز آپ ہی بنے ہیں۔ لہذا یہ اگر دراز ہو جائے تو اس کے دراز کرنے والے آپ ہی ہیں زیادہ گستاخی نہ کی۔ ع

بندہ باید کہ حد خود داند

بندے کو چاہیے کہ اپنی حد کو پہچانے

مکتوب نمبر (۱۲)

ان واقعات کے حاصل ہونے میں جو دوران راہ پیش آئے ہیں اور بعض طالبوں کے حالات کے بیان میں — یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

کمترین غلام احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ وہ تجلیات جو مخلوقات کے مراتب میں ظاہر ہوئی تھیں ان کا کچھ حصہ گزشتہ عرضداشت میں عرض کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد مرتبہ وجوب جو تمام صفات کا جامع ہے ظاہر ہوا اور بد صورت سیاہ رنگ عورت کی شکل میں سامنے آیا۔ اس کے بعد مرتبہ احدیت دراز قدم کی شکل میں نمودار ہوا جو کشادہ اور چھوٹی دیوار پر کھڑا ہو۔ اور یہ دونوں تجلیات خفایت کے عنوان میں ظاہر ہوئیں بخلاف پہلی تجلیات کے کہ وہ دوسرے عنوان میں ظاہر ہوئیں۔

اسی اثنائیں موت کی آرزو پیدا ہوئی اور یوں نظریں آیا کہ گویا میں ایک شخص ہوں جو تمام زمین کا احاطہ کیے ہوئے دریا کے کنارے کھڑا ہے اس ارادے سے کہ اپنے آپ کو اس میں پھینک دے۔ لیکن ایسا بھی محسوس کیا کہ اسے پیچھے سے مضبوط رسی سے باندھا ہوا ہے کہ دریا میں گر نہیں سکتا۔ اور وہ رسیاں بدن عنصری کے ساتھ تعلق سے عبارت ہے۔ اور میں نے آرزو کی کہ رسیاں ٹوٹ جائیں اور ایک خاص کیفیت بھی رونما ہوئی کہ اس وقت ذوق کے طور پر جانا کہ سوائے حق سبحانہ کے کوئی حجت نہیں رہی۔ اس کے بعد صفات کلیہ و جوہر جو اپنے جائز نزول اور مظاہر خصوصیات کے اعتبار سے ظاہر تھیں نظر پڑیں۔

اس کے بعد وہ تمام خصوصیات نیچے چلی گئیں اور الکلیتہ الوجوبیہ کے عنوان کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔ اور ان کے خصوصیات سے خالی ہونے کی حالت بھی دکھائی دی۔ اور اس وقت معلوم ہوا کہ اب درحقیقت صفات کو اصل کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ اور خصوصیات سے خالی ہونے سے پہلے صفات کو اصل کے ساتھ ملانے کا کچھ معنی نہیں تھا۔ مگر مجازی طور پر جس طرح کہ تجلی صوری والوں کا حال ہے۔ اور حقیقی فنا اس وقت متحقق ہوئی۔

اس حالت کے موجود ہونے کے بعد اپنے اور دوسروں میں پائی جانے والی صفات سب کو ایک ہی طرح پر پایا اور مقامات کا امتیاز اٹھ گیا۔ اس وقت شرک تحفی کے بعض باریک اور دقیق اقسام سے بھی خلاصی اور نجات میسر آ گئی۔ اس وقت نہ عرش رہا نہ فرش۔ نہ زمان رہا نہ مکان اور نہ ہی جہات اور حدود۔ اگر سالہا سال غور کرتا رہوں تو بھی یہ بات ہرگز علم میں نہیں آتی کہ عالم کا ایک ذرہ بھی پیدا اور مخلوق ہوا ہے۔

اس کے بعد اپنا تعین نظر آیا اور اپنی وجہ خاص بھی نظر آئی۔ اپنا تعین تو بوسیدہ اور پارہ پارہ کپڑے کی شکل میں جسے کسی شخص نے پہن رکھا ہو دکھائی دیا۔ اور میں نے اس شخص کو وجہ خاص جانا۔ لیکن یہ حقیقت کے عنوان سے متصور نہ ہوا۔

اس کے بعد اس شخص کے نزدیک ہی باریک چمڑا نظر آیا۔ میں نے اپنے آپ کو عین وہ چمڑا محسوس کیا اور اس تعین کے کپڑے کو اپنے سے الگ دیکھا۔ اور وہ نور جو اس چمڑے میں تھا نظر آیا۔ ایک گھڑی بعد وہ نور نظر سے غائب ہو گیا اور یہ پوست اور کپڑا بھی نظر سے اوجھل ہو گئے۔ اور وہی پہلی جہالت ہی باقی رہ گئی۔

اس واقعہ مذکورہ کی صورت جو علم میں آئی عرض کرتا ہے تاکہ اس کی صحت و سقم معلوم ہو جائے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ صورت مذکورہ صورت علمیہ ہے جس طرح وجوب اور امکان کے درمیان واسطہ کہ اس کی ہر طرف ایک دوسری سے الگ ہے اور درمیان میں مکمل اور پورا فرق موجود ہے۔ اور وہ پوست (چمڑا) جو اس پرانے کپڑے اور نور کے درمیان واقع ہے وہ عدم اور وجود کے درمیان واسطہ ہے۔ میں نے اپنے آپ کو اس پوست کے آخر پر جو دیکھا تو اس سے اس بدنخ (واسطے) تک پہنچ جانے کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس سے پہلے میں نے اپنے آپ کو واقعات میں عدم اور وجود کے درمیان بدنخ اور واسطہ محسوس کیا۔ لیکن ظاہر افادہ آفاق کی نظر سے تھا اور یہ انفس کی نظر سے۔ اور اس وقت ایک فرق اور بھی ظاہر ہوا تھا بوقت تحریر یاد نہ رہا۔ اسے ذہن میں رکھیں۔

جو کچھ دائما اور ہمیشہ حاصل ہے وہ تو حیرت اور نادانی ہے۔ ہاں کبھی کبھی اس طرح کے شعبدے ظاہر ہوتے ہیں اور پھر ختم ہو جاتے ہیں اور ان کی صرف معرفت باقی رہ جاتی ہے۔ اور بعض واقعات کے بیان عاجز ہے۔ اگر کوئی چیز علم میں آتی ہے تو اس پر اعتماد نہیں کرتا۔ اسی مناسبت سے عرضداشتوں میں گستاخی کر بیٹھتا ہے۔ ممکن ہے آپ کے بتانے سے کسی امر کا یقین حاصل ہو جائے۔ اس بات کا امیدوار ہے کہ آپ کی بلند توجہات سے کہینے اور فضول تعلقات کی گرفتاری سے نجات حاصل ہو جائے۔ ورنہ کام بہت مشکل ہے۔

بے عنایت حق و خاصان حق! گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

اللہ تعالیٰ اور اس کے بندگان خاص کی عنایات کے بغیر اگر کوئی فرشتہ سرشت بھی ہو تو اس کا نامہ عمل سیاہ ہی ہے۔

شیخ عبداللہ نیازی کا بیٹا شیخ طہ جو سرہند کے مشہور مشائخ میں سے ہے اور حاجی عبدالعزیز بھی اس سے پوری واقفیت رکھتا ہے۔ قدم بوسی اور نیاز مندی عرض کرتا ہے۔ اور اسے بھی اس بلند اور شریف طریقہ کی طرف رجوع اور تقاضا پیدا ہو چکا ہے۔ صدق و نیاز سے التجا کرتا ہے۔ میں نے اسے استخارہ کرنے کو کہا ہے۔ ویسے ظاہر اودہ اس طریقہ سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور وہ دوست جنہوں نے یہاں سے ذکر کی تعلیم حاصل کی ہے ان میں سے اکثر رابطہ کے طریقہ پر مشغول ہیں۔ ان میں سے بعض تو واقعات میں دیکھ کر رابطہ اختیار کر چکے ہیں اور ساتھ ساتھ آتے ہیں۔ اور بعض دہلی سے آنے سے پیشتر رابطہ کا تعلق رکھتے تھے اور پہلے سے حضور واستغراق کے ساتھ چل رہے ہیں۔ ان میں سے بعض صفات کو اصل سے دیکھتے ہیں اور بعض اصل سے نہیں دیکھتے۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ان میں سے کوئی بھی توحید و جود کی انوار و مکاشفات کے راستے پر نہیں چل رہا۔

ملا قاسم علی، ملا مودود محمد اور عبدالمومن مقام جذبہ سے بظاہر نقطہ فوق تک پہنچ چکے ہیں۔ لیکن ملا قاسم علی ارشاد و تکمیل کے لیے مخلوق کی طرف توجہ رکھتا ہے۔ دوسرے دو کے متعلق معلوم نہیں کہ اس طرف توجہ ہے یا نہیں۔

شیخ نور بھی نقطہ تک پہنچا نہیں، اس کے نزدیک ہے۔ ملا عبدالرحمن بھی نقطہ کے نزدیک ہے تھوڑی سی مسافت درمیان میں باقی ہے۔

ملا عبدالہادی نے حضور میں استغراق پیدا کر لیا ہے اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ذات مطلق جل شانہ کو میں اشیاء کے اندر صفت تنزیہ کے ساتھ دیکھتا ہوں اور افعال کو بھی اس ذات مقدس کی طرف سے جانتا

ہوں۔ یہ آپ کے گھر کی دولت ہے جو طالبوں اور سعادت مندوں پر فائز اور وار دہو رہی ہے۔
اور اس کمینے کا اس فیض رسانی میں کچھ حصہ نہیں ع

من ہماں احمد پارہینہ کہ مستم ہستم
میں تو وہی پرانا احمد ہوں جو کہ تھا

آپ نے ایک روز واقعات میں سے ایک واقعہ کے درمیان فرمایا تھا کہ اگر اس (مجدد صاحب
قدس سرہ) میں محبوبیت کے معنی نہ ہوتے تو مقصد تک پہنچنے میں بہت دیر لگتی۔ اور اس (مجدد صاحب
قدس سرہ) کی محبوبیت بھی اپنی عنایت و مہربانی سے بیان کی تھی۔ اس بات سے پوری امید ہے۔
اور یہ جرأت اور گستاخی اسی بنا پر ہے۔

مکتوب نمبر (۱۵)

ان حالات کے بیان میں جو مہبوط اور نزول سے مناسبت رکھتے ہیں۔ نیز بعض

مخفی اسرار کے بیان میں — یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

اس بندے کی عرضداشت جو حاضر بھی ہے اور غائب بھی، جو پانے والا بھی ہے اور نہ پانے والا
بھی اور رجوع کرنے والا بھی ہے اور اعراض کرنے والا بھی۔

عرض یہ ہے کہ مدت دراز تک وہ مطلوب حقیقی کی تلاش کرتا رہا مگر اس کے باوجود اس نے اپنے
آپ ہی کو پایا۔ اس کے بعد اس کا کام اس مقام کو پہنچا کہ اگر اس نے اپنی تلاش کی تو پھر بھی بجائے اپنے
مطلوب حقیقی کو ہی پایا۔ اب اس کو گم کر چکا ہے اور اپنے آپ ہی کو پاتا ہے۔ اور اس کو گم کرتے
کے باوجود اس کا متلاشی نہیں رہا۔ اور مطلوب حقیقی کے فقدان کے باوجود اس کا خواہاں نہیں علم
کے لحاظ سے حاضر پانے والا اور رجوع کرنے والا ہے اور ذوق کے لحاظ سے غائب۔ گم کرنے والا
اور اعراض والا ہے۔ اس کا ظاہر بقا ہے اور اس کا باطن فنا۔ عین بقا میں فنا ہے اور عین فنا میں باقی۔
لیکن فنا علمی ہے اور بقا ذوقی۔

اس کا کاروبار مہبوط و نزول (نیچے کے مقام میں) قرار پا چکا ہے۔ اور عروج و بلندی سے رہ چکا
ہے۔ اور جس طرح اسے دل سے دلوں کے پھیرنے والے (حق جل و علا) کی طرف لے گئے تھے۔ اب دلوں
کے پھیرنے والا (حق تعالیٰ) سے پھر مقام قلب کی طرف نیچے لے آئے ہیں۔

اس کا روبرو ہبوط و نزول (نیچے کے مقام میں) قرار پایا چکا ہے اور عروج و بلندی سے رہ چکا ہے۔ اور جس طرح اسے دل سے دلوں کے پھیرنے والے (حق جل و علا) کی طرف لے گئے تھے اب دلوں کے پھیرنے والے (حق تعالیٰ) سے پھر مقام قلب کی طرف نیچے لے آئے ہیں۔

روح کے نفس سے نجات پا جانے اور اطمینان کے بعد نفس کے نکل جانے کے باوجود غالب آنے والے اتوار سے اس کی روح کو روح و نفس دونوں جہتوں کا جامع کر دیا گیا ہے، اور ان دونوں کی برزخیت اور واسطے سے مشرف کر دیا گیا ہے۔ اوپر کی طرف سے فائدہ حاصل کرنے اور نیچے والوں کو فائدہ پہنچانے والا۔ اس واسطہ برزخیت کے حصول کی وجہ سے مجھے اوپر سے فیض لینے اور نیچے والوں کو فائدہ پہنچانے کا مرتبہ بھی عطا کر دیا گیا ہے۔ عین فائدہ حاصل کرنے کی حالت میں فائدہ پہنچا بھی رہا ہے اور عین فائدہ پہنچانے کی حالت میں استفادہ بھی کر رہا ہے۔

گر بگویم شرح ایں بیحد شود ورنہ بس قلمہا بشکند

اگر میں اس کی شرح کروں تو بہت دراز ہو جائے۔ اور اگر لکھنے لگوں تو کتنی ہی قلمیں ٹوٹ جائیں بعد ازیں عرض کرتا ہے کہ دست چپ مقام قلب سے عبارت ہے۔ جو مقلب قلب یعنی واجب تعالیٰ تک عروج کرنے سے پہلے حاصل ہے۔ اوپر سے نزول کے بعد جب مقام قلب پر آتے ہیں یہ دوسرا مقام ہے جو چپ و راست کے درمیان برزخ واسطہ ہے جیسا کہ اس کے واقف کار لوگوں پر ظاہر و واضح ہے۔ اور سلوک نامکمل کردہ مجذوب اصحاب قلب ہیں۔ مقلب قلوب (حق تعالیٰ) تک پہنچنا سلوک سے وابستہ ہے۔ اور کسی شخص کے ساتھ مقام کا تعلق اس کے اس مقام میں شان خاص حاصل ہونے سے کنایہ ہے۔ اور اس مقام کے اصحاب میں اس کی امتیازی اور علیحدہ حیثیت کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس کی امتیازی حیثیتوں میں ہماری اس بحث میں انجذاب کی سبقت اور بقا خاص ہے جو اس مقام کے مناسب علوم و معارف کا منشا ہے۔ مقام قلب کے علوم اور جذبہ، سلوک، فنا و بقا وغیرہ کی حقیقت اس رسالہ میں تفصیل سے لکھ دی گئی ہے جس کا وعدہ ہو چکا ہے۔

میر سید شاہ حسین پریشانی کے عالم میں روانہ ہو گئے۔ ان علوم و حقائق کے نقل کرنے کی فرصت نہ ملی۔ ان شاء اللہ جلد ہی ان کے مطالعہ کا شرف حاصل ہو گا۔

ایک عزیز جو مقام فوق میں رکا ہوا تھا نیچے مقام جذبہ میں آچکا ہے۔ لیکن عالم (جہان) کی طرف اس کی کوئی توجہ نہیں۔ فوق کی طرف ہی توجہ رکھتا ہے۔ چونکہ اوپر کی طرف عروج بے اختیار تھا

اس لیے وہ بالطبع مقام جذبہ سے مناسبت رکھتا تھا۔ اوپر سے نیچے آنے کے وقت اپنے ساتھ بہت کم چیزیں لایا ہے۔ اس نسبت کا سراہہ جو توجہ بلا اختیار اور اس کے عروج کا اثر تھا اب بھی باقی ہے۔ جذبہ کی نسبت میں جسم میں روح اور ظلمت میں نور کی طرح ہے۔ لیکن یہ جذبہ حال حضرات خواجگان قدس اسرار ہم کے جذبہ سے علاوہ ہے۔ بلکہ یہ وہ جذبہ ہے جو حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے آباء کرام کی طرف سے ملا ہے اور اس میں انہیں خاص شان حاصل ہے۔ اور ایک واقعہ میں بعض طالبوں کو جو دکھائی دیا کہ حضرت خواجہ احرار اس طرح دکھائی دیے کہ اس عزیز متوقف (رُکے ہوئے) نے کھایا ہے اس کا اثر اس مقام میں ظاہر ہوا ہے۔ یہ جذبہ مقام افادہ سے مناسبت نہیں رکھتا۔ اس مقام میں رُخ ہمیشہ فوق کی طرف ہے اور سکر دائمی ہمیشہ اس کو لازم ہے۔

جذبہ کے بعض مقامات ان میں داخل ہونے کے بعد سلوک کے منافی ہیں۔ اور کچھ دوسرے مقامات سلوک کے منافی نہیں۔ بلکہ ان میں داخل ہونے کے بعد سلوک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ جذبہ ایسا ہے کہ ان میں داخلے کے بعد منافی سلوک ہے۔

اس عریضہ کی تحریر کے دوران بارہ اس مقام کی طرف متوجہ ہوا تو اس کے بعض دقائق ظاہر ہوئے۔ جب تک کوئی سبب پیش نہ آئے توجہ میسر نہیں آتی۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

چند ماہ ہوئے کہ وہ عزیز نیچے آچکا ہے۔ البتہ مکمل طور پر مقام جذبہ مذکورہ میں داخل نہیں ہوا۔ اس مقام کی شان کا علم نہ ہونا اور توجہات کا منتشر ہونا اس کا مانع ہے۔ امید ہے کہ ان بے جوڑاؤں بے ربط کلمات کے مطالعہ کے وقت اس مقام میں مکمل دخول میسر آجائے گا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ کو وہ عزیز مکمل طور پر نیچے لے آئے گا۔

مکتوب نمبر (۱۶)

عروج و نزول وغیرہ کے حالات کے بیان میں — یہ مکتوب بھی اپنے
مرشد بزرگوار کو لکھا۔

احقر الطالبہ کی عرضداشت یہ ہے کہ مولانا علاؤ الدین نے آپ کے نوازش نامے پہنچائے۔

ان نوازش ناموں کے ہر ایک مقدمہ کی وضاحت و تشریح وقت کے مطابق کی گئی ہے۔ ان تحریر شدہ علوم کے بعض متممات و مکملات بھی دل میں آئے۔ ان کی تحریر کی فرصت نہ ملی۔ میری طرف سے عریضہ لانے والا صرف عریضہ لے کر ہی روانہ ہو گیا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بعد کو جلد ہی خدمت اقدس میں ارسال کیے جائیں گے۔ اس وقت وہ رسالہ جو تیار ہو چکا تھا ارسال خدمت کیا ہے۔ اور وہ رسالہ بعض دستوں کی فرمائش پر میسر آیا ہے۔ ان دوستوں نے فرمائش کی تھی کہ بعض ایسے نصائح لکھو جو اس طریقت میں نفع مند ثابت ہوں اور ان کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسالہ ہذا بے نظیر اور کثیر البرکات ہے۔ رسالہ ہذا کی تحریر کے بعد یوں معلوم ہوا کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام اُمت کے مشائخ کی جماعت کثیرہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور یہ رسالہ دست مبارک میں پکڑا ہوا ہے۔ اور کمال کرم و مہربانی سے اسے بوسہ دے رہے ہیں اور مشائخ کو دکھا رہے ہیں کہ اس طرح کے عقائد رکھنے چاہیں۔ اور مشائخ کی وہ جماعت جو اس رسالہ کے علوم سے سعادت مند تھی وہ بہت نورانی اور ممتاز تھی اور نادرا الوجود تھی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والتحیتہ کے روبرو کھڑی تھی۔ یہ قصہ بہت دراز ہے۔ اور اسی مجلس میں اس واقعہ کی اشاعت کا بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس احقر کو حکم دیا۔ ع

باکرمیاں کار ہا دشوار نیست

کہیم لوگوں کے لیے کوئی کام مشکل نہیں

جس روز سے بندہ ملازمت سے الگ ہوا ہے مقام فوق کی طرف رغبت کے سبب مقام ارشاد سے چنداں مناسبت نہیں رکھتا۔ چند بار یہ ارادہ اور قصد بھی کیا کہ کسی گوشہ میں الگ بیٹھ رہے۔ منشی بنی کرنے والے لوگ بیر اور شیر کی طرح نظر آتے تھے۔ عزت اور گوشہ نشینی کا ارادہ پختہ ہو چکا تھا۔ لیکن استخارہ اس کے موافق نہ آیا۔ مدارج قرب میں عروج انتہاء کی انتہاء کو پہنچ چکا ہے جس کی کوئی حدود و غایت نہیں، یہ بھی میسر ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے۔ مجھے لے جاتے ہیں اور لے آتے ہیں۔ ہر دن وہ نئی شان و حالت میں ہے۔ تمام مشائخ کرام الا ماشاء اللہ کے مقامات سے بھی گزر واقع ہو چکا ہے۔

رنگے بردند زین دہلیزہ پست بدایں درگاہ والا دست بردست

اس پست دہلیز سے ایک خاک کو اس درگاہ والا میں ہاتھوں ہاتھ لے گئے۔

اس دوران میں اگر مشائخ کرام کی روحانیات کی وساطت و مدد کا شمار کروں تو بات بہت لمبی ہو جائے۔ خلاصہ یہ کہ اصل کے تمام مقامات سے ظل کے مقامات کی طرح گزار کر لے گئے۔ عنایات

ربانی کے متعلق کیا لکھے۔ جو بھی مقبول و منظور ہوا، بلا علت و بلا سبب ہی منظور و مقبول ہوا۔ ولایت کے طریقے اور اس کے کمالات اس قدر دکھائے گئے ہیں کہ انہیں کس طرح تحریر میں لائے۔
ذوالحجہ شریف کے مہینہ میں مدارج نزول کی طرف مقام قلب تک نیچے آنا ہوا۔ یہ مقام تکمیل و ارشاد کا مقام ہے۔ لیکن ابھی تک مکمل اور پورا کرنے والی چیزیں جو اس مقام سے تعلق رکھتی ہیں، مزید درکار ہیں۔ دیکھیے کب میسر ہوں۔ معاملہ آسان نہیں ہے۔ مراد ہونے کے باوجود اس قدر منازل طے کرنے پڑتے ہیں کہ مریدوں کو اگر عمر نوج بھی مل جائے تو شاید طے نہ کر سکیں اور انہیں یہ میسر نہ آ سکے۔ بلکہ یہ وجہ اور طریقہ مراد لوگوں کے ساتھ خاص ہیں۔ مریدوں کے لیے ان میں قدم رکھنے کی کوئی جگہ نہیں۔ افراد کا انتہائی عروج مقام اصل کی ابتدا تک ہے۔ بہت سے لوگ ادھر گزر نہیں سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم کا مالک ہے۔
مراتب تکمیل و ارشاد میں توقف اور رکنے کی وجہ یہ ہے۔ اور نورانیت کا حاصل نہ ہونا غیب کی ظلمت کے نور کے ظاہر ہونے کی وجہ سے اور کسی بنا پر نہیں۔ لوگ اپنے خیالات میں بہت کچھ پکاتے رہتے ہیں۔ ان کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

دنیاء بد حال پختہ بیچ کام پس سخن کوتاہ باید والسلام

ناقص انسان پختہ شخص کے حال سے واقف نہیں ہو سکتا۔ لہذا بات ختم کرنی چاہیے۔ والسلام۔
اس قسم کے ظنی امور میں نقصان کا احتمال غالب ہے۔ اس جماعت کو فرمادیں کہ اس خستہ دل سے اپنے خیالات کی نظر پوشیدہ کر لیں۔ نظر دوڑانے کی جگہیں اور بہت ہیں۔
من گم شدہ ام مرا جوئید باگم شدگان سخن مگوئید
میں گم ہو چکا ہوں مجھے تلاش نہ کرو۔ اور گم شدہ لوگوں سے بات نہ کرو۔

غیرت خداوندی سے ڈرنا چاہیے۔ وہ کام جسے حق تعالیٰ کمال قرار دے اس کی تنقیص کرنا بہت ہی نامناسب ہے، بلکہ فی الحقیقت خدا تعالیٰ کے ساتھ معارضہ اور مقابلہ ہے۔ اور مقام قلب میں نزول کرنا درحقیقت یہ مقام فرق میں آنا ہے جو مقام ارشاد ہے۔ اس جگہ مقام فرق سے مراد نفس کا روح اور روح کا نفس سے جدا ہونا ہے۔ اس کے بعد کہ نفس روح کے نور میں داخل اور جمع تھا جمع اور فرق کے بیان میں جو مفہوم اس سے زائد ہو وہ سکر کی وجہ سے ہے۔ خدا تعالیٰ کو مخلوق سے جدا دیکھنا جسے اہل سکر مقام فرق خیالی کرتے ہیں کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ روح کو حق خیالی کرتے ہیں اور روح کو نفس سے جدا اور الگ دیکھنے کو حق تعالیٰ کا دیکھنا خیالی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خلق سے پاک و منزہ ہے۔

ارباب جذبہ کے اکثر علوم کا یہی حال ہے کیونکہ ان کے ہاں حقیقت معاملہ مفقود و معدوم ہے اور معاملہ سب کا سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ایک دوسرے رسالے میں ارباب جذبہ اور سلوک کے علوم اور ان دونوں کی حقیقت بہ تفصیل تحریر کر دی گئی ہے، آپ کی نظر مبارک سے ان شاء اللہ تعالیٰ گزرے گا۔

مکتوب نمبر (۱۷)

بعض ایسے حالات کے بیان میں جو عروج و نزول سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ اور باتوں کے بیان میں ————— یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

ادنیٰ ترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ وہ عزیز جو ایک عرصہ سے رکا ہوا تھا، تحریر کے دن ایسا ظاہر ہوا کہ اسے اس مقام سے قدرے عروج حاصل ہوا ہے۔ اور بہت نیچے لائے ہیں۔ لیکن مکمل طور پر نزول نہیں کیا۔ اور دوسرے لوگ جو اس مقام کے نیچے تھے انہوں نے بھی عروج حاصل کر کے اسی مقام فوق کے راستے نزول کی طرف رخ کر لیا ہے۔ اس کے بعد جو کیفیت بھی ظاہر ہوگی عرض خدمت کر دی جائے گی۔

اگر صاحب معاملہ اپنے انکشاف حال کے بعد کچھ لکھے تو درستی کے بہت قریب ہے۔ چونکہ اس قضیہ نزول کا ظہور فوری تھا اور اس عقیر کو جلاب لینے کی وجہ سے لاغری اور ضعف طاری تھا۔ آخر کار اس نزول کو اختیار نہ کر سکا۔ امید ہے کہ ان شاء اللہ اس کا ظہور بھی ہو جائے گا۔

مکتوب نمبر (۱۸)

تمکین کے بیان میں جو تلوین کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اور ولایت کے تین مراتب کے بیان میں اور اس امر کے بیان میں کہ واجب تعالیٰ کا وجود اس کی ذات سے ندامد ہے وغیر ذالک کے بیان میں ————— یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

کمترین غلام پر تقصیر احمد بن عبد الاحد کی عرضداشت یہ ہے کہ جب تک احوال و واردات رخ دکھاتے رہے تو ان کے عرض کرنے کی گستاخی اور جرات کرتا رہا۔ جب خدا تعالیٰ سبحانہ نے آپ کی بلند توہمات سے احوال کی غلامی سے آزادی عطا کی اور تلوین کے بعد تمکین سے مشرف فرمایا۔ تو

حاصل کاریہ ہے کہ سوائے حیرت و پریشانی کے کچھ ہاتھ میں نہیں آیا۔ اور وصل سے فصل کے سوا اور قریبے بعد کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اور معرفت سے نادانی اور علم سے جہل کے سوا کسی بات میں اضافہ نہیں ہوا۔ اس بنا پر عرض ہے ارسال کرنے میں توقف و رکاوٹ ہو گئی۔ اور صرف روزمرہ کی خبریں لکھنے کی جرات نہیں کی۔ اس کے ساتھ ساتھ دل پر انجماد و سردی اس قدر غالب ہو چکی ہے کہ کسی بھی کام میں سرگرمی نہیں ہے اور بے کار لوگوں کی طرح کوئی کام نہیں کر سکتا۔

من پیچم و کم ز پیچ ہم بسیارے

وز پیچ و کم از پیچ نیاید کارے

میں بالکل پیچ بلکہ پیچ سے بھی بہت ہی کم ہوں۔ پیچ اور پیچ سے بھی کم شخص سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

اصل بات کی طرف آتا ہوں:

عجب بات ہے کہ اب حقیقی یقین سے مجھے مشرف کیا گیا ہے کہ اس مقام میں علم اور عین ایک دوسرے کے لیے حجاب اور پردہ نہیں ہیں۔ اور فنا اور بقا اس مقام میں جمع ہیں۔ یہ ناپذیر عین حیرت اور بے نشانی میں علم و شعور سے متصف ہے۔ اور عین غیبت حضور کا حکم رکھتی ہے۔ علم و معرفت کے باوجود جہل و نادانی کے علاوہ کچھ اضافہ نہیں ہوا۔

عجب اینست کہ من واصل و سرگردانم

تعجب تو یہ ہے کہ میں واصل بھی ہوں اور سرگردان بھی

خدا تعالیٰ نے محض اپنی عنایت بے کراں سے مدارج کمالات میں ترقیات عطا فرمادی ہیں۔

مقام ولایت سے اوپر مقام شہادت ہے۔ ولایت کی نسبت شہادت کی نسبت کے سامنے اس طرح ہے جس طرح تجلی صوری تجلی ذاتی کے سامنے۔ بلکہ ان دو نسبتوں میں بعد و فاصلہ ان دو تجلیوں کے بعد و فاصلہ سے کئی مرتبہ زیادہ ہے۔ اور شہادت کے مقام کے بعد صدیقیت کا مقام ہے اور وہ فرق و تفاوت جو ان دو مقاموں کے درمیان ہے وہ اس سے زیادہ ہے کہ اسے کسی عبارت سے تعبیر کیا جاسکے اور اس سے بڑھ کر ہے کہ اس کی طرف اشارہ کیا جاسکے۔ اور اس مقام صدیقیت سے اوپر کوئی مقام نہیں۔ مگر مقام نبوت حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰات والتسلیمات۔ صدیقیت اور نبوت کے درمیان اور کوئی مقام نہیں ہے۔ بلکہ کسی اور مقام کا ہونا محال ہے۔ اور اس کے محال ہونے کا حکم کشف صریح صمیم سے معلوم ہو چکا ہے۔ بعض اہل اللہ نے جو ان دو مقاموں کے درمیان واسطہ بیان کیا ہے اور

اس کا نام قربت رکھا ہے، فقیر کو اس سے بھی مشرف کیا گیا ہے۔ اور اس مقام کی حقیقت پر بھی مطلع کیا گیا ہے۔

بہت توجہ اور بے شمار تضرع اور عاجزی کے بعد پہلے تو صرف اسی قدر ظاہر ہوا جس قدر بعض اکابر نے بیان کیا ہے۔ آخر الامر حقیقت کا علم بھی دے دیا گیا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اس مقام کا حصول عروج کے وقت مقام صدیقیت کے حصول کے بعد ہے۔ لیکن اس کا واسطہ بنا محل تامل ہے۔ ظاہری ملاقات کے وقت ان شاء اللہ تعالیٰ حقیقت کو تفصیل سے عرض کرے گا۔ وہ مقام قرب نہایت ہی بلند مقام ہے۔ منازل عروج میں اس مقام سے اوپر کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا۔ وجود کے ذات واجب تعالیٰ پر زائد ہونے کی کیفیت اس مقام میں ظاہر ہوتی ہے۔ جیسا کہ علماء حق شکر اللہ تعالیٰ سبحانہ کی تحقیق ہے۔ اس جگہ وجود بھی راہ میں ہی رہ جاتا ہے۔ اور عروج اس سے بھی اوپر واقع ہو جاتا ہے۔

ابوالمکارم رکن الدین شیخ علاء الدولہ اپنی بعض تصانیف میں فرماتے ہیں فوق عالم الوجود عالم ملک الودود یعنی عالم وجود سے اوپر ملک الودود (حق تعالیٰ) کا عالم ہے۔ صدیقیت کا مقام مقامات بقائیں سے ہے جس کا رخ عالم کی طرف ہے۔ اس سے بھی بہت نیچے مقام نبوت ہے جو فی الحقیقت بہت بلند ہے اور کمال صحو و بقا کا مقام ہے۔ قرب کا مقام مقام صدیقیت اور مقام نبوت کے درمیان برزخیت اور واسطہ کی لیاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس کا رخ صرف تنزیہ کی طرف ہے اور تمام عروج سے اس کا تعلق ہے اور ان دونوں میں بہت فرق ہے۔

در پس آئینہ طوطی صفت داشتہ اند

ہر چہ استاد ازل گفت بگو میگویم

مجھے طوطی کی طرح آئینے کے پیچھے بٹھا دیا گیا ہے جو کچھ استاد ازل کہتا ہے کہ کہیں وہ کہتا ہوں۔

علوم شرعیہ نظریہ استدلالیہ کو فقیر کے لیے ضروریہ کشفیہ کر دیا گیا ہے۔ علماء شریعت کے اصولوں سے بال برابر بھی مخالفت نہیں ہے۔ انہیں علوم اجمالیہ کو تفصیلی کر دیا گیا ہے اور نظریت (محلج غور و فکر) سے ضرورت و ہدایت کی طرف لایا گیا ہے۔

کسی شخص نے حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس سے پوچھا کہ سلوک سے مقصود کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا تاکہ اجمالی معرفت تفصیلی معرفت کی شکل اختیار کرے اور علوم استدلالی کشفی ہو جائیں یہ نہیں فرمایا کہ ان کے سوا کچھ اور علوم حاصل ہو جائیں۔ ہاں یہ بات الگ ہے کہ راہ سلوک میں بہت سے علوم و معارف رونما ہوتے ہیں جن سے گزرنا پڑتا ہے جب تک نہایت نہایت تک جو مقام صدیقیت

ہے کوئی نہ پہنچے ان علوم سے حصہ نہیں پاسکتا۔ کاش! میں جان لیتا کہ بعض اہل اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ انہیں یہ مقام شریف حاصل ہو چکا ہے۔ حالانکہ فی الواقع انہیں اس مقام کے علوم و معارف سے کوئی مناسبت نہیں۔ تو وہ کس طرح اس کے قائل ہیں۔ اور ہر علم والے سے اوپر علم والا موجود ہے۔ اور مجھے مسئلہ قضا و قدر کے راز پر بھی اطلاع بخشی گئی ہے۔ اور یہ مسئلہ اس طرح مجھے بتایا گیا ہے کہ روش شرع سے ذرہ بھی مخالفت نہیں رکھتا۔ اور اس کی اس سے کوئی منافات لازم نہیں آتی۔ اور پھر یہ مسئلہ جس طرح مجھے بتایا گیا ہے وہ ایجاب کے نقص اور جبر کے ثابۃ تک سے مبرا اور منزہ ہے۔ اور اس طرح ظاہر و باہر ہے جیسے چودھویں رات کا چاند۔

تعجب کی بات ہے کہ اصول شریعت سے مخالفت نہ ہونے کے باوجود اسے کیوں پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اگر مخالفت کا ثابۃ ہوتا تو البتہ اخفا اور پوشیدگی مناسب تھی۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کے افعال کے متعلق باز پرس نہیں ہو سکتی۔

کہ ازہرہ آنکہ از بسیم تو کشاید زباں جز بہ تسلیم تو

کس کی طاقت و قدرت ہے کہ تیرے خوف و ہیبت کے باعث تسلیم کے سوا اغراض کی زبان کھولے۔ علوم و معارف موسلا دھار بارش کی طرح برسا رہے ہیں۔ قوت مدرکہ ان کے اٹھانے سے عاجز ہے قوت مدرکہ تو محض تعبیر ہے۔ ورنہ بادشاہ کی عطاؤں کو بادشاہ کی سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں۔ پہلے پہلے یہ شوق تھا کہ ان علوم غریبہ کو قید کتابت میں لے آئے۔ لیکن توفیق نہ مل سکی اور اس ماہ میں بوجہ محسوس کیا۔ آخر الامر تسلی دی گئی کہ ان علوم کے افاضہ سے مقصود حصول ملکہ ہے، یاد کرنا مقصود نہیں۔ جس طرح طالب علم تحصیل علوم اس مقصد کے لیے کرتے ہیں کہ مولویت کا ملکہ حاصل کر لیں۔ صرف و نحو وغیرہ علوم کے قواعد و اصول ضبط کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ ان علوم میں سے کچھ علوم عرض کرتا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ اس کی مثل کوئی شے نہیں اور وہ سمیع و بصیر ہے۔

اس کلام کا ابتدائی حصہ تو تنزیہ محض کے اثبات کے لیے ہے، جیسا کہ خود ظاہر ہے۔ اور ھو السميع البصیر کے الفاظ تنزیہ کی تکمیل و اتمام کے لیے ہیں۔

اس کا بیان اس طرح ہے کہ جب ثبوت سمیع و بصیر عالم کے ساتھ ثبوت مماثلت کا وہم ڈالتا ہے۔ اگرچہ کچھ قدرے ہی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس وہم کو دفع کرنے کے لیے مخلوقات سے سمیع و بصیر کی نفی فرمادی

یعنی صرف وہی ذات جل شانہ سمیع و بصیر ہے۔ وہ سمع و بصر جو مخلوق میں پائی جاتی ہے اس کا دیکھنے اور سننے میں کچھ دخل نہیں۔ مخلوق میں ان دو صفات کو پیدا کرنے کے بعد جس طرح خدا تعالیٰ سمع و بصر پیدا کرتا ہے مخلوق سننے اور دیکھنے کا کام لیتی ہے۔ اور یہ بھی عادت الہی کے جاری ہونے کے مطابق ہے۔ بغیر اس کے کہ مخلوقات کی صفات کی اس میں تاثیر ہو۔ اور اگر تاثیر تسلیم بھی کی جائے تو وہ بھی حق تعالیٰ ہی کی پیدا شدہ ہے۔ لہذا جس طرح مخلوق کی ذوات جماد محض ہیں اسی طرح ان کی صفات بھی جماد محض ہیں۔ جس طرح صاحب قدرت محض اپنی قدرت سے پتھر میں صفت کلام پیدا کر دے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ فی الحقیقہ پتھر کلام کر رہا ہے اور اس میں صفت کلام موجود ہے جس طرح پتھر جماد محض ہے اسی طرح یہ صفت اگر فرض کر لی جائے تو وہ بھی جماد محض ہی ہے۔ حروف و آواز کے پیدا ہونے میں اس کا کوئی دخل نہیں۔ تمام صفات اسی طرح کی ہیں۔ غایۃ مافی البلب اتنی بات ہے کہ یہ دو صفات چونکہ زیادہ ظاہر تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی نفی خصوصیت سے فرمائی۔ اس سے باقی صفات کی نفی بطریق اولیٰ ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے صفت علم پیدا فرمائی، اس کے بعد اس کی معلوم کی طرف توجہ پیدا فرمائی۔ اس کے بعد معلوم کے ساتھ اس کا تعلق پیدا فرمایا۔ اس کے بعد معلوم کو اس پر منکشف کر دیا۔ پھر اس میں صفت علم پیدا فرمانے کے بعد اپنی عادت کے مطابق اس میں انکشاف پیدا فرمایا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ علم کا انکشاف میں کیا دخل ہے۔

اسی طرح پہلے صفت سمع پیدا فرمائی، پھر کان لگانا، پھر مسموع کی طرف توجہ، پھر سنا، پھر مسموع شے کا ادراک۔

اسی طرح پہلے بصر کو پیدا فرمایا، پھر پتلی کا گھمانا، پھر دکھائی دینے والی چیز کی طرف توجہ۔ اس کے بعد دیکھنا پیدا فرمایا۔ پھر اس دیکھی جانے والی شے کا ادراک۔ علیٰ ہذا القیاس۔

سمیع و بصیر در حقیقت وہ ذات ہے جس کے سماع اور رویت کا مبداء یہ دو صفات ہوں اور مخلوق میں ایسا کوئی نہیں تو مخلوق میں کوئی در حقیقت سمیع و بصیر بھی نہیں۔

اس گفت گو سے ثابت ہو گیا کہ مخلوق کی صفات بھی اس کی ذوات کی طرح جماد محض ہیں۔ تو آیہ کریمہ کے آخری الفاظ سے مقصود مخلوقات کی صفات کی بالکل نفی ہے۔ یہ مقصود نہیں کہ ان کی بھی صفات ہیں اور یہ صفات اللہ تعالیٰ کے لیے بھی ثابت ہیں تاکہ تشبیہ و تنزیہ کا اجتماع لازم آئے بلکہ تمام آیہ کریمہ مکمل طور پر تنزیہ کے اثبات اور تشبیہ کی نفی کے لیے ہے۔

علم اول یعنی ان کی صفات کا حق سبحانہ و تعالیٰ کے لیے اثبات اور ان کی ذوات کو جہاد محض علان اور ذوات کو پرنا لے اور کوزے کی طرح تصور کرنا کہ ان سے پانی صرف ظاہر ہوتا ہے مقام ولایت سے مناسبت رکھنے والے علوم میں سے ہے۔ اور علم ثانی یعنی ان کی صفات کو بھی جہاد کی طرح جانتا اور ان کو مکمل طور پر بے علم جانتا جب کہ وارد ہوا ہے:

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ

تو بھی میت ہے اور وہ بھی مردے ہیں۔

یہ علم ثانی مقام شہادت سے مناسبت رکھنے والے علوم میں ہے۔

اس جگہ بھی کچھ فرق دونوں مقاموں کے درمیان سمجھا جاتا ہے۔ تھوڑی چیز زیادہ پر دلالت کرتی ہے اور ایک گھونٹ بڑے سمندر پر دلالت کرتا ہے۔

سالے کہ نکوست از بہار ش پیداست

سال کا اچھا ہونا اس کے موسم بہار کے اچھا ہونے کی وجہ سے

اسی طرح اس بلند مقام والے افعال مخلوقات کو بھی میت اور جہاد کی طرح پاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ان کے افعال کو حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ ملاتے ہیں اور ان افعال کا فاعل حق سبحانہ کو جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت بلند و برتر ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص پتھر کو حرکت دے اور اس کو جنبش میں لائے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ شخص جنبش و حرکت میں ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے گا یہ شخص پتھر میں حرکت کا موجب ہے اور حرکت پتھر میں ہے۔ اس کے ساتھ جس طرح پتھر جہاد محض ہے اس کی حرکت بھی جہاد محض ہے۔ بالفرض اگر کوئی شخص اس پتھر کی حرکت سے ہلاک ہو جائے تو یہ نہیں کہتے کہ اس پتھر نے ہلاک کیا ہے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اسے ہلاک کیا ہے۔ اور علمائے شریعت شکر اللہ تعالیٰ سعیم کا قول اس علم کے موافق ہے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ مخلوق سے افعال کا صدور اگر چہ ارادہ اور اختیار سے ہے مگر ان کا مفعول حق تعالیٰ کا مخلوق و مصنوع ہے اور ان کے افعال کو اس کی مصدوعیت و مخلوقیت میں کچھ دخل نہیں۔ ان کے افعال محض چند حرکات ہیں۔ مخلوق و محمول کی معمولیت میں ان کی قطعاً کوئی تاثیر نہیں اس پر اگر یہ شبہ وارد کیا جائے کہ اس صورت میں افعال مخلوقات کو ثواب و عذاب کا باعث قرار دینا غیر معقول بات ہے۔ یہ تو بالکل اس طرح ہوا جیسے پتھر کو کسی امر کا مکلف قرار دیں اور اس کے فعل پر اس کی مدح یا مذمت کریں۔

اس شبہ کے ازالے کے لیے میں کہتا ہوں کہ پتھر اور مکلفین میں فرق ہے۔ کیونکہ ہمارے تکلیف قدرت دارادہ ہے۔ اور پتھر میں کوئی ارادہ نہیں لیکن چونکہ مکلفین میں بھی ارادہ حق تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ حصول مراد میں ان کے ارادے کی کوئی تاثیر نہیں تو وہ ارادہ بھی میت کی طرح ہے۔ اس نے صرف اتنا کام کیا کہ ارادہ کے موجود ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حسب عادت اس شے کو پیدا فرمادیا۔ اور اگر قدرت کو کسی قدر مؤثر مان بھی لیں جیسا کہ علماء ماوراء النہر شکر اللہ سعہم نے فرمایا ہے جب بھی ان میں تاثیر تو خدا تعالیٰ نے ہی پیدا کی ہے جس طرح بھی اس نے پیدا کی ہے۔ تو اس کی تاثیر بھی بالکل بلا اختیار ہے تو اس کی تاثیر بھی جماد کی طرح ہے۔

مثلاً ایک شخص نے ایک پتھر کسی کی حرکت دینے سے اوپر سے نیچے آتے ہوئے دیکھا۔ وہ پتھر کسی حیوان کو لگا اور اسے ہلاک کر دیا۔ تو وہ شخص جس طرح اُس حیوان کو جماد جانتا ہے بالکل اسی طرح اس کی حرکت کو بھی جماد ہی جانتا ہے اور اس سے جو اثر مرتب ہوا ہے یعنی ہلاک کرنا اسے بھی جماد ہی جانتا ہے۔ لہذا ذوات، صفات اور افعال مخلوقات سب کے سب جماد محضہ اور اموات صرفہ ہیں۔ پس وہی ذات حی و قیوم اور سمیع و بصیر ہے۔ اور علیم وخبیر اور اپنے ارادے کے مطابق جو چاہے کرتے والی ہے۔ آپ فرمادیں:

”اگر تمام سمندر میرے رب کے کلمات کے لیے سیاہی بن جائیں تو سمندر ختم ہو جائیں گے مگر میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔ اگر اتنے ہی اور سمندر مدد کو لائے جائیں۔“

بہت گستاخی کر دی ہے اور بے حد جرات واقع ہو گئی ہے۔ کیا کیا جائے۔ بات کی اچھائی نے جو جمیل مطلق (حق تعالیٰ) کی طرف سے ہے۔ اس بات پر آمادہ کر دیا ہے کہ سخن اور سلسلہ کلام جس قدر دراز نہ ہو جائے اچھا ہی ہے۔ اور یہ فقیر اس ذات کی طرف سے جو کچھ کہتا ہے بہت خوب دکھائی دیتا ہے۔ اس کے باوجود اپنے آپ کے لیے کچھ مناسبت نہیں پاتا کہ اس کی طرف سے بات کرے یا اس کا نام زبان پر لائے۔

ہزار بار شستم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نام تو گشت مرا نئے شاید

میں نے ہزار بار اپنا منہ مشک و گلاب سے دھویا۔ پھر بھی میں تیرا نام لیتے کے لائق نہیں۔ ح

بندہ باید کہ حد خود داند

بندہ کو چاہیے کہ اپنی حد کو پہچانے

غایت اور توجہ کا امیدوار ہے۔ اپنی خرابی کے متعلق کیا عرض کرے۔ اپنے اندر جو عنایات بھی پاتا ہے، آپ کی توجہ عالی سے ہی پاتا ہے۔ ورنہ ص

من ہماں احمد پارینہ کہ مستم ہستم
میں وہی پرانا احمد ہوں جو تھا۔

میاں شاہ حسین توحید و جود کی راستہ رکھتا ہے اور اس میں خطا اٹھاتا ہے۔ دل میں آتا ہے اسے نکال کر حیرت کی طرف لایا جائے، جو مقصود ہے۔

محمد صادق بچپن کی وجہ سے اپنے آپ کو ضبط نہیں کر سکتا۔ اگر کسی سفر میں ہمراہ رہے تو بہت ترقیات حاصل کرے۔ دامن پھاڑ کی سیر میں ہمراہ تھا تو اسے بہت ترقی حاصل ہوئی۔ مقام حیرت میں غوطہ لگا چکا ہے۔ اور حیرت میں فقیر کے ساتھ پوری مناسبت رکھتا ہے شیخ نور بھی اسی مقام میں ہے بہت ترقی کر چکا ہے۔

اس فقیر کے خوشیوں میں سے ایک نوجوان ہے جس کا حال بہت اچھا ہے تجلیات برقیہ کے نزدیک ہے اور پوری طرح مستعد ہے۔

مکتوب نمبر (۱۹)

بعض حاجت مندوں کی سفارش کے سلسلہ میں۔ یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

حقیر ترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ ایک شخص شکر سے آیا ہے۔ اس نے بتایا ہے دہلی اور سرہند کے وظیفہ لینے والے فقراء کے وظائف کی مقدار جو فصل خریف سے تعلق رکھتی ہے، اس بلند درگاہ کے ملازموں کے حوالے کر دی گئی ہے۔ تحقیق حق کے بعد مستحقین تک پہنچا دیں۔ اس بنا پر یہ گستاخی کی جا رہی ہے کہ فصل لانے کے ہزار ٹکے شیخ ابوالحسن حافظ اور صاحب علم کے لیے اور ہزار ٹکے شیخ شاہ محمد حافظ کے نام پر سرکار نواب شیخ کی طرف سے مقرر ہیں۔ یہ دونوں مذکورہ حضرات زندہ اور قائم ہیں۔ ان کے بارے میں کوئی شبہ نہیں۔ انہوں نے اپنا کوئی آدمی بھیجا ہے جو با اعتماد ہے اگر اس خبر کو سچ تسلیم کر لیں تو ان دونوں کے وظیفے کی رقم اس عریضہ لانے والے کے حوالے کر دیں۔ یہ دونوں حضرات اس وقت سرہند میں ہیں۔

مکتوب نمبر (۲۰)

یہ خط بھی بعض حاجت مندوں کی سفارش کے سلسلہ میں اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

احقر ترین خادم کی عرضداشت حبیب اللہ سرہندی کی والدہ اور اس کی زوجہ منکوحہ اور دوسرے خادموں کے وظائف کے بارے میں۔ تحریر کردہ عریضہ کے اندر اس بند درگاہ کے خادموں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اگر ان کے وظائف کی رقم دہلی میں آپ کی ہو تو مولانا علی کو فرمادیں کہ ان کی تسلی کر دیں۔ ان میں سے بعض وکالت اور اصالۃ آپ کے ہیں۔ اگر مبلغات نہ آئے ہوں تو بھی چونکہ مذکورہ حضرات زندہ اور قائم موجود ہیں، ان کے پروا نجات کی تصحیح فرمادیں۔ زیار گستاخی ہے۔

مکتوب نمبر (۲۱)

درجات ولایت خاصکہ ولایت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والحقہ کے بارے میں۔ نیز طریقہ نقشبندیہ علیہ قدس سرہم کی مدح و ثنا اور ان کی نسبت کی بلندی اور دوسرے تمام سلاسل سے افضل ہونے اور اس بیان میں کہ ان کا حضور دائمی ہے۔ شیخ محمد مکی ولد حاجی قاری موسیٰ لاہوری کی طرف لکھا گیا۔

آپ کا مکتوب شریف و لطیف اس عبد ضعیف و نحیف کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اجر و ثواب کو عظیم کرے، تمہارے کام آسان کرے، تمہیں شرح صدر نصیب فرمائے اور تمہارے عذر قبول کرے بھرتہ سید البشر جو بصر کی کجی سے پاک و مطہر ہیں۔ علیہ و علی آلہ من الصلوٰات افضلہا و من التسلیمات اکملہا میرے بھائیو! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب تک وہ موت جو حسی موت سے پہلے ہے جسے اہل اللہ کے ہاں فنا سے تعبیر کرتے ہیں حاصل نہ ہو اس پاک جناب تک وصول میسر نہیں آ سکتا۔ بلکہ آفاق سے تعلق رکھنے والے معبودان باطلہ اور نفسانی خواہشات کے اللہوں کی عبادت سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ اس وقت تک حقیقت اسلام اور کمال ایمان میسر آ سکتا ہے۔ تو مقبول بندوں کے گروہ اور اوتار کے درجے میں بندہ کیسے داخل ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اطوار ولایت میں یہ قبا پہلا قدم ہے جو رکھا جاتا ہے۔

اور یہ سب پہلا کمال ہے جو ابتدائیں حاصل ہوتا ہے، اول ولایت سے اس کے آخر کا حال اس کی ابتداء سے
اس کی انتہاء کو قیاس کرنا چاہیے۔ فارسی میں کیا ہی اچھا کہا گیا ہے ع
قیاس کن ز گلستان من بہار مرا
میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کا اندازہ کر لو
اور فارسی میں یوں بھی کہا گیا ہے ے

سالے کہ نکوست از بہار ش پیداست

سال کی خوبی اس کی بہار کی خوبی کی وجہ سے ہے

اوپر نیچے ولایت کے بہت سے درجات ہیں۔ کیونکہ ہر نبی کے قدم پر ایک ولایت ہے جو اس سے
خاص ہے۔ اور سب سے اعلیٰ درجے کی ولایت وہ ہے جو ہمارے نبی علیہ وعلیٰ جمیع الخوانہ من الصلوٰات
اتما ومن التجات ایمنہا۔ اس لیے کہ تجلی ذاتی جس میں اسماء صفات شیون و اعتبارات کا نہ بطور ایجاب
اور نہ بطور سلب کوئی اعتبار نہیں۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کے ساتھ مخصوص ہے، اور علم و
عین ہر لحاظ سے تمام وجودی اور اعتباری حجابات کا اٹھ جانا اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت
وصل پوری طرح نصیب ہوتا ہے اور وہ درجہ گمان میں نہیں بلکہ حقیقتاً حاصل ہو جاتا ہے۔ حضور صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والوں میں سے کالمین کو نصیب کامل اور حصہ وافر اس نادر الوجود
مقام سے عطا ہوتا ہے۔

تو اگر تم لوگ اس بلند درجہ دولت اور اس درجہ علیا کے حصول کی توجہ رکھتے ہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی اتباع و پیروی کو مضبوط پکڑو۔

اور اکثر مشائخ رحمہم اللہ کے نزدیک یہ تجلی برقی ہے۔ یعنی حضرت ذات جلّ سلطانہ سے تمام حجابات
کا اٹھ جانا۔ بجلی کی طرح ٹھوڑے سے وقت کے لیے ہوتا ہے، پھر اسماء و صفات کے پردے لٹکا دیے
جلتے ہیں اور انوار ذات کی شعاعیں پھر پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔ تو حضور ذاتی بجلی کی مانند ایک لمحہ کے لیے
ہوتا ہے۔ اور اکثر اوقات غیبت ذاتی ہی رہتی ہے۔ اور ان مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم
کے نزدیک حضور ذاتی دائمی کا اعتبار ہے۔ زائل ہونے اور غیبت سے بدل جانے والے حضور کا کوئی اعتبار
نہیں۔ لہذا ان اکابر کا کمال تمام کمالات سے بڑھ کر ہے اور ان کی نسبت تمام نسبتوں سے فوقیت رکھتی
ہے۔ جیسا کہ ان کی عبارات میں واقع ہو چکا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے اوپر ہے۔ اور نسبت
سے ان کی مراد حضور ذاتی دائمی ہے۔

اور زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ان کا لین کے طریقہ میں ابتداء انتہا میں درج ہے۔ اور اس معاملہ میں ان کی اقتداء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کے ساتھ ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی صحبت میں وہ کچھ پاگئے جو دوسروں کو نہایت میں جا کر میسر آتا ہے۔ اور نہایت کے ہدایت میں درج ہونے سے ہوتا ہے۔ تو جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی ولایتوں سے فائق و اعلیٰ ہے اسی طرح ان اکابر کی ولایت تمام اولیاء قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی ولایتوں سے فائق و اعلیٰ ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو حالانکہ ان اکابر نقشبندیہ قدس اسرارہم کی ولایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

ہاں دوسرے سلاسل کے بعض کا لین کو بھی یہ نسبت نصیب ہوئی ہے۔ لیکن وہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت سے اخذ کر کے۔ جیسا کہ حضرت ابو سعید خرازی نے اس نسبت کے دوام حصول کی خبر دی ہے۔ کیونکہ اس شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جبہ شریف پہنچا تھا۔ جیسا کہ صاحب نفحات (مولانا جامی قدس سرہ) نے نقل کیا ہے۔

اس طریقہ نقشبندیہ عالیہ کے ان بعض کمالات کے اظہار سے مقصود طالبان فقر کو اس طریقہ کی طرف رغبت دلانا ہے۔ ورنہ میں اس سلسلہ کے کمالات کی شرح کہاں کر سکتا ہوں۔ مولوی معنوی ثنوی شریف میں فرماتے ہیں ۷

شرح اوحیف است باہل جہاں ہچوں راز عشق باید در نہاں
لیک گفتم وصف اوتارہاہ بر بند پیش ازاں کز فوت اوحسرت خورند
اس کی شرح اہل جہان کے سامنے کرنا ظلم و ستم ہے۔ جس طرح راز عشق پوشیدہ ہی رہے تو بہتر ہے۔ لیکن اس کی صفت اس لیے بیان کر دی ہے تاکہ لوگ اس راہ کو اختیار کریں۔ اس سے قبل کہ اس کے فوت اور ہانقہ سے نکل جانے کے بعد حسرت اور افسوس کریں۔
آپ کو سلام علیکم اور ان تمام کو جو ہدایت کے پیرو کار ہیں۔

مکتوب نمبر (۲۲)

روح اور نفس کے درمیان وجہ تعلق اور ان کے عروج و نزول اور فنا جسدی و روحی اور ان دونوں کے بقا اور مقام دعوت اور اولیاء کرام میں سے ذات حق میں ہی مستملک اور مستغرق شدہ اور

دعوت کی طرف رجوع کرنے والے اولیاء کرام کے درمیان فرق کے بیان میں — شیخ عبدالمجید بن شیخ محمد مفتی لاہوری کی طرف لکھا۔

وہ ذات پاک ہے جس نے نور و ظلمت کو جمع کر دیا۔ اور لامکانی جہت سے مبرا کو ممکن بننے کے ساتھ جو جہت میں موجود ہے ملا دیا تو نور کے لیے ظلمت کو محبوب بنا دیا، اور نور کو ظلمت پر عاشق کر دیا۔ نور کا ظلمت کے ساتھ کمال محبت کے ساتھ تعلق اور ربط قائم کر دیا، تاکہ اس طرح نور کی جلا میں مزید نورانیت پیدا ہو جائے۔ اور ظلمت کے ساتھ پڑوس کے باعث نور کی صفائی درجہ کمال کو پہنچ جائے جس طرح آئینہ کو جب خوب صاف اور صیقل کرنا اور اس کی لطافت کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو اولاً شیشہ پر مٹی ڈالتے ہیں تاکہ مٹی کی ظلمت اس کے ساتھ لگنے سے اس کی خوب صفائی ہو۔ اور کثافت طبعی کے تعلق سے اس کی رونق دوبالا ہو۔

تو اس نور کو پہلے جو شہود قدسی حاصل تھا یہ اس کو بھول گیا۔ بلکہ اپنے معشوق ظلمانی میں استغراق اور ہیکل جسمانی کے ساتھ تعلق کی وجہ سے یہ نور اپنی ذات اور توابع وجود کو بھی فراموش کر گیا۔ اور اس کے ساتھ صحبت اور ہم نشینی کے باعث اصحاب مشتمہ میں سے ہو گیا۔ اور اس کی مجاورت اور پڑوس کی وجہ سے اصحاب میمنہ کی کرامات کو بھی ضائع کر گیا۔ تو اگر اسی استغراق کی تنگی میں پڑا رہا، اور فضاء اطلاق کی طرف نہ نکلا تو اس پر افسوس اور بہت افسوس، کیونکہ اسے مقصود میسر نہ آسکا اور اپنی استعداد کا جو مہر ضائع کر دیا۔ تو دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ اور اگر نیکی اس کی طرف سبقت کر کے آگئی۔ اور اعلیٰ درجے کی عنایت اس کے شامل حال ہو گئی۔ اور اس نے سر اٹھایا۔ اور جس کو گم کر چکا تھا پالیا اور یہ کہتے ہوئے اُسے پاؤں لوٹ آیا ہے

الیک یا منیتی حبی و معتزلی ان حبیہ قوم الیٰ توب و احب جاس
اے میری آرزو! میرا جج اور عمرہ تیری ہی طرف ہے۔ اگرچہ دوسرے لوگ خاک اور پتھروں کی عمارت کی طرف جج کو جاتے ہیں۔

اور اگر احسن طریقہ پر مطلوب مقدس کے مشاہدہ میں دوبارہ استغراق حاصل ہو گیا۔ تو اس وقت ظلمت نور کے تابع ہو جاتی ہے۔ اور نور کے غالب انوار میں درج ہو جاتی ہے۔ جب یہ استغراق اس حد کو پہنچتا ہے کہ اپنے ظلمانی متعلق کو بالکل فراموش کر دیتی ہے اور ایسا شخص اپنے نفس اور اس کے توابع وجود سے بھی کلیتہً بے خبر ہو جاتا ہے۔ اور نور الانوار کے مشاہدہ میں ہلاک ہو جاتا ہے اور پردوں کے پیچھے کے مطلوب کا حضور نصیب ہو جاتا ہے تو فنا جسمانی اور روحانی سے مشرف ہو جاتا ہے۔

اور اگر اسے فنا کے بعد اس مشہود کے ساتھ بقا بھی حاصل ہو جاتی ہے تو اس کے لیے فنا و بقا کی دو جہتیں حاصل ہو جاتی ہیں اور اس وقت ہر ولایت کا اطلاق درست ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کا حال دو باتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ یا تو بالکلہ دائماً مشہود میں استغراق و استہلاک ہو جاتا ہے یا مخلوق کو خدا کی طرف دعوت دینے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اس طرح کہ اس کا باطن تو خدا کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کا ظاہر مخلوق کے ساتھ۔ اس وقت تو اس میں پائی جانے والی ظلمت سے خلاصی پا جاتا ہے اور مطلوب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور اس خلاصی کے باعث وہ اصحابِ یمن میں سے ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ہاں اگرچہ یمن و شمال کچھ بھی فی الحقیقتہ نہیں ہے۔ پھر بھی یمن اس کے حال و کمال کے زیادہ مناسب و اولیٰ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ جہت خیر کا جامع ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ کے یمن و شمال میں دو برکت دونوں میں مشترک ہیں۔ جیسا کہ واجب تعالیٰ عز شانہ کی شان میں واقع ہو چکا ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ یمن ہیں۔ اور یہ ظلمت اس نور سے مقام عبادت اور اداس طاعت کے مقام میں اتر آتی ہے اور نور لامکانی سے ہماری مراد روح ہے بلکہ اس کا خلاصہ اور ظلمت جو جہت سے مقید ہے اس سے نفس مراد ہے۔ اسی طرح باطن سے روح اور ظاہر سے نفس مراد ہے۔

اگر کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ اولیاءِ مستملکین (ذات حق میں مستغرق) کو بھی اس عالم کا شعور ہوتا ہے اور ان کی بھی اس جہان کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ اور وہ بھی اپنے بنی نوع سے غلط ملط اور میل جول رکھتے ہیں تو پھر استملاک اور عالم قدس کی طرف دائماً بالکلینہ توجہ رہنے کے کیا معنی ہیں اور ان اولیاءِ مستملکین اور دعوت و ارشاد کے لیے رجوع کردہ اولیاءِ کرام کے درمیان کیا فرق ہوا؟

تو ہم اس شبہ کے جواب میں کہتے ہیں کہ استملاک اور بالکلینہ توجہ نفس کے انوار روح میں درج ہونے کے بعد نفس اور روح کی دونوں توجہ سے عبارت ہے، جیسا کہ اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے۔ اور جہاں اور اس جیسی چیزوں کا شعور حواس، قویٰ اور جوارح سے ہوتا ہے جو نفس کے لیے بمنزلہ تفصیل ہیں تو ان اولیاءِ مستملکین کا محمل اور خلاصی یافتہ باطنی حصہ تو مطالعہ مشہود کے اندر انوار روح کے ضمن میں مستملک و فانی ہوتا ہے اور ان کی تفصیل شعور سابق پر ہی باقی رہتی ہے۔ اس میں کوئی فتور لاحق نہیں ہوتا۔ بخلاف ان اولیاءِ کرام کے جو دعوت و ارشاد کی خاطر جہان کی طرف رجوع کیے ہوئے ہیں۔ کہ ان کا نفس مطمئنہ ہونے کے بعد دعوت کے لیے انوار روح سے نکل آتا ہے اور اسے اس وقت اس عالم سے مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس مناسبت کے سبب اس کی دعوت مقام اجابت میں آ جاتی ہے۔ لیکن یہ بات کہ نفس درجہ اجمال میں ہے اور حواس وغیرہ درجہ تفصیل میں، تو اس کی وجہ

یہ ہے کہ نفس کا تعلق قلب صنوبری سے ہے۔ اور حقیقت جامعہ قلبیہ کے واسطے سے روح کا تعلق اس سے ہے۔ اور روح کی طرف سے وارد ہونے والے فیوض اولاً نفس پر وارد ہوتے ہیں۔ پھر اس سے تفصیل کے ساتھ قویٰ اور جوارح تک پہنچتے ہیں۔ تو ان حواس و قویٰ کا اجمالی طور پر خلاصہ نفس میں موجود ہوتا ہے، لہذا اس تحقیق سے دونوں قسم کے اولیاء کرام کے درمیان فرق ظاہر و واضح ہو گیا۔

اور یہ بات بھی جاننے کے لائق ہے کہ پہلا گروہ ارباب سُکر میں سے ہے اور دوسرا اصحابِ صحو میں سے۔ شرافت پہلے کو حاصل ہے اور فضیلت دوسرے کو۔ پہلا مقام ولایت کے مناسب حال ہے اور دوسرا نبوت کے مناسب حال۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کراماتِ اولیاء سے مشرف کرے، اور کمال متابعتِ انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیٰ نبینا وعلیہم وعلیٰ جمیع اخوانہ من الملائکۃ المقربین والعباد الصالحین الیٰ یوم الدین پر ثابت قدمی نصیب کرے۔ آمین۔

کاتبِ الحروف اگرچہ عجمی ہونے کی وجہ سے عربی جیسی چاہیے نہیں جانتا۔ لیکن چونکہ آپ کا مکتوب شریف عربی میں تھا، تو اس طرف سے بھی آپ کے طریقہء املا پر ہی تحریر کر دیا گیا۔ سلام ہے جہر کلام۔

مکتوب نمبر (۲۳)

پیر ناقص سے طریقہ اخذ کرنے سے روکنے اور اس کے نقصان و ضرر اور اہل کفر سے مشابہ القاب سے منع کرنے کے بیان میں — عبدالرحیم المشہور بخان خانان کے خط کے جواب میں اس کی طرف ارسال کیا گیا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ایسی قیل و قال سے نجات دے جو حال سے خالی ہے۔ اور اس علم سے بھی نجات عطا فرمائے جو عمل سے محروم ہے۔ ہجرتہ سید البشر جو ہر کالے اور گورے کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا — اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر بھی رحم فرمائے جو اس پر آمین کہے۔

باسادت و با صداقت برادر نے تمہارا خط پہنچایا۔ اور زبان ترجمان سے تمہاری جناب کا حال نقل کیا جو نقل کیا۔ تو میں نے یہ شعر پڑھا ہے

اهلا لسعدی والرسول وحبدا
وجه الرسول لحب وجه المرسل

ترجمہ: اے سعدی (معتوقہ) اور اے اس کے قاصد! تم اپنے اہل میں تشریف لائے ہو۔ اور تمہاری طرف سے آنے والے قاصد کا چہرہ کس قدر حسین ہے۔ کیونکہ روانہ کرنے والے کا چہرہ بڑا محبوب ہے۔

اے ظہور کمالات کے لائق برادر عزیز! اللہ تعالیٰ تمہیں قوت سے فعل کی طرف لائے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ تو اس شخص پر افسوس جس نے اس میں کچھ نہ بویا اور زمین استعداد کو خالی رکھا اور تخم اعمال کو ضائع کر دیا۔

اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ زمین کو ضائع کرنا اور خالی رکھنا دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ اس میں کچھ نہ بوئے۔ دوسرا یہ کہ اس میں خبیث اور ردی تخم ڈالے۔ بیج ضائع کرنے کی یہ دوسری قسم ضرر و فساد میں پہلی قسم سے بہت زیادہ ہے، جیسا کہ مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ اور بیج کی خرابی اور فساد یہ ہے کہ انسان پیر ناقص سے اخذ طریقہ کرے اور اس کے راستہ پر چلے۔ کیونکہ پیر ناقص اپنی خواہش نفس کا تابع اور پیروکار ہوتا ہے۔ اور جس چیز میں خواہش اور ہوائے نفسانی کی آمیزش ہو وہ مؤثر نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اثر کرے گی بھی تو خواہش نفس کی ہی معاونت کرے گی۔ تو اس طرح تاریکی پر تاریکی میں اضافہ ہو گا۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ پیر ناقص اللہ سبحانہ و تعالیٰ تک پہنچانے والے راستوں اور نہ پہنچانے والے راستوں میں تمیز و فرق نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ خود اب تک غیر واصل ہے۔ نیز یہ پیر ناقص طالبوں کی مختلف استعدادوں میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اور جب طرق جذبہ (سیر انفسی) اور طریق سلوک (سیر آفاقی) میں تمیز نہیں کر سکتا تو عین ممکن ہے کہ ایک طالب کی استعداد طریق جذبہ سے مناسبت رکھتی ہو، اور ابتدائے حال میں طریق سلوک سے مناسبت نہ ہو۔ اور پیر ناقص طرق مختلفہ اور استعدادات مختلفہ میں تمیز نہ کر سکنے کی وجہ سے ابتداء سے طریقہ سلوک پر چلا دے، تو طالب کو بھی گمراہی میں ڈال دے۔ جس طرح خود گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔

پس شیخ کامل، کامل کرنے والا جب اس طالب کی تربیت کا ارادہ کرے گا، اور اسے راہِ عرفان پر چلانا چاہے گا، تو اولاً اسے پیر ناقص کی پیدا کردہ خرابی اور پیر ناقص کے سبب پیدا شدہ فساد کی اصلاح کی ضرورت پڑے گی۔ اس کے بعد اس کی زمین استعداد کے مطابق صالح اور مناسب بیج ڈالیگا تب جا کر اچھے پودے اگیں گے۔

مَثَلُ کَلِمَةِ خَبِيثَةٍ کَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ خَبِيثٌ وَرْدِي کَلِمَةُ حَالِ خَبِيثٍ وَرْدِي دُرَّت

اجْتَنَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا كُفَّهَا
مِنْ قَرَارٍ -
کی طرح ہے جو زمین کے اوپر ہی سے اکھیر لیا گیا
ہو، اس کے لیے کوئی قرار و استحکام نہ ہو۔
وَمَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ
طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي
السَّمَاءِ
اور اچھے کلمے کا حال اچھے درخت کی طرح
ہے جس کی جڑ زمین میں مضبوط اور ثابت ہو
اور اس کی شاخیں آسمان میں ہوں۔

پس کامل، کامل بنانے والے شیخ کی صحبت کبریت احمر (سُرخ گندھک) ہے۔ اس کی نظر دوا اور
اس کی باتیں شفا ہیں۔ اور اس کے بغیر تو خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں
اور تمہیں شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتجیہ کے طریقہ پر قائم اور ثابت رکھے کیونکہ
متابعت شریعت ہی اصل کار اور مدار نجات، مناط سعادت ہے۔ فارسی میں کیا ہی اچھا کہا گیا ہے

محمد عربی کا بروئی ہر دو سراسر است
کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سر او

محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو دنیا اور آخرت دونوں کے سردار ہیں جو شخص آپ کے دروازے
کی خاک نہیں بننا چاہتا اس کے سر پر خاک پڑے (وہ ذلیل و نامراد ہو)
ہم اس مقالے کو حضور سید المرسلین کی صلوات پر ختم کرتے ہیں۔ آپ پر تسلیمات، تحیات،
اور برکات کا نزول ہوتا رہے۔

الْتِمَہ:

کمال تعجب کی بات یہ ہے کہ برادر یا سعادت نے نقل کیا ہے کہ اس کے ہم نشینوں میں سے
بعض ایسے فاضل شعراء ہیں جنہوں نے اشعار میں اپنا لقب کفری رکھا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ شاعر سادات
عظام اور نقباء (بہتر) کرام میں سے ہے۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ اسے اس بین الشناغہ بُرے
اسم پر کس چیز نے بگھجیت کیا ہے۔ مسلمان کے لیے مناسب ہے کہ اس بُرے نام سے شیر سے
بھی زیادہ بھاگے اور اس سے پوری طرح نفرت و کراہت کرے۔ کیونکہ یہ اسم اور اس کا مسمیٰ دونوں
اللہ سبحانہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں ناپسند و مبغوض ہیں۔ مسلمانوں کو تو حکم
ہے کہ اہل کفر سے عداوت رکھیں اور ان پر سختی کریں۔ لہذا ایسے بُرے اسم سے احتراز و پرہیز ضروری
اور واجب ہے۔

اور بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی عبارات میں غلبہ سکر میں جو کفر کی مدح اور زنا

دیگرہ باندھنے کی ترغیب واقع ہوئی ہے اس کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں اور ان کی تاویل کی گئی ہے۔ کیونکہ مستوں کا کلام ٹھیک معنی پر محمول کیا جاتا ہے۔ اور ظاہری اور قریب الفہم معنی پر محمول نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ وہ غلبہ سُکر کے باعث ان ممنوعات کے ارتکاب میں معذور ہیں۔ کیونکہ ان بزرگواروں کے نزدیک کفر حقیقت اسلام حقیقی کی نسبت سراسر نقص اور خراب ہے۔ اور غیر مست اور غیر مغلوب الحال لوگ ان کی تقلید کرنے میں ان کے نزدیک اور اہل شرع کے نزدیک بھی قطعاً غیر معذور ہیں۔ کیونکہ ہر شے کا ایک موسم اور وقت خاص ہوتا ہے۔ کہ اس وقت میں وہ شے اچھی اور گوارا ہوتی ہے۔ اور دوسرے وقت میں وہی شے قبیح ہو جاتی ہے۔ اور عقلمند ایک وقت کو دوسرے وقت پر قیاس نہیں کرتا۔ لہذا میری طرف سے انہیں کہیں کہ وہ اس لقب کو بدل کر کوئی اچھا اور اسلامی لقب اختیار کریں۔ کیونکہ مسلمان کے حال و قال کے موافق کوئی اسلامی لقب ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسندیدہ دین کی طرف منسوب کرنا چاہیے۔ اور تمت اور بُرائی کے مقامات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ جیسا کہ ہمیں اس کا حکم ہے :

إِتَّقُوا مِنْ مَّوَاضِعِ التَّهَجُّرِ
تمت کے مقامات سے بچو۔

نہایت سچا اور بے غبار کلام اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے :

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ
وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتٰی الْهُدٰی

مومن غلام مشرک آزاد سے بہتر ہے۔
بہترین ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

مکتوب نمبر (۲۲)

اس امر کے بیان میں کہ صوفی کائن ہے اور باطن ہے۔ اور دل کا تعلق ایک سے زیادہ کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ اور محبت ذاتی کا ظہور محبوب کی طرف سے آنے والے رنج و انعام کو برابر کرتا ہے۔ اور مقربین اور ابرار کی عبادت کے فرق اور اولیاء مستملکین اور دعوت و ارشاد پر مامور اولیاء کرام کے درمیان فرق و امتیاز کے بیان میں۔ محمد تبلیغ خان کی طرف ارسال فرمایا بحرۃ حضور سید المرسلین علیہ و علی آکہ الصلوٰۃ والتسلیمات اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمہیں سلامت رکھے اور خیر و عافیت عطا فرمائے۔

انسان اس کے ساتھ ہوتا ہے جس کے ساتھ اس کی محبت ہوتی ہے۔ تو وہ شخص بہت ہی مبارک

ہے جس نے اپنے قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے علاوہ کسی کی محبت باقی نہیں رکھی۔ اور جس کی مراد اور مقصود وہ بلند و مقدس ذات ہو چکی ہے۔

تو ایسا شخص فی الحقیقتہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے، اگرچہ بظاہر مخلوق کے ساتھ ہو اور صورتاً مخلوق کے ساتھ مشغول و مصروف ہو۔ یہی کائن یا ثن صوفی کی شان ہے۔ کائن یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے والا۔ بائن یعنی حقیقتہ مخلوق سے جدا اور الگ ہونے والا۔ یا کائن سے مراد ہے صورتاً مخلوق کے ساتھ ہونے والا، اور بائن یعنی فی الحقیقتہ ان سے الگ اور جدا۔ اور قلب کی محبت ایک سے زیادہ اشیاء کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ تو جب تک اس کا تعلق مجبئی اس ایک کے ساتھ رہے گا اس کے ماسوا کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔

اور یہ جو انسان کی بہت مرادیں اور کثیر اشیاء مثلاً مال، اولاد، سرداری، مدح، لوگوں کے سامنے بلندی رتبہ کے ساتھ تعلق محبت محسوس ہوتا ہے، تو یہاں بھی فی الواقع اس کا محبوب ایک ہی شے ہے، اور وہ اس کا نفس ہے۔ اور ان سب کے ساتھ محبت اپنے نفس کے ساتھ محبت کی فروعات ہیں۔ کیونکہ ان اشیاء کی چاہت اپنے نفس کے لیے ہوتی ہے، نہ کہ بذات خود ان اشیاء کے ساتھ۔ تو جب اس کی اپنے نفس سے محبت ختم ہو گئی تو بالنتیجہ ان اشیاء کے ساتھ محبت بھی ختم ہو گئی۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ بندے اور رب کے درمیان انسان کا اپنا نفس ہی حجاب ہے۔ دوسری کائنات حجاب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کائنات بندے کی مراد و مطلوب نہیں تاکہ حجاب بنے۔ بلکہ بندے کی مراد اور اس کا مطلوب خود اس کا اپنا نفس ہے۔ لہذا فی الواقع وہی حجاب بھی ہے۔ تو جو شخص اپنے نفس کی چاہتوں سے بالکل خالی نہ ہو رب تعالیٰ کو اپنا مطلوب و مراد نہیں بنا سکتا۔ اور نہ اس کے دل میں حق تعالیٰ کی محبت کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ اور یہ اعلیٰ درجہ کی دولت فناء مطلق کے ساتھ ہی متحقق و موجود ہو سکتی ہے۔ اور یہ فناء مطلق تجلی ذاتی سے وابستہ ہے۔ کیونکہ ظلمات اور تاریکیوں کا مکمل طور پر اٹھنا اسی وقت متصور ہو سکتا ہے جب سورج پورے طور پر طلوع ہو کر چمکنا شروع کر دے۔ تو جب یہ محبت جسے محبت ذاتی سے تعبیر کرتے ہیں، حاصل ہو جاتی ہے، تو محب کے نزدیک محبوب کی طرف سے ہونے والے انعامات اور اس کی طرف سے آنے والے مصائب و آلام برابر حیثیت اختیار کر جاتے ہیں اور اس وقت اخلاص کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ اب وہ خدا تعالیٰ کی عبادت و بندگی صرف اس کی رضا کے لیے کرتا ہے، طلب انعام یا دفع آلام کے لیے نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں اس کے نزدیک برابر ہو چکی ہیں۔ یہ مقررین کا مرتبہ ہے۔ کیونکہ ابراہیمؑ اس کی عبادت طمع اور خوف کی بنا پر کرتے ہیں۔ اور طمع اور

خوف کا تعلق اور واسطہ خود ان کی اپنی ذوات سے ہوتا ہے۔ اور یہ کوتاہی اس بنا پر ہے کہ انہیں محبت ذاتی کی سعادت نصیب نہیں ہوتی۔

اس تحقیق سے یہ بات ابھی طرح واضح ہو گئی کہ ابرار کی نیکیاں مقربین کے لیے برائیوں کا حکم رکھتی ہیں۔ تو ابرار کی حسنات ایک لحاظ سے حسنات ہیں اور ایک لحاظ سے سیئات۔ اور مقربین کی حسنات من کل الوجہ حسنات ہیں۔

ہاں کچھ مقربین ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کی عبادت و بندگی طمع اور خوف کے تحت کرتے ہیں۔ بقا، اکل اور عالم اسباب کی طرف نزول کرنے کے بعد۔ لیکن ان کے خوف اور طمع کا تعلق ان کی اپنی ذوات کے ساتھ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے طمع اور اس کی ناراضگی کے خوف سے عبادت و بندگی کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر وہ جنت طلب کرتے ہیں تو اپنے حظوظ نفسانی کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا مقام ہے۔ اور اگر دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں تو اپنے نفوس سے دفع عذاب الہی کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کہ وہ حق تعالیٰ کی ناراضگی کا مقام ہے۔ کیونکہ یہ اکابر اپنے نفسوں کی غلامی سے آزاد ہو چکے ہیں اور خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہو چکے ہیں۔ اور مقربین میں سب اعلیٰ مرتبہ اور اس مرتبہ والے کو مرتبہ ولایت خاصہ کے حصول کے بعد مقام نبوت کے کمالات سے پورا حصہ ملتا ہے۔ اور ان مقربین میں سے جو اولیاء ارشاد و دعوت کی غرض سے عالم اسباب کی طرف نزول نہیں فرماتے وہ اولیاء مستملکین ہیں (یعنی ذات ہی میں منہمک و مستغرق)۔ ان کو مقام نبوت کے کمالات سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔ اور یہ تکمیل کے اہل بھی نہیں ہوتے، بخلاف پہلے گروہ کے۔ کہ وہ تکمیل کی اہلیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اکابر کی محبت و عقیدت عطا کرے۔ بحرۃ سید البشر علیہ علیہ وآلہ واتباعہ من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔ کیونکہ انسان اس کے ساتھ شمار ہوتا ہے جس سے محبت رکھتا ہے۔ اول و آخر سلام

مکتوب نمبر (۲۵)

حضرت سید المرسلین اور آپ کے خلفاء راشدین علیہ علیہم من الصلوٰات اکملہا ومن التسلیمات

اتمہا کی متابعت کی ترغیب و تخریص کے بیان میں — خواجہ جہاں کو لکھا گیا۔

اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو سلامتی عطا کرے۔ تمہارے سینہ کو کشادہ کرے۔ تمہارے نفس کو

پاکیزگی عطا کرے اور تمہارے پوست بدن کو نرم کرے۔ یہ سب کچھ بلکہ روح، سر، خفی اور اخفی کے تمام کمالات کا حصول حضور سید المرسلین علیہ علی آلہ من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت اور پیروی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ لہذا تم پر حضور سرور کائنات اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء راشدین جو ہدایت دینے والے والے اور ہدایت یافتہ ہیں، کی متابعت لازم و ضروری ہے کیونکہ خلفاء راشدین ہدایت کے ستارے اور ولایت کے آفتاب ہیں۔ تو جس کو ان کی پیروی کا ثمر نصیب ہو گیا وہ عظیم کامیابی سے ہمکنار ہو گیا۔ اور جس کی سرشت میں ان کی مخالفت ڈال دی وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

بقیہ مقصود یہ ہے کہ مرحوم الشیخ سلطان کے دونوں بیٹے پریشانی اور تنگی معاشی میں مبتلا ہیں۔ آپ سے التماس ہے کہ ان کی مدد و اعانت فرمائیں۔ ان کی امداد آپ کے ثبایان شان ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام لوگوں کی حاجت برآری کی توفیق بخشی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی توفیق میں مزید اضافہ کرے۔ اور خیر و بھلائی کو آپ کا رفیق و ساتھی بنائے۔ آپ کو اور ہر متبع ہدایت کو سلام۔

مکتوب نمبر (۲۶)

اس امر کے بیان میں کہ شوق ابرار کو ہوتا ہے۔ مقربین کو نہیں ہوتا۔ اور اس مقام کے مناسب

علوم کے بیان میں۔۔۔ دانش مندی شیخ مولانا حاجی محمد لاہوری کو لکھا گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والنجیہ کے طریقہ پر قائم و ثابت رکھے۔

حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ ابرار کو میری ملاقات کا شوق عرصہ دراز سے دامنگیر ہے اور میں ان کی ملاقات کا شوق ان سے بھی زیادہ رکھتا ہوں۔ اللہ سبحانہ نے اس کلام میں ابرار کے لیے شوق ثابت کیا ہے۔ کیونکہ مقربین و اصیلین کو کوئی شوق نہیں ہوتا کیونکہ شوق کسی شے کے گم ہونے کا متقاضی ہے۔ اور گم ہونا مقربین کے حق میں مفقود ہے۔ دیکھتے نہیں کہ انسان اپنی ذات کا مشتاق نہیں ہوتا۔ حالانکہ اسے اپنی ذات سے انتہا درجہ کی محبت ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انسان کی اپنی ذات مفقود نہیں۔ تو مقرب و اصل کا حال جو حق تعالیٰ کے ساتھ باقی اور اپنے نفس سے فانی ہو چکا ہے۔ حق تعالیٰ کے ساتھ بالکل اسی طرح ہوتا ہے جس طرح انسان کا اپنی ذات کے ساتھ تعلق

ہے۔ لہذا مشتاق صرف ابرار ہی ہیں۔ کیونکہ یہی لوگ محبت فاقد گم کردگان مطلوب ہیں۔ اور ابرار کے مراد غیر واصل اور غیر مقرب ہیں خواہ وہ ابتداء میں ہوں یا درمیان میں اگرچہ وسط سے ایک رانی کے دانہ برابر کچھ ہی باقی ہو۔ فارسی میں کیا ہی اچھا کہا گیا ہے۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست

درون دیدہ اگر نیم دوست بسیار است

دوست کا فراق اگر تھوڑا بھی ہو تو وہ تھوڑا نہیں ہے۔ آنکھ میں آدھا بال بھی پڑ جائے تو وہ بہت ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ قرآن مجید پڑھتا ہے اور روتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ لیکن اب ہمارے دل سخت ہو چکے ہیں۔ آپ کا یہ ارشاد مدح مشابہ ذم کے قبیل سے ہے۔ میں نے اپنے شیخ (خواجہ محمد باقی) قدس سرہ سے سنا آپ فرماتے تھے منتہی واصل بہت دفعہ اس شوق اور طلب کی آرزو کرتا ہے جو اسے ابتدا میں حاصل تھی۔

اور اس شوق کے زائل ہو جانے کا مقام اور ہے، جو اول سے اکمل اور اتم ہے۔ اور ادراک سے عاجز اور ناامید ہونے کا مقام ہے۔ کیونکہ شوق متوقع چیز کا ہوتا ہے۔ جب کسی شے کی توقع اور امید نہ ہو تو اس کا شوق بھی نہیں ہوتا۔

تو جب یہ کامل جو نہایت کمال کو پہنچ چکا ہوتا ہے اس عالم کی طرف رجوع قہقری کرتا ہے تو رجوع کی وجہ سے مطلوب کے مفقود ہونے کے باوجود وہ شوق عود نہیں کرتا۔ کیونکہ شوق کا زوال مطلوب کے گم ہونے کی بنا پر نہیں تھا، بلکہ اس کا زوال یا اس اور ناامیدی کے حصول کی بنا پر تھا۔ اور وہ رجوع الی الخلق کے بعد بھی موجود ہے۔ لیکن اس کے برعکس کامل اول کا شوق عالم کی طرف رجوع کرنے سے واپس عود کرتا ہے۔ کیونکہ وہی مطلوب کی گمشدگی پھر اسے حاصل ہو جاتی ہے جو پہلے زائل ہو چکی تھی۔ تو جب رجوع کے باعث مطلوب کا فقدان پایا گیا تو وہ شوق پھر حاصل ہو جاتا ہے جو اس کے زوال کے باعث زائل ہو چکا تھا۔

یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ وصول کے مراتب تو کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ لہذا وصول کے بعض مراتب کی توقع اور امید تو رہتی ہی ہے۔ اس وجہ سے واصل مقرب کے لیے بھی شوق مذکور متصور ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ ہم اس اعتراض کے جواب میں کہتے ہیں کہ مراتب وصول کا منقطع نہ ہونا تفسیر تفصیلی پر مبنی ہے۔

جس کا تعلق اسماء، صفات، شیون اور اعتبارات سے ہے۔ اور سیر فیصلی طے کرنے والے سالک کے لیے انتہاء متصور نہیں ہو سکتی، اور شوق مذکور کبھی بھی اس سے زائل نہیں ہو سکتا۔ اور جس واصل کامل کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں اس سے انتہاء کو پہنچ جانے والا وہ واصل مراد ہے جو مراتب کو بطریق اجمال طے کر چکا ہے۔ اور اس مقام تک پہنچ چکا ہے جسے نہ تو کسی عبارت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے، اور نہ اس مقام پر کسی قسم کی توقع باقی ہے۔ لہذا اس سے کلئہ شوق و طلب زائل ہو جاتے ہیں، اور یہ خواص او یا کر ارام کا حال ہے۔ کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو صفات کی تنگی سے نکل چکے ہیں اور ذات تعالیٰ و تقدس کی بارگاہ تک وصول حاصل کر چکے ہیں۔ بخلاف ان سالکین کے کہ صفات میں تفصیلاً اور شیونات میں ترتیب سے سیر کرنے والے ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات تجلیات صفاتیہ میں ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محبوس و مقید رہتے ہیں۔ اور ان کے حق میں مراتب وصول سے مراد یہی ہے کہ وہ صفات تک ہی پہنچتے ہیں۔ اور حضرت ذات واجب تعالیٰ تک عروج صفات اور اعتبارات میں سیر اجمالی کے بغیر متصور نہیں۔ اور جس شخص کی سیر اسماء میں تفصیل ہوتی ہے وہ صفات اور اعتبارات ہی میں محبوس رہتا ہے اور اس سے شوق و طلب زائل نہیں ہوتا۔ اور نہ وجد و تواجد ان سے جدا اور الگ ہوتا ہے۔ لہذا در باب شوق و تواجد تجلیات صفاتیہ والے ہی ہیں۔ اور جب تک یہ لوگ شوق و وجد میں رہتے ہیں انہیں تجلیات ذاتیہ سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ خدا تعالیٰ کے شائق ہونے کا کیا مطلب ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی شے بھی مفقود نہیں ہو سکتی۔ تو میں اس سوال کے جواب میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے شوق کا ذکر صنعت مشائخ کے طور پر ہو۔ اور اس میں شدت کا ذکر اس وجہ سے ہو کہ جو شے عزیز و جبار ذات کی طرف منسوب ہوتی ہے وہ بھی شدید و غالب ہوتی ہے۔ جس طرح عبد ضعیف کی طرف جو شے منسوب ہوتی ہے وہ بھی ضعیف اور مغلوب ہوتی ہے۔ یہ جواب طریقہ علماء کے مطابق ہے۔ اور اس عبد ضعیف کے پاس اور بھی بہت سے جوابات ہیں جو طریقہ صوفیہ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ وہ جوابات کچھ سکر چاہتے ہیں سکر کے بغیر وہ جوابات مستحسن نہیں۔ بلکہ جائز ہی نہیں۔ کیونکہ مست لوگ معذور ہیں۔ مگر در باب صحو سے باز پرس ہو سکتی ہے۔ اور میرا حال اس وقت خالص صحو ہے، لہذا ان جوابات کا ذکر میرے حال کے لائق و مناسب نہیں۔ اسے ذہن نشین کر لو۔ الحمد للہ اولاً و آخراً۔ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ دائماً و سہمداً۔

مکتوب نمبر (۲۷)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی مدح و ثنا اور ان بزرگوں قدس سرہم کی نسبت کی
بندی کے بیان میں ————— خواجہ عموگ کی طرف صادر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ۔

مرحمت نامہ گرامی جواز روئے کرم اس مخلص کے نام لکھا تھا، یہ حقیر اس کے درود سے مسرور اور
خوش ہوا۔ آپ سلامت رہیں۔ بندہ آپ کے درود کا باعث نہیں بننا چاہتا۔ صرف سلسلہ عالیہ
نقشبندیہ کی مدح و ثنائیں لکھتا ہے۔

مخدوم و محترم! اس سلسلہ عالیہ کے اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی عبارات میں جو واقع ہوا ہے
کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے فائق ہے۔ اس سے مراد حضور و آگاہی کی نسبت ہے جو حضور ان کے
ہاں معتبر ہے وہ حضور بے غیبت ہے جس کو انہوں نے ”یادداشت“ سے تعبیر کیا ہے۔ لہذا ان عزیزوں
کی نسبت یادداشت سے عبارت ہے۔ اور یادداشت جو اس فقیر کے فہم قاصر میں قرار پیا چکی ہے
وہ اسی تفصیل پر مبنی ہے۔

اور تجلی ذاتی حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے ظہور نیز حق سبحانہ و تعالیٰ کے اسماء، صفات،
شبیون اور اعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر حضور ذات سے عبارت ہے۔ اور اسی تجلی کو تجلی برقی کہتے ہیں۔
یعنی لمحہ بھر کے لیے شبیون و اعتبارات اٹھ جاتے ہیں۔ پھر شبیون و اعتبارات کے پردہ میں وہ ذات پوشیدہ
ہو جاتی ہے۔

اس تقریر و بیان کے مطابق حضور بے غیبت متصور نہیں ہو سکتا۔ بلکہ لمحہ بھر کے لیے حضور نصیب
ہوتا ہے۔ اور اغلب و اکثر اوقات غیبت رہتی ہے۔ اس طرح کی وقتی نسبت ان بزرگوں کے ہاں
کوئی اعتبار نہیں رکھتی۔ ہاں جب یہ حضور دوام اختیار کر لے اور پوشیدہ ہونے کو بالکل قبول نہ کرے
اور ہمیشہ اسماء، صفات، شبیون اور اعتبارات کے پردہ کے بغیر ہی ظاہر اور متجلی رہے۔ تو یہ حضور بے غیبت
کہلائے گا۔ تو ان اکابر نقشبندیہ قدس سرہم کی نسبت کو دوسروں کی نسبتوں پر قیاس کر کے موازنہ کرنا
چاہیے۔ اور بے تکلف تمام نسبتوں سے فائق و اعلیٰ جانتا چاہیے۔

اس قسم کا حضور اگرچہ اکثر لوگوں کے نزدیک بعید امر ہے۔ لیکن

هنيئاً لارباب النعيم نعيمها

وللعاشق المسكين ما يتجرع

یعنی ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا رہیں۔ عاشق مسکین کے لیے صرف وہی ہے جو گھونٹ گھونٹ پی رہا ہے۔

یہ بلند نسبت اس حد تک اور اس طور پر ندرت و قلت اختیار کر چکی ہے کہ اگر بالفرض اس بزرگ سلسلہ کے لوگوں کے سامنے بیان کی جائے تو احتمال ہے کہ اکثر اس کا انکار ہی کر جائیں۔ اور یقین نہ کریں۔ وہ نسبت جو آج کل اس بزرگ خانوادہ کے اصحاب میں مشہور و متعارف ہے وہ حق تعالیٰ کے اس شہود سے عبارت ہے۔ جو شاہدی اور شہودی کے وصف سے پاک و منزہ ہے۔ اور وہ ایک توجہ ہے جو چھ جہات متعارفہ سے خالی اور معرا ہے۔ اگرچہ جہت فوق کا وہم پڑتا ہے۔ اور بظاہر دائمی ہوتی ہے۔ اور جہت صرف مقام جذبہ میں پائی جاتی ہے۔ اور اس جہت کی فوقیت کی کوئی وجہ ظاہر ہے۔ بخلاف یادداشت کے جو بمعنی سابق ہے۔ کیونکہ اس کا حصول جہت جذبہ اور مقامات سلوک کے بعد ہے اور اس کے درجے کی بلندی کسی بھی شخص پر مخفی نہیں ہے۔ اور خفا ہے تو وہ صرف اس کے حصول میں ہے۔ حاسد اگر حسد کی دھ سے اس کا انکار کرے۔ اور ناقص رہنے کے باعث نہ مانے تو معذور ہے۔

قاصرے گر کنڈایں طائفہ را طعن مقصود
ہمہ شیران جہاں بستہ بایں سلسلہ اند
کوئی قاصر شخص اس طائفہ پر قصور وار ہونے کا عیب رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ میں اس گلہ کو زبان پر لاؤں۔ تمام جہان کے شیر اس سلسلہ کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ کوثری جیلہ بانہ کے ذریعہ اس سلسلہ کو کس طرح توڑ سکتی ہے۔

مکتوب نمبر (۲۸)

بلندی حال کے بیان میں مگر ایسی عبارت سے جس سے تنزل اور دوری کا وہم ہوتا ہے۔ یہ مکتوب بھی خواجہ عمک کو لکھا۔

رحمت نامہ گرامی جو از روئے کرم اس مخلص کے نام لکھا تھا، بندہ اس کے ورد مسعود سے مسرور ہوا، اور اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ کیا ہی عمدہ نعمت ہے کہ آزاد لوگ گرفتاروں کو

یاد کریں۔ اور کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی دولت ہے کہ پہنچے ہوئے لوگ ہجرت میں پڑے ہوئے لوگوں کی غمخواری کریں۔

جدائی اور ہجرت میں پڑے ہوئے نے جب اپنے آپ کو وصال کے قابل نہ پایا تو گم نامی کی حالت میں ہجرت کے گوشے میں جا بیٹھا اور قرب سے بھاگ کر بعد اور دوری کے ساتھ آرام جا پکڑا، اور اتصال کے بجائے انفصال کے ساتھ قرار پکڑ لیا۔ اور جب آزادی کے اختیار کرنے میں گرفتاری دیکھی تو گرفتاری کے احسان کے نیچے آگیا۔

پچوں طمع خواہد ز من سلطان دیں خاک بر فرق قناعت بعد ازین
دین کا سلطان جب مجھ سے طمع کا طالب ہے، تو اس کے بعد قناعت کے سر پر خاک پڑے۔
غیر مربوط عبارتوں اور پراگندہ اشاروں کے ساتھ اس سے زیادہ کیا دروسری کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت پر ثابت اور قائم رکھے۔

مکتوب نمبر (۲۹)

ادائے فرض کی ترغیب، سنن و آداب کی رعایت، فرائض کے سامنے ادائے نوافل کی کم پرواہ کرنے، اور رات کے نصف اخیر میں نماز عشاء ادا کرنے سے روکنے، اور مستعمل پانی کے پینے کو جائز رکھنے سے منع کرنے اور مریدوں کو سجدہ کرنے سے منع کرنے کے بیان میں —
شیخ نظام تھانیسری کی طرف لکھا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں طرف داری کرنے اور بے راہ روی اختیار کرنے سے بچائے اور ہمیں اور تمہیں افسوس اور غم کھانے سے نجات دے، بحر متہ سید البشر جو نظر کی کجی سے پاک تھے علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔

حق تعالیٰ کی طرف قریب کرنے والے اعمال یا فرائض ہیں یا نوافل۔ نوافل کی فرائض کے سامنے کچھ حیثیت نہیں۔ کسی وقت میں فرائض میں سے ایک فرض کو ادا کرنا ہزار سال نوافل ادا کرنے سے بہتر ہے۔ اگرچہ نفل عبادت نیت خالص سے ادا کی جائے۔ جو بھی نفل عبادت ہو، جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ، اور ذکر و فکر وغیرہ۔ بلکہ میں کتنا ہوں کہ ادائے فرائض کے دوران ایک سنت کی رعایت اور مستحبات

میں سے ایک مستحب کی نگہداشت کا بھی یہی حکم ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز امیر المومنین حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز فجر باجماعت ادا فرمائی۔ نماز سے فارغ ہو کر قوم پر نگاہ ڈالی۔ اپنے اصحاب میں سے ایک صاحب کو نہ پایا۔ دریافت فرمایا کہ فلاں شخص جماعت میں حاضر نہیں۔ حاضرین نے عرض کیا کہ وہ شخص رات کا اکثر حصہ بیدار رہتا ہے۔ شاید اس وقت سویا ہوا ہو۔ آپ نے فرمایا اگر وہ ساری رات سویا رہتا اور فجر کی نماز جماعت سے ادا کرتا تو وہ بہتر تھا۔

لہذا ایک مستحب کی رعایت اور مکروہ سے بچنا، اگرچہ تنزیہی ہی ہو اور مکروہ تحریمی تو بطریق اولیٰ کئی مرتبے ذکر فکر اور مراقبہ و توجہ سے بہتر ہے۔ ہاں اگر یہ امور اس رعایت اور اس اجتناب کے ساتھ جمع کرنے تو عظیم کامیابی حاصل کر لی۔ اس کے بغیر خار و درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔

مثلاً ایک دو پیسے زکوٰۃ کے ادا کرنا بطریق نفل پہاڑوں جتنا سونا صدقہ کرنے سے کئی مرتبے بہتر ہے۔ تو نماز عشاء رات کے نصف اخیر میں ادا کرنا اور اسے نوافل تہجد کی ادائیگی کی تاکید کا وسیلہ بنانا بہت برا ہے۔ اس لیے حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک نماز عشاء نصف اخیر میں ادا کرنا مکروہ ہے (کذا فی بحر الرائق)۔ ظاہراً اس سے ان کی مراد کراہت تحریمیہ ہے۔ اس لیے کہ فقہائے حنفیہ نے نماز عشاء کو نصف رات تک ادا کرنے کو مباح رکھا ہے اور اس سے آگے مکروہ کہا ہے۔ لہذا جو مکروہ مباح کے مقابلے میں آتا ہے وہ مکروہ تحریمی ہے۔ اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک تو نصف اخیر میں نماز عشاء ادا کرنا جائز ہی نہیں۔ تو ادائے تہجد اور ذوق و جمعیت کے حصول کے لیے اس وقت میں اس امر کا ترکب ہونا بہت ناپسندیدہ ہے۔ اس غرض کے لیے وتر کی ادائیگی میں تاخیر کرنا کافی ہے۔ اور یہ تاخیر مستحب ہے۔ وتر اچھے وقت میں ادا بھی ہو جائیں گے اور سحری کے وقت بیدار ہونے اور تہجد ادا کرنے کی غرض بھی حاصل ہو جائے گی۔ لہذا یہ کام چھوڑ دینا چاہیے اور گزشتہ نمازوں کی قضا کرنی چاہیے۔

امام اعظم کو فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کے مستحبات میں سے ایک مستحب چھوٹ جانے سے چالیس سال کی نمازیں قضا کیں۔

لہذا وہ پانی جس سے ازالہ حدث کیا گیا ہو یا بہ نیت عبادت و ثواب وضو کے لیے استعمال کیا گیا ہو لوگوں کے لیے اس کا پینا جائز نہ قرار دیں۔ کیونکہ یہ پانی سیدنا حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نجاست غلیظہ کا حکم رکھتا ہے۔ اور فقہاء نے اس پانی کے پینے سے منع کیا ہے اور اس کا پینا مکروہ قرار دیا ہے۔ ہاں وضو سے بچے ہوئے پانی کو انہوں نے شفا کہا ہے۔ اگر عقیدت کے طور پر

کوئی طلب کرے تو وضو سے بچے ہوئے پانی میں سے دیں۔

اس فقیر کو اس دفعہ دہلی میں یہ آزمائش پیش آگئی۔ بعض دوستوں کو واقعہ میں دکھایا گیا کہ وہ فقیر کے وضو کا مستعمل پانی پیئیں۔ ورنہ ضرر عظیم لاحق ہوگا۔ ہر خیر اسے اس سے باز رہنے کی کوشش کی لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ کتب فقہ کی طرف رجوع کیا تو خلاصی کی ایک صورت نکل آئی۔ کہ اگر تین بار اعضاء دھو لینے کے بعد چوتھی بار بغیر نیت عبادت اعضاء پر پانی پھیر دیں تو وہ مستعمل نہ ہوگا۔ اس حیلہ سے بے نیت قربت اعضاء پر پانی چلا کر اسے پینے کے لیے دیا۔

نیز بعض معتمد لوگوں نے نقل کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفاء کے مرید خلفاء کو سجدہ کرتے ہیں اور زمین بوسی پر کفایت نہیں کرتے۔ اس فعل کی بُرائی اظہر من الشمس ہے۔ انہیں اس سے سختی سے منع کیجیے اس قسم کے افعال سے سب کو پرہیز کرنا چاہیے۔ اور ان لوگوں کو خاص کر جو مخلوق کی پیشوائی کے لیے نمایاں ہو چکے ہیں۔

ایسے افعال سے ان لوگوں کے لیے اجتناب کرنا اشد ضروری ہے کیونکہ پیر و کار لوگ ان کے افعال کی اقتداء کیا کریں گے اور فتنے میں مبتلا ہوں گے۔

نیز اس گروہ صوفیہ کے علوم، علوم احوال ہیں۔ اور احوال اعمال کے نتائج و ثمرات ہیں۔ اور علوم احوال اسے عطا ہوتے ہیں جس کے اعمال درست ہوں اور اعمال کا حق ادا کیا ہو۔ اور اعمال کی درستی اس وقت میسر آتی ہے جبکہ اعمال کو پہچانے اور ہر عمل کی کیفیت سے واقف ہو۔ اور اعمال کو جاننا اور ان کی کیفیت سے واقف ہونا احکام شریعہ کا علم ہے۔ جیسے نماز، روزہ اور باقی فرائض اور معاملات کا علم اور نکاح و طلاق اور بیع و شراء کا علم۔ اور ہر اس شے کا علم جو اللہ تعالیٰ نے بندے پر واجب کی ہے۔ اور جس کی بندے کو دعوت دی ہے۔ اور یہ علوم کسب سعی سے حاصل ہوتے ہیں ان کے سیکھنے کے بغیر چارہ نہیں۔

اور علم دو مجاہدوں کے درمیان واقع ہے۔ ایک اس کے حصول سے پہلے اس کی طلب کا مجاہدہ، دوسرا حاصل کر لینے کے بعد اس پر عمل کرنے کا مجاہدہ۔ لہذا یوں چاہیے کہ جس طرح آپ کی مجلس شریف میں کتب تصوف کا ذکر مطالعہ ہوتا ہے اسی طرح کتب فقہ کا بھی ذکر و مطالعہ ہو۔ اور زبان فارسی میں فقہ کی بے شمار کتابیں موجود ہیں۔ جیسے مجموعہ خانی، عمدۃ الاسلام اور کنز فارسی۔ بلکہ اگر آپ کی مجلس شریف میں کتب تصوف کا ذکر و مطالعہ نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ تصوف کا احوال سے تعلق ہے۔ وہ قال میں نہیں آسکتا لیکن کتب فقہ کے زیر مطالعہ نہ ہونے سے ضرر و نقصان کا احتمال ہے۔ بات زیادہ لمبی

کیا کرے۔ تھوڑی چیز زیادہ پردہ لالت کرتی ہے۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزرده شوی ورنہ سخن بسیار است

تیرے سامنے میں نے بہت تھوڑا غم دل بیان کیا ہے۔ مجھے ڈر محسوس ہوا کہ تو دل آزرده ہوگا۔ ورنہ باتیں بہت ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اپنے حبیب پاک علیہ علی آلہ الصلوٰات والتسلیمات کی کامل اتباع نصیب فرمائے۔

مکتوب نمبر (۳۰)

شہود آفاقی اور انفسی، اور تجلی صوری اور شہود انفسی کے درمیان فرق۔ اور مقام عبودیت کے شان کی بلندی، اور اس مقام کے علوم کی علوم شریعیہ کے ساتھ مطابقت اور دیگر اس سے مناسبت رکھنے والے امور کے بیان میں۔ — بلا محمد صدیق صاحب جو اس درگاہ مجددیہ کے قدیم خادموں میں سے ہیں وہ فرماتے تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مکتوب بھی شیخ نظام تنہا سیری کو لکھا۔

اللہ تعالیٰ تمہیں کامل اتباع محمدی سے مشرف کرے اور بلند مصطفوی لباس سے مزین کرے علیہ وعلی آلہ من الصلوٰات افضلہا ومن التحیات اکملہا۔

میں نہیں جانتا کہ کیا لکھوں۔ اگر اپنے مولائے پاک کی جناب کی بات زبان پر لاؤں تو وہ میرا محض کذب و افترا ہوگا۔ اس کی جناب کبریائی اس سے بلند تر ہے کہ میرے جیسے بیہودہ گو کی زبان اس کے لائق ہو۔ مثل رکھنے والی شے (ممکن) بے مثل ذات کے متعلق کیا کہہ سکتی ہے۔ اور حادث قدیم کو کب تلاش کر سکتا ہے۔ اور مکانی شے لامکانی ذات تک کب تک دوڑ سکتی ہے۔ بیچارے کے پاس اپنے سے باہر کوئی شے نہیں اور اپنی بساط سے اوپر اس کا گز نہیں ہو سکتا ہے

ذرہ گر بس نیک و بس بد بود!

گر چہ عمر سے تنگ زند در خود بود

ذرہ کتنا ہی اچھا یا کتنا ہی برا ہو۔ ساری عمر دوڑتا رہے تو اپنی بساط کے اندر ہی رہے گا۔

یہ معنی بھی سیر انفسی میں جو نہایت پر جا کر میسر آتی ہے، میسر ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس نے فرمایا ہے ”اہل اللہ فنا اور بقا کے بعد جو دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے ہیں“ اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے اندر ہی پہچانتے ہیں۔ ان کی حیرت اپنے وجود میں ہی ہوتی ہے:
 وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ
 یعنی تمہاری اپنی ذات میں بھی نشانات موجود ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں۔

اس سے قبل جو سیر بھی ہے وہ سیر آفاقی میں داخل ہے کہ اس کا حاصل و نتیجہ بے حاصل ہے۔ بے حاصلی کے لفظ کا اطلاق اصل مطلوب کے حصول کی نسبت سے ہے۔ ورنہ وہ بھی شرائط و معدلات (آبادہ کرتے والی اشیاء) میں سے ہے۔

شہود انفسی سے کوئی وہم میں نہ پڑے۔ اور اسے شہود تجلی صوری کی مانند جو متجلی نہ کی ذات میں ہوتی ہے خیال نہ کرے۔ حاشا و کلا تجلی صوری جس قسم کی بھی ہو سیر آفاقی میں داخل ہے۔ اور اس کا حصول علم الیقین کے مرتبہ میں ہے۔ اور حق الیقین کا مرتبہ شہود انفسی میں داخل ہے جو مراتب کمال کی نہایت ہے۔ اور لفظ شہود کا اطلاق استعمال میدان عبارت کی تنگی کے باعث ہے۔ ورنہ جس طرح ان کا مطلوب و مقصود بے مثل و بے نمونہ ہے۔ اس مطلب سے ان کی نسبت بھی بے مثل و بے نمونہ ہے۔ چوں (ممکن) کے لیے بے چون کی طرف کوئی راہ نہیں ہے

اتصالے بے تکلف و بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس
 لیک گفتم ناس را ناس نہ ناس غیر از جان جاں اشناس نہ
 لوگوں کے رب کا لوگوں کے ساتھ بے کیف اور عقل و قیاس میں نہ آنے والا اتصال و تعلق ہے لیکن
 میں نے لوگوں کے ساتھ اتصال کا ذکر کیا ہے، حیوان کے ساتھ نہیں۔ ناس یعنی کالین و عارفین اور
 واصلین تو صرف جان جاں (محبوب حقیقی) کے ساتھ ہی آشنائی رکھتے ہیں۔

شہود صوری کے ساتھ شہود انفسی کے اتحاد کے وہم کا منشا ہر دو مقام میں شخص کے بقا کا حصول ہے کیونکہ تجلی صوری متجلی نہ (جس پر تجلی پڑے) کو فنا نہیں کرتی۔ اگرچہ کچھ نہ کچھ قیود کو اٹھا دیتی ہے لیکن فنا کی حد تک نہیں پہنچا سکتی۔ اس لیے سالک کا بقیہ وجود اس تجلی میں موجود رہتا ہے۔ اس کے برعکس سیر انفسی فنا اتم اور بقائے اکمل کے بعد ہے۔ تو اس بنا پر قلت معرفت کی وجہ سے ان دو قسم کی بقا میں فرق کرنا مشکل ہوتا ہے۔ لہذا ان دونوں کو ایک ہی سمجھ لیا جاتا ہے۔ اگر یہ جان لیں کہ بقائے ثانی جسے بقا باللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کے وجود کو حق تعالیٰ کا عطا کردہ وجود کہتے ہیں۔ تو

شاید اس وہم سے نجات پا جائیں

یہاں کوئی شخص یہ سوال نہ کرے کہ بقا باللہ تو اپنے آپ کو حق تعالیٰ و تقدس کا عین دیکھتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ معنی اس قوم (صوفیہ) کی بعض عبارات سے سمجھے جاتے ہیں تو ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ بقا جذبہ کے مقام میں بعض کو فنا اور نیست ہونے کے بعد جو فنا ہے اتم کے مشابہ ہے۔ حاصل ہوتی ہے۔ اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اسے وجود عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہ فنا سے پہلے ہے۔ اس کا زوال متصور ہے۔ بلکہ واقع بھی ہے۔ کبھی تو اس سے لے لیتے ہیں اور کبھی واپس دے دیتے ہیں، لیکن وہ بقا جو اتم و اکمل ہے۔ وہ زوال اور خلل سے محفوظ ہے۔ ان اکابر کی فنا دائمی ہے۔ عین بقا میں فانی ہے اور عین فنا میں باقی۔ وہ فنا و بقا جو زوال پذیر ہیں احوال و تلویحات کے قبیلہ سے ہیں، اور جس میں ہم بحث کر رہے ہیں وہ اس طرح نہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرماتے ہیں کہ وجود عدم وجود بشریت کی طرف لوٹ آتا ہے لیکن وجود فنا (اتم) وجود بشریت کی طرف عود نہیں کرتا۔ لہذا ان کا وقت دائمی اور ان کا حال سرمدی (ہمیشہ) ہے۔ ان کا کوئی مخصوص وقت اور حال نہیں۔ ان کا کام تو وقت مقرر کرتے والے (حق تعالیٰ) کے ساتھ ہے۔ اور ان کا معاملہ تو حالات کو بدلنے والے کے ساتھ ہے، لہذا زوال کا آنا وقت و حال کے ساتھ خاص ہے۔ اور جو حال اور وقت سے گزر چکا ہے وہ زوال سے محفوظ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ دوام وقت کا اطلاق استعمال اس وقت کے اثر یعنی نہیں وغیرہ کی بقا کے اعتبار سے ہے۔ یہ بات نہیں۔ بلکہ دوام عین وقت کی وجہ سے ہے۔ اور استمرار نفس حال کی وجہ سے۔ ظن حق کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ بعض ظن گناہ ہیں۔

بات لمبی ہو گئی، ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں کہ حق تعالیٰ جل شانہ کی فضلے قدس میں مجال سخن نہیں تو ہمیں اپنے مقام بندگی اور ذلت و انکسار کی بات کرنی چاہیے۔

پیدائش انسانی سے مقصود و طائف بندگی کا ادا کرنا ہے۔ اور اگر ابتداء اور درمیان راہ میں عشق و محبت عطا کر دیا گیا ہے۔ تو اس سے مقصود یہ ہے کہ بندہ جناب قدس جل سلطانہ کے ماسوا کے ہر طرح کا تعلق قطع کر لے عشق و محبت بھی مقاصد میں سے نہیں ہیں بلکہ عبودیت کے مقام کے حصول کے لیے ہیں۔ انسان خدا تعالیٰ کا بندہ اس وقت کملائے کا مستحق ہوتا ہے جب غرض کی بندگی و گرفتاری سے پوری طرح نجات پا جائے۔ اور عشق و محبت کی حیثیت قطع تعلقات ماسوا سے

زیادہ نہیں۔ لہذا مراتب ولایت کی انتہاء مقام عبدیت ہے۔ ولایت کے درجات میں مقام عبدیت سے اوپر کوئی مقام نہیں۔ بندہ اس مقام پر پہنچ کر اپنے مولیٰ تعالیٰ کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں پاتا۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنے آپ کو اس کا محتاج پاتا ہے۔ اور واجب تعالیٰ و تقدس کی جانب سے ذات اور صفت کے لحاظ سے مکمل استغنا ہوتا ہے۔ یہ بات بھی نہیں ہوتی کہ اپنی ذات کی اس سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کے ساتھ اور اپنی صفات کی اس ذات عز سلطانہ کی صفات کے ساتھ اور اپنے افعال کی اس حق سبحانہ کے افعال کے ساتھ کسی وجہ کی مناسبت محسوس کرتا ہے۔ ظلیت کا اطلاق بھی مناسبات میں سے ہے۔ وہ اس سے بھی منزہ ہونے کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ اس سبحانہ و تعالیٰ کو خالق اور اپنے آپ کو مخلوق جانتے ہیں۔ اس سے زیادہ کسی طرح کی جرات نہیں کرتے۔

توحید فعلی جو بعض بزرگوں کو راستے میں حاصل ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو فاعل نہیں جانتے۔ نقش بندی سلسلہ کے بزرگ تو جانتے ہیں کہ ان افعال کا خالق ایک ہی ہے۔ ہاں وہ ان افعال کا سبب و مباحث نہیں کیونکہ یہ قول بھی زندقہ اور الحاد کے قریب پہنچا دیتا ہے۔ ہم اسے ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شعبہ باز پردہ کے پیچھے بیٹھ کر پتھر کی چند صورتوں کو حرکت دے۔ اور عجیب و غریب کے افعال ان میں ایجاد کر دے۔ دور بین لوگ جان لیں گے کہ ان جمادی صورتوں کے افعال کا موجد وہ پردہ نشین شخص ہے لیکن صورتوں کے افعال کی کاسب خود وہ صورتیں ہیں۔ لہذا کہتے ہیں کہ صورت متحرک ہے۔ یہ نہیں کہتے کہ وہ شعبہ باز متحرک ہے۔

فی الواقع اس حکم میں وہ سچے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰات والتسلیمات کی شریعتیں بھی یہی کہتی ہیں۔ وحدت فعل کا حکم لگانا سکریات میں سے ہے۔ حق صریح یہ ہے کہ فاعل متعدد ہیں اور خالق افعال صرف ایک ذات ہے۔ اسی قسم کا کلام لوگوں نے توحید و جود کی بیان میں بھی کیا ہے۔ اس کی بنیاد بھی سکر وقت اور غلبہ حال ہے۔

علوم لدنیہ کی درستی و صحت کی علامت یہ ہے کہ وہ علوم شرعیہ کے ساتھ صریح مطابقت و موافقت رکھتے ہوں۔ اس سے اگر بال برابر بھی تجاوز ہے تو وہ سکر کی وجہ سے ہے اور حق وہی ہے جو علمائے اہل سنت و جماعت نے کہا ہے۔ اس کے ماسوا یا زندقہ اور الحاد ہے اور یا سکر وقت اور غلبہ حال ہے۔ اور یہ مطابقت پوری طرح مقام عبدیت میں میسر آتی ہے۔ اس کے سوا کچھ نہ کچھ سکر

موجود رہتا ہے۔ ع

گزہ گوئم شرح ایں بے حد شود

اگر میں اس کی مشرح کروں تو بے حد ہی ہو جائے

ایک شخص نے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس سے سوال کیا کہ سلوک سے کیا مقصود ہے؟ آپ نے جواب دیا تاکہ اجمالی معرفت تفصیل کے درجے کو پہنچ جائے۔ اور استدلالی معرفت کشف کے درجے کو پہنچ جائے۔ آپ نے یہ نہ فرمایا تاکہ معارف شرعیہ سے زائد کچھ حاصل کرے۔ اگرچہ راہ میں علوم شرعیہ سے زائد کچھ امور سامنے آتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو نہایت کام تک پہنچا دیں تو وہ تمام زائد امور بکھرے ہوئے ذرات کی طرح ختم ہو جاتے ہیں اور وہی معارف شرعیہ تفصیل کے رنگ میں علم و دانش میں باقی اور محفوظ رہتے ہیں۔ اور استدلال کے تنگ مقام سے نکل کر کشف کی فراخ اور کشادہ فضا میں آ جاتے ہیں یعنی جس طرح حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان علوم شرعیہ کو وحی سے حاصل کرتے تھے، یہ بزرگوار انہی علوم کو امام کے طریقہ سے حق تعالیٰ سے اخذ کرتے ہیں۔ علماء نے یہ علوم بطریق اجمال شرائع انبیاء کرام علیہم السلام سے اخذ کیے ہیں۔ وہی علوم جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کو تفصیلاً اور کشفاً ہوئے تھے ان کو بھی اسی طور پر حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن اصل اور تابع ہونے کی حیثیت درمیان میں موجود ہے۔ اس قسم کے کمال کے لیے کالین اولیاء کرام میں سے بعض کو بڑی صدیوں اور ازمنہ دراز کے بعد منتخب کرتے ہیں۔

دل میں تھا کہ ایک اجمالی استدلالی مسئلہ کو مفصل لکھوں مگر کاغذ کم تھا۔ شاید خداوند جل سلطانہ کی حکمت اسی میں ہو۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۳۱)

توحید و جود کی حقیقت کے ظہور اور خدا تعالیٰ و تقدس کے قرب اور معیت ذاتی اور اس مقام سے آگے گزر جانے اور بعض سوالات و جوابات کے بیان میں جو اس مقام کی تحقیق سے تعلق رکھتے ہیں۔ شیخ صدیقی کو لکھا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم وعلیٰ الصلوٰۃ والسلامات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت پر قائم و ثابت رکھے۔

وہ شخص جو آپ کی مجلس میں تھا اس نے بتایا ہے کہ میاں شیخ نظام تھا نیسری کے کسی درویش نے اس مجلس میں میرا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ (مجدد صاحب) وحدت وجود کا منکر ہے۔
اس ناقل نے مجھ سے التماس کیا ہے کہ اس باب میں جو حقیقت ہے شیخ صوفی کے خدام کو لکھ بھیجوں تاکہ لوگ اس نقل سے کچھ اخذ کر لیں اور بدگمانی میں نہ پڑیں۔ کیونکہ بعض ظن گناہ ہیں۔ ان کے اس مطالبے کے جواب میں آپ کی سرمد دی کرتا ہے۔

مخدوم و مکرم! کم عمری کے زمانہ میں فقیر کا اعتقاد بھی توحید وجودی والوں کے مشرب جیسا تھا۔ فقیر کے والد صاحب قدس سرہ بھی بظاہر اسی مشرب پر تھے۔ اور باطن کی پوری نگرانی کے باوجود جو بے کیفی کے مرتبہ کی طرف رکھتے تھے ہمیشہ اسی طریقہ کے مطابق مشغول رہے۔ اور فقیہ کا بیٹا بھی نصف فقیہ کے مطابق فقیر بھی اس مشرب کے از روئے علم حط و اقرار لذت عظیم رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ارشاد پناہ مخفائق و معارف آگاہ پسندیدہ دین کے مؤید ہمارے شیخ و مولیٰ اور قبلہ محمد الیاسی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ آپ نے فقیر کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعلیم فرمائی اور اس فقیر کے حال کی طرف توجہ بلیغ مبذول فرمائی۔

اس طریقہ عالیہ میں محنت کرنے کے بعد تھوڑی مدت کے بعد ہی توحید وجودی منکشف ہو گئی اور اس کشف میں غلبہ پیدا ہو گیا، اور اس مقام کے علوم و معارف کثرت سے ظاہر فرمائے گئے، اور اس مرتبہ کی بار بکیوں میں سے کوئی کم ہی باریکی ہو گی جو منکشف نہ کی گئی ہو شیخ محی الدین ابن العربی کے معارف کے ذائق پورے طور پر ظاہر واضح کیے گئے۔ اور تجلی ذاتی جسے صاحب فصوص نے بیان فرمایا ہے اور نہایت عروج اسی کو قرار دیا ہے۔ اور اس تجلی کی شان میں فرماتے ہیں:

وما بعد هذا الا العدم المحض اور اس کے بعد صرف عدم محض ہے۔

مجھے اس تجلی ذاتی سے بھی مشرف فرمایا۔ اور اس تجلی ذاتی کے علوم و معارف جنہیں شیخ نے خاتم الولاية کے ساتھ مخصوص کیا ہے، وہ تفصیل سے معلوم ہوئے۔ اور سکر وقت اور غلبہ حال اس توحید وجودی میں اس حد تک پہنچ گیا کہ بعض خطوط میں جو حضرت خواجہ کی خدمت میں لکھے گئے، یہ دو بیت بھی جو سرا سر سر ہیں لکھ ڈالے

اے دریغائیں شریعت ملت اعمائی است	ملت ما کا فری و ملت ترسانی است
کفر و ایمان زلف و روی آں پری نیبائی است	کفر و ایمان ہر دو اندر راہ مایکتائی است
افسوس! یہ شریعت نا بینوں کی شریعت ہے	ہماری ملت تو کفر اور عیسائیت کی ملت ہے
کفر و ایمان اس زیبا شکل پری کی زلف و چہرہ ہیں	کفر و ایمان دونوں ہمارے راہ میں برابر ہیں

یہ حال مدت دراز تک رہا، اور مہینوں سے سالوں تک پہنچ گیا۔ اچانک حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت بے نہایت غیب کی کھڑکی سے ظہور کے میدان میں آئی اور بے چون و بے چگون کی روپوشی کے پردہ کو اٹھا دیا۔ پہلے علوم جو اتحاد اور وحدت وجود کی خبر دیتے تھے زائل ہونا شروع ہو گئے۔ اور احاطہ اور ذات حق کا قلب مومن میں سما جانا اور قرب و معیت ذاتی، یہ سب کچھ جو اس مقام میں منکشف ہوئے تھے پوشیدہ ہو گئے۔ اور پورے یقین سے معلوم ہو گیا کہ صانع عالم جل شانہ کے لیے عالم کے ساتھ ان مذکورہ نسبتوں میں سے کوئی نسبت بھی ثابت نہیں۔ ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کا احاطہ اور قرب ذاتی نہیں بلکہ علمی ہے، جیسا کہ اہل حق شکر اللہ سعید ہم کے ہاں قرار پا چکا ہے۔ اور وہ سبحانہ و تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں۔ اور خدا خدا ہے اور عالم عالم ہے۔ وہ سبحانہ و تعالیٰ بے مثل و بے مثال ہے اور عالم سارے کا سارا مثل و مثال کے داغ سے داغدار ہے۔ بے مثل و بے کیف ذات کو ذی مثل و ذی کیف کا عین نہیں کہا جاسکتا۔ واجب تعالیٰ کو ممکن کا عین نہیں کہہ سکتے اور قدیم حادث کا عین ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ممتنع العدم ذات جائز العدم کا عین نہیں ہو سکتی۔ انقلاب حقائق عقلاً اور شرعاً محال ہے۔ ایک کا حمل دوسرے پر بالکل ممتنع ہے۔

تعجب ہے کہ شیخ محی الدین اور اس کے پیروکار ذات واجب تعالیٰ کو مجہول مطلق کہتے ہیں۔ اور اس کے لیے کسی حکم کا ثبوت بھی نہیں کرتے۔ اس کے باوجود اس کے لیے احاطہ اور قرب اور معیت ذاتی بھی ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی تو ذات واجب تعالیٰ کے لیے حکم ہی کا ثبوت ہے۔ تو درست اور صواب وہی ہے جو علما، اہل سنت نے کہا ہے کہ قرب اور احاطہ علمی ہے۔ اور جس وقت توحید و جود کی کے مشرب کے خلاف علوم و معارف حاصل ہوتے تھے تو فقیر کو بڑا اضطراب اور بے چینی لاحق ہوتی تھی۔ کیونکہ اس وقت یہ فقیر اس توحید و جود سے بے دست و پا کچھ نہیں جانتا تھا۔ اور بڑے عجز و زاری کے ساتھ دعا کرتا تھا کہ یہ معرفت کہیں زائل نہ ہو۔ یہاں تک کہ معاملہ کے چرے سے تمام حجابات دور ہو گئے اور حقیقت جس طرح کہ چاہیے تھی منکشف اور ظاہر ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ عالم اگرچہ کمالات صفاتی کے آئینے اور اسماء کے ظہور کی جلوہ گاہ ہے لیکن مظہر عین ظاہر نہیں۔ اور ظل عین اصل نہیں جس طرح توحید و جود والوں کا مذہب ہے۔ یہ بحث ایک مثال سے واضح ہو جاتی ہے۔

مثلاً ایک ماہر عالم نے چاہا کہ اپنے گونا گوں کمالات کو میدان ظہور میں جلوہ گر کرے اور اپنے پسندیدہ مخفی امور کو معرض وضاحت میں لائے۔ اس نے حروف اور آوازوں کو ایجاد کیا اور حروف

اصوات کے آئینوں میں ان مخفی کمالات کو ظاہر کر دیا۔ اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حروف اور آوازیں جو ان مخفی کمالات کی جلوہ گاہ اور آئینے ہیں وہ اس کے کمالات کا عین ہیں یا بالذات اس کے کمالات کا احاطہ کیسے ہوئے ہیں یا بالذات اس کے قریب ہیں یا بعیت ذاتی رکھتے ہیں۔ بلکہ ان دونوں کے درمیان دالیت اور مدلولیت والی نسبت ہے۔ حروف اور آوازیں صرف ان کمالات پر دلالت کرتے ہیں۔ اور وہ کمالات خالص مطلق حالت پر موجود ہیں۔ عینیت، اتحاد اور احاطہ وغیرہ کی نسبتیں پیدا ہوئی ہیں وہ اولیٰ اور خیالات کی بنا پر ہیں۔ فی الحقیقت ان نسبتوں میں سے کوئی نسبت بھی ثابت نہیں۔ لیکن چونکہ ان کمالات اور ان حروف و اصوات کے درمیان ظاہریت اور منظریت اور مدلولیت اور دالیت متحقق ہے۔ اسی مناسبت کے باعث بعض لوگوں کو بعض عوارض کے باعث وہ وہی نسبتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ نفس الامری میں وہ کمالات ان تمام نسبتوں سے معرا اور مبرا ہیں۔ اور جس نسبت میں ہم گفتگو کر رہے ہیں یعنی خالق اور مخلوق کے درمیان نسبت، تو یہاں دالیت اور مدلولیت و ظاہریت و منظریت کے سوا اور کوئی علاقہ نہیں۔ عالم اپنے صانع تعالیٰ و تقدس کے وجود کی علامت ہے اور اس کے کمالات اسمائی اور صفاتی کے ظہور کا مظہر ہے۔ اور یہی تعلق بعض لوگوں کے لیے بعض عوارض کے واسطے بعض احکام و ہمیبہ کا باعث بن جاتا ہے۔

بعض لوگوں کو توحید سے متعلق کثرت مراقبات ان احکام کی طرف کھینچ لاتے ہیں۔ کیونکہ ان مراقبات کی صورت قوت خیالیہ میں نقش ہو جاتی ہے۔ اور کچھ دوسرے لوگوں کو علم توحید اور اس کا تکرار ان احکام کا کسی قدر ذوق عطا کر دیتا ہے۔ لیکن توحید کی یہ دونوں صورتیں ضعیف ہیں اور دائرہ علم میں داخل ہیں۔ حال سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اور بعض اور لوگوں کے لیے ان احکام کا منشا غلبہ محبت ہے۔ کہ محبوب کے غلبہ محبت کی وجہ سے محب کی نظر سے غیر محبوب ہٹ جاتا ہے۔ اور محبوب کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ یہ بات نہیں کہ نفس الامر میں محبوب کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔ کیونکہ یہ بات حس عقل اور شرع کے خلاف ہے۔ اور بعض اوقات یہی محبت اور قرب ذاتی کے حکم لگانے کا باعث بن جاتی ہے۔ یہ توحید پہلی دونوں قسموں سے اعلیٰ ہے اور دائرہ حال میں داخل ہے۔ اگرچہ نفس الامر اور شریعت کے مطابق و موافق نہیں۔ اور اس کی شریعت اور نفس الامر کے ساتھ مطابقت کرنا محض تکلف ہے۔ جس طرح دوسرے بہت سے بیکار فلسفی تکلفات ہیں جن کے متعلق فلاسفہ اسلام چاہتے ہیں کہ اپنے فاسد اصولوں کو قوانین شرعیہ کے مطابق کر لیں۔ "اخوان الصفا" اور اس طرح کی کتابیں اسی طرح کی ہیں۔

اس باب میں آخری بات اتنی ہے کہ خطا کشفی خطائے اجتہادی کا حکم رکھتی ہے۔ کہ اس پر پلا مت و عتاب نہیں ہے۔ بلکہ درجات صواب میں سے ایک درجہ صواب کا ثابت ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ مجتہدین کے تقلید مجتہد کا حکم رکھتے ہیں اور خطا کی صورت میں بھی درجات صواب میں ایک درجہ صواب کا پاتے ہیں۔ بخلاف ان لوگوں کے جو اہل کشف کی تقلید کرتے ہیں۔ کہ یہ معذور قرار نہیں پاتے اور خطا کی صورت میں درجہ صواب سے محروم رہتے ہیں کیونکہ کشف والہام دوسرے کے لیے حجت نہیں ہو سکتا۔ لیکن مجتہد کا قول دوسرے کے لیے حجت اور دلیل ہے۔ لہذا اہل کشف کی تقلید احتمال خطا کی صورت میں جائز نہیں ہے اور مجتہد کی تقلید احتمال خطا کی صورت میں بھی جائز اور درست ہے۔ بلکہ واجب و لازم ہے۔

اور بعض سالکوں کا شہود و جو تعینات کو نبیہ کے آئینوں میں ہوتا ہے وہ بھی گذشتہ احکام کے قبیلہ میں سے ہے۔ اور اس شہود کو شہود وحدت در کثرت یا شہود احدیت در کثرت کا نام دیتے ہیں کیونکہ واجب تعالیٰ و تقدس جو بے مثل و بے مثال ہے، صاحب مثل اشیاء کے آئینوں میں نہیں سما سکتا اور کیفیات ممکنہ رکھنے والی اشیاء میں جلوہ گر نہیں ہو سکتا۔ لامکانی ذات مکان میں نہیں آ سکتی۔ بے چون ذات کو چون کے دائرہ سے باہر تلاش کرنا چاہیے اور لامکانی ذات کو مکان سے ماوراء میں طلب کرنا چاہیے۔ آفاق و انفس میں جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ اس سُبْحانہ و تعالیٰ کے نشانات ہیں۔ دائرہ ولایت کے قطب یعنی حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس نے فرمایا ہے: ”جو کچھ دیکھا یا سنا یا جانا گیا ہے وہ خدا تعالیٰ کا غیر ہے۔ کلمہ لا کی حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہیے۔“

در تنگنای صورت معنی چگونہ گنجیدہ در کلبہ گدایاں سلطان چہ کار دارد

صورت پرست غافل معنی چہ اند آخر کو با جمال جاناں پنہاں چہ کار دارد

صورت کے تنگ مقام میں معنی کیسے آ سکتا ہے؟ اور گداؤں کے حجرہ میں بادشاہ کا کیا کام ہے؟

صورت پرست غافل شخص معنی کو کیا جان سکتا ہے؟ یہ معشوق کے جمال پوشیدہ سے کیا تعلق قائم کر سکتا ہے؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اکثر مشائخ طریقت کی عبارات میں چاہے وہ نقشبندی ہوں یا غیر نقشبندی

صریح طور پر وحدت وجود اور احاطہ اور قرب و معیت ذاتی اور شہود وحدت در کثرت اور احدیت

در کثرت وارد اور موجود ہے۔ میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ یہ شہود و احوال راستے کے وسط میں ان کے

سامنے آئے ہیں۔ اس کے بعد انہیں اس مقام سے آگے گزاریا گیا جیسا کہ فقیر نے گزشتہ صفحات میں اپنے حالات کا

ذکر کیا ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ کچھ حضرات کو احدیت صرف کی جانب باطن میں پوری نگرانی کے باوجود ان کے ظاہر کو جو کثرت میں ہے، ان احکام اور اس شہود کے ساتھ مشرف کرتے ہیں، باطن میں احدیت کے نگران رہتے ہیں اور ظاہر کے لحاظ سے کثرت میں مطلوب کا مشاہدہ کرتے ہیں، جیسا کہ اس فقیر نے اس مکتوب کے ابتداء میں اپنے حال کی خبر دی ہے۔ اور اس جواب کی تحقیق تفصیل کے ساتھ اس رسالہ میں جو وحدت وجود کے مراتب میں لکھا گیا ہے لکھ دی گئی ہے۔ یہ مقام اس مذکورہ گفتگو کی گنجائش نہیں رکھتا۔

یہ نہ کہا جائے کہ جب نفس الامر میں متعدد وجود ہیں اور قرب و احاطہ ذاتی نہیں ہے۔ نیز وحدت کا شہود کثرت میں مطابق واقع نہیں ہے۔ لہذا ان بزرگواروں کا حکم کذب پر مشتمل ہوگا۔ کیونکہ نفس الامر اور واقع کے مطابق نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ان بزرگوں نے اپنے انداز سے کے مطابق حکم لگایا ہے جس طرح ایک شخص یہ بات کہے کہ میں نے آئینے میں زید کی صورت دیکھی ہے۔ یہ حکم بھی واقع کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ آئینے میں اس کی صورت کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ آئینے میں کوئی صورت اصلاً ہے ہی نہیں جسے دیکھا جاسکے۔ اس شخص کو بھی عرف میں کاذب نہیں کہتے۔ اگرچہ اس کی یہ بات نفس الامر کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ یہ حکم لگانے میں معذور ہے۔ جھوٹ بولنے کی ملامت کا وہ مستحق نہیں ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

جن احوال کو پوشیدہ رکھنا چاہیے ان کے ظاہر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اگر اس فقیر نے وحدت وجود کو قبول کیا تھا تو وہ کشف کی بنا پر تھا، تقلید کی بنا پر نہیں تھا۔ اب اگر اس کا انکار کر رہا ہوں تو وہ بھی الہام کے باعث۔ اور الہام انکار کی گنجائش نہیں رکھتا۔ اگرچہ دوسرے کے لیے حجت بھی نہیں ہے۔

جھوٹ کا شبہ دور کرتے کا دوسرا جواب یہ ہے کہ عالم کے افراد بعض باتوں میں ایک دوسرے کے ساتھ مشترک ہیں اور بعض باتوں میں ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا ہیں۔ بعض امور عرفیہ میں ممکن کا واجب تعالیٰ و تقدس کے ساتھ بھی اس قسم کا اشتراک ہے۔ اگر ممکن واجب ذات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ممتاز ہیں۔ غلبہ محبت کی بنا پر مابہ الا تباہ چیز نظر سے پوشیدہ ہو جاتی ہے اور مابہ الا اشتراک نظر کے سامنے رہتی ہے۔ لہذا اس صورت میں ایک دوسرے کے عین ہونے کا حکم لگا دیں تو یہ واقع کے مطابق ہے۔ اس میں کذب کی بالکل کوئی مجال و گنجائش نہیں۔ اور احاطہ ذاتی وغیرہ کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۳۲)

اس کمال کے بیان میں جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ مخصوص ہے اور اولیاء میں سے کم ہی کسی کو اس کمال سے مشرف کیا گیا ہے۔ اور حضرت امام مہدی میں اتم طریقہ سے اس کا ظہور ہوگا۔ اور وہ کمال نسبت جذبہ و سلوک سے فائق ہے۔ اور اس بات کے بیان میں کہ پیشہ اور کار کا کمال ایک دوسرے کے افکار کے آپس میں ملنے سے ہوتا ہے۔ اور اس میں زیادتی اور اضافہ مسلسل نظرو فکر سے ہوتا ہے۔ پیر کی نسبت اگر اسی صرافت پر رہے تو موجب نقصان ہے۔ لائق مرید کو چاہیے کہ اسے کمال تک لے جائے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں — مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا

آپ کا التفات نامہ گرامی وارد ہوا۔ اللہ کی حمد اور اس کا احسان کہ دوران قیادہ لوگ یاد سے اوجھل نہیں ہوئے اور کسی نہ کسی وقت ان کا ذکر ہو جاتا ہے۔ ح

بارے سپیچ خاطر خود شاد می کنم

پیر دستگیر علیہ الرحمۃ کی نسبت خاصہ کے حاصل نہ ہونے کے متعلق آپ نے لکھا تھا اور اس کا سبب دریافت کیا تھا۔

مخدوم گرامی! اس قسم کی باتوں کی شرح بطور تحریہ بلکہ بطور تقریر اور زبانی بیان بھی مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ تاکہ کسی فہم میں کچھ اور نہ آجائے اور کچھ اور ہی مطلب نہ اخذ کرے۔ حسن ظن کے ساتھ پیر کی خدمت میں حاضری یا صحبت دراز جس طرح بھی ہو درکار ہے۔ اس کے بغیر رنج و محنت اٹھانے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہے

آسودہ شبے باید و خوش متابے تا باتو حکایت کتم از ہر بابے

آرام دہ رات ہو اور خوش طبع چاند جیسا معشوق تاکہ تجھ سے ہر باب کی حکایت بیان کروں۔

لیکن سوال کا جواب چاہنے کے مطابق فقیر اتنی بات عرض کرتا ہے کہ ہر مقام کے علوم و معارف جدا گانہ ہیں اور احوال و مواجید بھی الگ ہیں۔ ایک مقام کے مناسب ذکر اور توجہ ہے اور دوسرے مقام کے مطابق کتاب اللہ شریف کی تلاوت اور نماز ہے۔ ایک مقام نسبت جذبہ سے مخصوص ہے اور دوسرا سلوک سے۔ اور ایک مقام میں ان دونوں دولتوں کی آمیزش ہے۔ اور ایک وہ مقام ہے

جو حجت جذبہ اور سلوک دونوں سے جدا ہے۔ نہ جذبے کا اس سے کوئی تعلق ہے اور نہ سلوک کا اس سے کوئی علاقہ۔ یہ مقام نہایت ہی اعلیٰ ہے حضور نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا اسی مقام کے ساتھ ممتاز ہیں اور اسی دولت عظمیٰ سے مشرف ہیں۔ دوسرے مقامات والوں سے اس مقام والا مکمل امتیاز رکھتا ہے۔ اور اس مقام کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بہت کم مشابہت رکھتے ہیں۔ اس کے خلاف دوسرے مقامات والے حضرات ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں، اگرچہ کسی وجہ کی مشابہت ہو یہ نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام میں ان شاء اللہ تعالیٰ اتم طریقہ پر ظاہر ہوگی۔

مختلف سلاسل کے مشائخ رحمہم اللہ سبحانہ میں سے کسی نے کم ہی اس کی خبر دی ہے۔ تو اس مقام کے علوم و معارف کے متعلق کیا گفتگو کر سکتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اس باب میں انتہائی بات یہ ہے کہ صحابہ کرام کے لیے یہ نادار الوجود نسبت اول قدم میں ہی ظاہر ہو گئی اور ایک مدت گزرنے پر کمال کو پہنچ گئی۔ اور دوسرے کسی کو اگر اس دولت سے مشرف کرتے ہیں اور صحابہ کرام کے قدم کی نسبت پر تربیت کرتے ہیں تو جذبہ اور سلوک کی منزلیں قطع کرنے اور منازل کے علوم و معارف طے کرنے کے بعد سعادت مند کرتے ہیں۔

ابتداء میں ہی اس نسبت کا ظہور صحت بخیر البشر علیہ علی آلہ الصلوٰات والتیمات والبرکات والتسلیمات کی برکت سے ہے۔ لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے پیروکاروں میں سے بھی کسی کو مشرف کر دیں بیان ناکلاس کی صحت سے بھی ابتداء میں ہی اس بلند نسبت کا ظہور ہو جائے۔

فیض روح القدس از باز مدد فرماید

دیگر اہل ہم بکنند آنچه می کرد

روح القدس (جبریل علیہ السلام) اگر پھر مدد کرے تو دوسرے بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کرتے تھے۔

اس وقت اس نسبت میں ابتداء کا انتہا میں اندراج حاصل ہو جاتا ہے جس طرح جذبہ کے سلوک پر مقدم ہونے کی صورت میں ہو جاتا ہے۔ اس سے زیادہ بیان کی گنجائش نہیں ہے

ومن بعد هذا ما يصدق صفاته

وما كتمه احطى لاديه واجمل

(توجہ) اس کے بعد وہ چیز ہے جس کا بیان نہایت دقیق اور لطیف ہے۔ اور وہ چیز ہے جس کا چھپانا

نہایت ہی لذیذ ہے اور اس کا پوشیدہ رکھنا بہت ہی بہتر ہے۔

اس کے بعد اگر ملاقات ہوئی اور سامعین کی طرف سے خیال سے سننے کا گمان ہوا تو اس مقام کا کچھ حصہ معرض ظہور میں لایا جائے گا۔ اور توفیق عنایت کرنے والا وہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے۔

بعض دوستوں کے بارے میں آپ نے کچھ لکھا ہے۔ فقیر نے ان کی لغزشیں معاف کر دی ہیں اور حق سبحانہ و تعالیٰ ارحم الراحمین ہے۔ وہ بھی معاف فرمائے گا۔ لیکن دوستوں کو نصیحت کر دیں کہ موجودگی اور عدم موجودگی میں تکلیف دینے اور آزار پہنچانے کے مقام میں نہ رہیں اور اپنے حالات کو تبدیل نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حالات نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے آپ کو نہ بدلیں۔ اور جب اللہ کسی قوم کے متعلق برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کوئی دور نہیں کر سکتا۔ اور اس کے سوا کوئی ان کا کارساز نہیں ہوتا۔

میاں شیخ الہمداد کے بارے میں آپ نے خاص طور پر لکھا تھا۔ فقیر کو کوئی مضائقہ نہیں لیکن خود اسے اپنی تبدیلی وضع پر ندامت ہونی چاہیے۔ ندامت بھی تو یہ ہے شفاعت چاہنا ندامت کی فرع ہے۔ بہر حال فقیر اپنی طرف سے معاف کر چکا ہے، دوسری طرف کو وہ جانتیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ سر ہند کو اپنی منزل تصور کریں۔ ہم پیر ہونے کا تعلق محبت و نسبت ایسا نہیں ہے کہ ایسی عارضی باتوں سے ٹوٹ جائے۔ زیادہ کیا لکھے۔ والسلام

مخدوم زادے! اور باقی اہل خانہ کے لیے خصوصی دعا کی جاتی ہے۔ یہ رقعہ لکھنے کے بعد دل میں آیا کہ دوستوں کی لغزشوں اور انہیں معاف کر دینے کے بارے میں زیادہ وضاحت سے لکھے کیونکہ اجمال میں ابہام ہوتا ہے اور خطرہ ہوتا ہے کہ کوئی کچھ اور سمجھ لے۔

مخدوم گرامی! عفو و درگزر اس صورت میں مطلوب و متصور ہے کہ وہ جماعت بھی اپنے حالات کو بُرا جانے اور ندامت و پشیمانی محسوس کریں، ورنہ درگزر کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ پیر دستگیر قدس سرہ نے خلافت کے مقام کو ایک جماعت کے روبرو شیخ الہمداد کے سپرد کیا تھا۔ اس بات کی وضاحت ہونی چاہیے۔ اگر سپرد کرنے سے یہ مراد ہے کہ فقراء اور آنے جانے والوں کی خدمت کریں اور ان کے کھانے پینے کی خبر رکھیں، تو یہ بات تسلیم کرنے کے قابل ہے۔ اور اگر اس سے یہ مراد ہے کہ طالبوں کی تربیت کریں اور شیخیت کے مقام میں بیٹھیں تو یہ بات ماننے کے لائق نہیں۔

آخری بار کی ملاقات میں پیر دستگیر قدس سرہ نے فقیر کو فرمایا تھا کہ تمہیں اس امر کی تجویز کرنی چاہیے کہ

شیخ الہمداد ہماری طرف سے جا کر بعض طالبوں کو مشغول و مصروف رہنے کی تلقین کرے اور بعض کے حالات ہم تک پہنچائے۔ کیونکہ ہم کو انہیں اپنے روبرو طلب کرنے اور مشغول باطن کی تلقین کرنے اور ان کے حالات دریافت کرنے کی طاقت نہیں۔

فقیر اس بارے میں متوقف تھا۔ جب ضرورت محسوس ہوئی تو فقیر نے بھی اتنا اندازہ اس بات کو تجویز کر لیا۔ اس قسم کی تبلیغ سفارت محض کی جنس سے ہے۔ خاص کر جب کہ ضرورت پر مبنی ہو اور ضرورت کی چیز باندازہ ضرورت اختیار کی جاتی ہے۔ لہذا وہ سفارت بھی حضرت قبلہ پیر و مرشد قدس سرہ کے زمانہ حیات ظاہری کے ساتھ خاص تھی۔ آپ کی رحلت کے بعد مشغولی باطن کا سبق دینا اور طالبوں کے حالات دریافت کرنا خیانت میں داخل ہے۔

آپ نے دریافت کیا تھا کہ پیر و مستگیر قدس سرہ کی نسبت باقی ہے۔ یعنی زیادتی اور نقصان کو قبول نہیں کرتی۔

مخدوم گرامی! علم و حرمت کی تکمیل مختلف افکار کے باہم ملنے سے ہوتی ہے۔ وہ قواعد و نحو جنہیں سیبویہ نے مقرر کیا تھا، متاخرین کے افکار نے اسے کس قدر زیادہ کر دیا۔ اسی حالت میں رہنا نقص تھا۔ وہ نسبت جو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ رکھتے تھے۔ وہ حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہ کے زمانہ میں تھیں۔ اسی پر دوسروں کو بھی قیاس کرو۔

ہمارے خواجہ تو خاص کر اس نسبت کی تکمیل کے درپے تھے۔ اور وہ نسبت جو حاصل ہو چکی تھی اسے کامل خیال نہیں کرتے تھے۔ اور زندگی و فاقہ کرتی تو بارادہ خداوندی جل سلطانہ اس نسبت کو کہاں تک لے جاتے یہ سب و کوشش کرنا کہ اس میں زیادتی اور اضافہ ہو، مناسب نہیں۔ فقیر نہیں جانتا کہ یہ نسبت کہاں تک باقی رہے گی۔ آپ خود ایک علیحدہ نسبت رکھتے ہیں۔ پیر و مرشد علیہ الرحمۃ کی نسبت سے آپ کی نسبت کا کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ بات بار بار آپ کے سامنے کہی گئی تھی۔

بے چارہ شیخ الہمداد نسبت کو کیا جانے کہ کیا ہے۔ اسے صرف ایک گونہ حضور قلبی حاصل ہے۔ دوسروں کو بھی معلوم ہے کہ ان کی کیا حالت ہے۔ اس نسبت کو سنبھالنے اور قائم رکھنے والا کون ہے؟ ظاہر کریں، تاکہ فقیر بھی اس کی مدد کرے۔ واقعات کا اعتبار نہ کریں، یہ محض خیالات ہیں، ان میں صداقت کچھ نہیں۔ شیطان بڑا طاقت ور دشمن ہے۔ اس کی فریب کاریوں سے بچنا مشکل ہے۔ وہی شخص بچ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ بچائے۔

حاصل کردہ نسبتوں کے سلب ہونے کے بارے میں آپ نے لکھا تھا۔ مخدوم گرامی! وہ سلب کھنا

اختیاری طور پر نہ تھا، جیسا کہ بوقت حاضری ذکر کیا تھا۔ اب تک وہ سلب اپنے حال پر ہے۔ زائل نہیں ہوا۔ اسے زائل تصور کرنا خیال ہے۔ وہ آواز جو آپ اپنے دل سے سنتے ہیں، حالت باطن کا اس سے کوئی کام نہیں۔ اگر آگ کے انگارے کو سرد کریں اور بجھا دیں، پھر اس پر پانی ڈالیں تو اس سے آواز نکلتی ہے اس آواز کی بنا پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ ابھی تک اس میں آگ موجود ہے۔ یاد رکھیے، واقعات کا کچھ اعتبار نہیں۔ یہ بات اگر پوشیدہ ہے تو انتظار میں رہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کل اس کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ چونکہ آپ نے بطور مبالغہ لکھا تھا۔ اس بنا پر اس کے جواب میں چند باتیں لکھ دی ہیں۔ ورنہ بلا ضرورت بات کرنے کا موقع ہی نہیں۔

مکتوب نمبر (۳۳)

علماء سود کی مذمت کے بیان میں جو محبت دنیا میں گرفتار ہیں اور علم کو حصول دنیا کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ اور زاہد علماء کی مدح و ثنا کے بیان میں جو دنیا سے بے رغبت ہو چکے ہیں ملاحظہ فرمائی کی طرف لکھا۔

گروہ علماء کے لیے دنیا کی محبت اور اس کی طرف رغبت کرنا ان کے چہرہ جمال پر بدنام داغ ہے۔ مخلوق کو اگرچہ ان سے فائدے پہنچتے ہیں لیکن خود ان کی ذات کے لیے ان کا علم کچھ بھی نفع مند نہیں ہے۔ اگرچہ شریعت کی تائید اور ملت کی تقویت ان پر مبنی اور مرتب ہوتی ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ یہ تائید و تقویت فتور اور فحور والے لوگوں سے بھی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ سید الانبیاء علیہ السلام علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ایک فاجر شخص کی تائید کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

ان الله لیؤید هذا الدین بالرجل الفاجر
بیشک اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید فاجر شخص سے بھی کر لیتا ہے۔

علماء سود پارس کے پتھر کی طرح ہیں کہ لوہا اور تانبا وغیرہ جو بھی اس کے ساتھ ملتا ہے سونا بن جاتا ہے مگر وہ خود پتھر کا پتھر ہی رہتا ہے۔ اسی طرح وہ آگ جو پتھر اور بانس میں پوشیدہ ہوتی ہے جہاں کو اس سے نافع حاصل ہوتے ہیں لیکن خود وہ پتھر اور بانس اپنی اندرونی آگ سے بے نصیب رہتے ہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ علم ان کے لیے مضر اور نقصان دہ ہے کہ ان کے علم نے ان پر محبت مکمل کر دی۔

ان اشد الناس عذاباً یوم القیامۃ
سب سے زیادہ عذاب قیامت کے روز اس شخص کو ہوگا

عالم لم یفعله الله بعلمه

جیسے اللہ نے اس کے علم سے نفع نہ دیا۔

ان کا علم ان کے لیے کیوں مضر اور نقصان دہ نہ ہو۔ حالانکہ وہ علم جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذی عزت چیز اور موجودات میں اشرف شے ہے۔ اسے انہوں نے کمینہ دنیا اور مال و جاہ اور سرداری حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ بنالیا ہے۔ حالانکہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل و خوار اور ساری مخلوق سے بدترین شے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والی شے کو ذلیل کرنا اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذیل ہے اسے عزت دینا نہایت ہی برا ہے۔ اور فی الحقیقت حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ ہے۔ درس و تدریس اور فتویٰ دینا اس وقت نفع مند ہے جبکہ خالص اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو، اور جاہ و سرداری اور حصول مال و ترزا اور بلندی چاہنے کے ثابہ سے خالی ہو۔ اور اس کی علامت و نشانی یہ ہے کہ دنیا کی چیزوں میں زہد اختیار کرے اور دنیا و مافیہا سے بے رغبت رہے۔ وہ علماء جو اس بلا میں مبتلا ہیں اور اس کمینہ دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں، دنیا دار علماء ہیں۔ یہی لوگ علماء سوء سب لوگوں سے بُرے اور دین کے چور ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ اپنے آپ کو دین کا مقتدا اور سب مخلوق سے بہترین خیال کرتے ہیں:

وَيَحْسِبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ أَلَا

أَنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۚ - اِسْتَحْوَذَ

عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ

اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا

إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۚ

وہ گمان رکھتے ہیں کہ کسی قابل قدر چیز پر ہیں۔

سُن لو، یہی جھوٹے ہیں۔ ابلیس ان پر غالب

آگیا ہے۔ اس نے انہیں اللہ کی یاد بھلا دی

ہے۔ یہی ابلیس کا گروہ ہے۔ سُن لو، ابلیس

کا گروہ ہی خسارے میں ہے۔

اکابرین میں سے کسی نے دیکھا کہ ابلیس لعین فارغ بیٹھا ہے اور گمراہ کرتے اور دلوں کو بہکانے سے بے فکر ہے۔ اس بزرگ نے اس لعین سے اس کا راز دریافت کیا تو شیطان نے جواب دیا کہ علماء سوء اس وقت میرے اس کام میں میری زبردست مدد کر رہے ہیں اور انہوں نے مجھے اس مہم سے فارغ کر دیا ہے۔

حق بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں ہرستی اور دماغیت جو امور شرعیہ میں واقع ہو چکی ہے۔ اور ہر فتوہ جو دین و ملت کی ترویج و اشاعت میں پیدا ہو چکا ہے سب علماء سوء کی شومی کے باعث ہے اور ان کی نیتوں کے فساد کی وجہ سے ہے۔ ہاں وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت اور جاہ و ریاست اور مال کی محبت سے آزاد ہیں وہی علمائے آخرت اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰات والتسلیمات کے وارث ہیں۔

یہی لوگ بہترین مخلوق ہیں۔ کل قیامت کے دن ان کی سیاہی کو اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے خون کے ساتھ وزن کریں گے اور ان کی سیاہی کا پلہ بھاری ہوگا۔ اور فوہ العلماء عبادة یعنی علماء کا سونا بھی عبادت ہے انہیں کی شان میں وارد ہے۔ یہی وہ علماء ہیں کہ آخرت کا جمال ان کی نظروں میں اچھا لگتا ہے۔ دنیا کی قباحت اور بُرائی کا انہیں مشاہدہ ہو چکا ہے۔ انہوں نے آخرت کو بقا کی نظر سے دیکھا ہے اور دنیا کو زوال اور فنا کے داغ سے داغ دار پایا ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنے آپ کو باقی رہنے والی آخرت کے حوالے کر دیا ہے اور فانی دنیا سے الگ ہو گئے ہیں۔ آخرت کی عظمت کا مشاہدہ خدائے الایزال کی عظمت کے مشاہدے کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ اور دنیا و مافیہا کو ذلیل و خوار جاننا آخرت کی عظمت کے مشاہدے کے لوازمات میں سے ہے۔

لان الدنيا والاخرة ضمانتان ان
رضیت احداھما سمخطت الاخری
کیونکہ دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں۔ اگر ایک راضی
ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے۔

اگر دنیا عزیز ہے تو آخرت خوار ہے۔ اور اگر دنیا خوار ہے تو آخرت عزیز ہے۔ ان دونوں کا جمع ہونا تضاد کے جمع ہونے کے قبیلہ میں سے ہے۔

ما احسن الدین والدنیا لواجتماع

کیا ہی اچھا ہوتا اگر دین و دنیا دونوں جمع ہو جاتے۔

ہاں مشائخ کرام میں سے ایک گروہ نے جو اپنے آپ اور اپنے ارادہ سے پوری طرح باہر آچکے ہیں بعض حقانی نیتوں کے باعث اہل دنیا کی صورت اختیار کر رکھی ہے اور بظاہر دنیا کی طرف راغب نظر آتے ہیں۔ لیکن فی الحقیقت انہیں اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور سب سے فارغ اور آزاد ہیں:

رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ
عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ
ایسے مردانِ حق ہیں جنہیں سوداگری اور خرید و
فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی

تجارت اور بیع و شرا وغیرہ ان کے لیے ذکرِ حق سے مانع نہیں ہے۔ ان امور دنیا کے ساتھ عین تعلق کے اندر بھی بے تعلق ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس نے فرمایا ہے کہ میں نے منیٰ کے بازار میں ایک تاجر دیکھا جو کم و بیش پچاس ہزار دینار کی خرید و فروخت کر رہا تھا۔ مگر اس کا دل ایک لمحہ کے لیے بھی یادِ حق سے غافل نہ تھا۔

مکتوب نمبر (۳۴)

حسب گنجائش بسط و تفصیل کے طریقہ پر عالم امر کے جواہر خمسہ کے بیان میں۔
یہ مکتوب بھی ملاحظہ جی محمد لاہوری کی طرف لکھا۔

سعادت دارین کا ہاتھ آنا سید کو بن علی آلہ من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی اتباع کے ساتھ وابستہ ہے۔ فلسفی جس کی بصیرت کی آنکھ صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحبہ کی متابعت کے سرمہ سے محروم ہے، عالم امر کی حقیقت سے نابینا ہے۔ چہ جائیکہ اسے مرتبہ ووجوب تعالیٰ و تقدس کا شعور ہو۔ اس کی کوتاہ نظر عالم خلق پر ہی رکی ہوئی ہے اور اس میں بھی ناتمام ہے۔

فلاسفہ نے جو جواہر خمسہ ثابت کیے ہیں سب عالم خلق میں ہیں۔ نفس اور عقل کو جو مادہ سے مجرد شمار کرتے ہیں یہ ان کی نادانی کے باعث ہے۔ نفس ناطقہ تو یہی نفس امارہ ہے جو تزکیہ کا محتاج ہے اس کی توجہ اور ہمت بالذات کمینگی اور پستی کی طرف ہے۔ اسے عالم امر سے کیا نسبت اور مادہ سے مجرد ہونے کے ساتھ اسے کیا مناسبت ہے؟

رہی عقل، تو معقولات میں سے بھی صرف ان امور کا ادراک کر سکتی ہے جو محسوسات سے مناسبت رکھتے ہیں۔ بلکہ جو محسوسات کے حکم میں ہیں۔ لیکن وہ چیز جو محسوسات سے مناسبت نہیں رکھتی اور مشاہد میں آنے والی اشیاء میں سے جن کا کوئی شبہ اور مثال نہیں وہ عقل کے ادراک میں نہیں آسکتیں۔ اور ان کا بند عقل کی چابی سے نہیں کھل سکتا۔ لہذا عقل کی نظریہ مثال اشیاء کے احکام سے کوتاہ ہے۔ اور غیب کے میدان میں تو بالکل گمراہ ہے۔ اور یہ اس کے عالم خلق میں سے ہونے کی علامت ہے۔ عالم امر کا رخ بے چونی اور اس کی توجہ بے چگونگی کی طرف ہے۔ عالم امر کی ابتداء مرتبہ قلب سے ہے۔ قلب سے اوپر روح ہے، روح سے اوپر ستر اور ستر سے اوپر خفی ہے اور خفی سے اوپر اخفی۔ عالم امر کے ان پانچ امور کو اگر جواہر خمسہ کہیں تو اس کی گنجائش ہے۔ کوتاہ نظری کے باعث چند حذف و بیزوں کو اکٹھا کر کے جواہر خمسہ گمان کر لیا ہے۔

عالم امر کے ان جواہر خمسہ کا ادراک اور ان کے حقائق پر اطلاع حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل اتباع کرنے والوں کو نصیب ہوتی ہے۔ جس طرح عالم صغیر یعنی انسان میں جو ان تمام چیزوں کا

نمونہ ہے جو عالم کبیر میں پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح عالم کبیر میں بھی ان جواہر خمسہ کے اصول موجود و ثابت ہیں۔ عرش مجید عالم کبیر کے جواہر کا مبداء ہے۔ جس طرح انسان کے دل کی انسان میں یہ حیثیت ہے اور اس مناسبت کی بنا پر قلب کو عرش الشد کہہ دیتے ہیں۔ اور جواہر خمسہ کے باقی مراتب عرش سے اوپر ہیں۔

عالم کبیر میں عرش عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ و واسطہ ہے جس طرح عالم صغیر یعنی انسان میں قلب انسان عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ و واسطہ ہے۔ قلب اور عرش اگرچہ عالم خلق میں سے ہیں لیکن عالم امر کی بے چونی اور بے چگونگی کا حصہ بھی رکھتے ہیں۔ ان جواہر خمسہ کی حقیقت پر آگاہ اور مطلع ہونا اولیاء کرام میں سے کامل افراد کے لیے تسلیم کیا گیا ہے۔ جو مراتب سلوک تفصیل سے طے کر کے نہایت کی نہایت تک پہنچ چکے ہیں۔

ہر گدائے مرد میدان کے شود پشہ آخر سلیمان کے شود

ہر گدا مرد میدان کب ہو سکتا ہے پھر سلیمان کی ہمنوائی کب کر سکتا ہے

اور اگر محض فضل خداوندی سے کسی صاحب دولت کی نظر بصیرت کے لیے حتی الامکان مرتبہ وجوب تفصیل کے ساتھ ظاہر کر دیں تو وہ اس مقام میں ان جواہر کے اصول کا مطالعہ کر لیتا ہے اور ان چھوٹے اور بڑے جواہر کو اس حقیقت کے جواہر کے ظل و سایہ کی مانند معلوم کرتا ہے۔ ع

اِس کار دولت ست کنوں تا کرا دہند

یہ دولت عظمیٰ کا معاملہ ہے۔ دیکھیے اب یہ کسے عطا کرتے ہیں

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

عالم امر کے حقائق کا اظہار اس بنا پر ممنوع ہے کیونکہ اس کے معانی و مطالب پوشیدہ نہایت دقیق و باریک ہیں۔ تاکہ ہر کوتاہ نظر شخص کچھ اور ہی نہ سمجھ لے۔ علم میں راسخ لوگ جو:

وَمَا أَوْتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا

نہیں تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔

کے شرف سے مشرف ہیں وہ اس ماجرا سے آگاہ ہیں۔ ع

هَنِيئًا لِّاِسْرَآءِیْلِ بْنِ مَرْيَمَ النَّعِیْمِ نَعِیْمًا

نعمت والوں کو نعمتیں مبارک اور خوشگوار ہیں۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں اقتدرانہ ورنہ در محفل رنڈاں خبرے نیست کہ نیست

یہ مصلحت کے خلاف ہے کہ راز پردے سے باہر آئے۔ ورنہ رنڈوں کی محفل میں کوئی ایسی خبر نہیں جس کی

ان کو خبر نہ ہو۔

آپ کو اسلام علیکم اور ان سب کو جو ہدایت کی پیروی کریں اور مصطفیٰ علیہ وعلیہم من الصلوٰۃ والتسلیمات اتمہا واذوہا کی متابعت اپنے اوپر لازم کر لیں۔

دل میں آیا کہ ان بلند اور مقدس جواہر کا تھوڑا سا حال تحریر میں لایا جائے۔

جاننا چاہیے کہ ان جواہر کی ابتدا صفات اضافیہ سے ہے جو وجوب اور امکان کے درمیان برزخ و واسطہ کی مانند ہیں، اور ان سے اوپر صفات حقیقیہ ہیں، کہ روح سے ان کو حصہ ملتا ہے۔ اور قلب صفات اضافیہ سے تعلق رکھتا ہے، اور ان کی تجلیات سے مشرف ہوتا ہے۔ اور باقی ماندہ بلند جواہر جو صفات حقیقیہ سے بھی اوپر ہیں، حضرت ذات اقدس تعالیٰ و تقدس کے دائرہ میں داخل ہیں اس لیے ان تین (سر، خفی، اخفی) کی تجلیات کو تجلیات ذاتیہ کہتے ہیں۔ بات کو اس سے آگے چلانا مصلحت نہیں ہے۔ ع

تلم اینجا رسید و سر شکست
قلم یہاں پہنچا اور ٹوٹ گیا

مکتوب نمبر (۳۵)

محبت ذاتی کے بیان میں جس میں انعام و تکلیف دونوں برابر ہیں — یہ مکتوب بھی میاں حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بحر متہ سید البشر علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات نظر کی کجی سے نجات عطا کرے۔

سیر و سلوک سے مقصود نفس امارہ کا تزکیہ اور تطہیر ہے تاکہ باطل انہوں کی عبادت سے جو خواہشات نفسانی سے وجود میں آتی ہے نجات میسر آجائے۔ اور حقیقت میں سوائے ایک معبود برحق تعالیٰ و تقدس کے اور کچھ بھی قبلہ توجہ نہ رہے۔ اور دینی و دنیاوی مقاصد میں سے کسی بھی مقصد کو اس ذات کی عبادت کے سوا اختیار نہ کرے۔

دینی مقاصد اگرچہ حسنات میں سے ہیں لیکن ان کا تعلق بھی ابرار کے کام سے ہے۔ مقررین انہیں بھی براہیوں میں سے ہی جانتے ہیں۔ اور ایک ذات کے سوا کسی چیز کو مقصود نہیں گردانتے۔ یہ دولت

حصول قنا سے وابستہ ہے اور محبت ذاتی پیدا ہو جانے کے بعد ہے، یہاں انعام و تکلیف دونوں مساوی ہیں۔ تکلیف و رنج سے بھی ایسے ہی لذت گیر ہوتے ہیں جیسے نعمتوں سے۔ اگر بہشت چاہتے ہیں تو اس لیے چاہتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی رضا کا مقام و محل ہے، اور اسے طلب کرتے ہیں اس کی رضا اور خوشنودی ہے اور اگر دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں تو اس لیے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ناراضی کا مقام ہے۔ نہ بہشت سے حظ نفس مطلوب ہے اور نہ دوزخ سے فرار اختیار کرنا اور پناہ مانگنا رنج اور محنت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ محبوب کی طرف سے جو چیز بھی آتی ہے وہ ان بزرگوں کو مرغوب اور پسند اور عین مطلوب ہے۔ کل ما یفعلہ المحبوب محبوب۔ محبوب جو کچھ بھی کرتا ہے وہ محبوب اور پسندیدہ ہی ہوتا ہے۔

اخلاص کی حقیقت اس جگہ ہاتھ آتی ہے اور باطل النہوں سے نجات بھی اسی جگہ حاصل ہوتی ہے اور کلمہ توحید بھی اس وقت ہی درست ہوتا ہے۔ اس کے سوا محض رنج و تکلیف اٹھانے کی بات ہے۔ محبت ذاتی کے بغیر جو اسماء اور صفات اور محبوب کے انعام و تکلیف کے ذریعہ کے بغیر ہے، رخنے اور عیب والی بات ہے۔ قنا مطلق اس شرکت سوز محبت کے بغیر ہاتھ میں آتی ہے۔

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت
ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ کا در قتل غیر حق براند
در نگر زراں پس کہ بعد از لاپہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت
شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت
عشق وہ شعلہ ہے کہ جب روشن ہو جاتا ہے تو معشوق کے سوا ہر شے کو جلا کر رکھ کر دیتا ہے۔
غیر حق پر لاکی تلوار چلا دیتا ہے۔ یہ تلوار چلنے کے بعد پھر دیکھ کہ لا کے بعد کیا ہے۔
صرف اللہ رہتا ہے، باقی سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ اے شرکت کو پوری طرح جلا دینے والے عشق
تو شاد اور خوش رہ۔

مکتوب نمبر (۳۶)

اس بیان میں کہ شریعت تمام دنیوی اور اخروی سعادتوں کی ضامن و کفیل ہے اور کوئی مطلب و مقصود ایسا نہیں جس کے حصول کیلئے شریعت کے ماسوا کسی اور چیز کی طرف انسان محتاج ہو۔
طریقت و حقیقت اسی شریعت کی خادم ہیں اور اس کے مناسب باتوں کے بیان میں — یہ خط بھی

ملاحظہ فرمائی کہ لکھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمیں شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتجہ کی حقیقت سے متصف کرے۔ اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر بھی رحم کرے جو آمین کہے۔

شریعت کے تین جزو ہیں: علم۔ عمل۔ اخلاص۔ جب تک یہ تینوں جزو نہ پائے جائیں شریعت متحقق نہیں پاتی۔ اور جب شریعت متحقق ہوگئی تو حق تعالیٰ سبحانہ کی رضا جو تمام دنیوی و اخروی سعادتوں سے فائق و اعلیٰ ہے، بھی متحقق ہوگئی:

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ۔

اللہ تعالیٰ کی تھوڑی رضا مندی بھی بہت ہے

اس لیے شریعت تمام دنیوی و اخروی سعادتوں کی ضامن و کفیل ہے۔ اور کوئی ایسا مطلب مقصود نہیں جو شریعت سے الگ ہو اور انسان کو اس کی محتاجی ہو۔ طریقت و حقیقت جس کے ساتھ صوفیہ کرام ممتاز ہیں دونوں شریعت کی خادم ہیں۔ ان دونوں سے شریعت کے تیسرے جزو یعنی اخلاص کی تکمیل ہوتی ہے۔ لہذا ان دونوں سے مقصود بھی شریعت کی تکمیل ہے، نہ کوئی اور امر جو شریعت کے علاوہ ہو۔

احوال، مواجید اور علوم و معارف جو صوفیہ کو راستے میں ہاتھ آتے ہیں وہ مقاصد نہیں ہیں بلکہ وہام و خیالات ہیں جن سے اطفال طریقت کی تربیت مطلوب ہوتی ہے۔ ان تمام سے گزر کر مقام رضا میں پہنچنا چاہیے جو جذبہ اور سلوک کے مقامات کی انتہا ہے۔ کیونکہ طریقت و حقیقت کے منازل طے کرنے سے اخلاص کا حاصل کرنا مقصود ہے جو رضا کو مستلزم ہے۔ تینوں قسم کی تجلیات اور عارفانہ مشاہدات سے گزر کر ہزاروں میں سے کسی ایک کو اخلاص کی دولت اور رضا کے مقام تک پہنچاتے ہیں۔ کوتاہ اندیش لوگ احوال و مواجید کو مقاصد اور مشاہدات و تجلیات کو مطالب شمار کرتے ہیں۔ اس لیے وہ ہم و خیال کے زندان خانہ میں گرفتار رہتے ہیں اور شریعت کے کمالات سے محروم رہتے ہیں:

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ
إِلَيْهِ۔

مشرکین کو وہ بات بڑی ناگوار ہے جس کی طرف
تو ان کو بلاتا ہے۔

اللَّهُ يُجِيبُ إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي
إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ۔

اللہ تعالیٰ منتخب کر لیتا ہے جسے چاہتا ہے
اور اللہ تعالیٰ اسے ہی اپنی طرف ہدایت دیتا ہے

جو رجوع کرتا ہے۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اخلاص کا مقام حاصل کرنے اور رضا کے مرتبہ تک پہنچنے کے لیے ان احوال و مواجید کا طے کرنا ضروری ہے اور ان علوم و معارف کے ساتھ وابستہ ہے۔

پس یہ امور مطلوب کے اسباب و وسائل اور مقصود کے مقدمات ہیں۔

اس معنی کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک علیہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے صدقہ سے پورے دس سال بعد اس فقیر پر منکشف و واضح ہوئی ہے اور معشوق شرع پوری طرح جلوہ گر ہوا ہے۔ اگرچہ ابتداء میں بھی یہ فقیر احوال و مواجید میں گرفتار نہیں تھا۔ اور شریعت کی حقیقت کے تحقق و ثبوت کے سوا میری نظر میں کوئی اور مطلوب و مقصود نہ تھا۔ لیکن اس امر کی حقیقت پورے دس سال بعد کامل طور پر ظاہر ہوئی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ۔

میاں شیخ جمال مرحوم و مغفور کی وفات تمام اہل اسلام کے لیے حزن و پرگندگی کا باعث ہے۔ ان کے مخدوم زادوں کو میری طرف سے صبر و تحمل کی تلقین کریں۔ اور فاتحہ خوانی کریں۔ والسلام

مکتوب نمبر (۳۷)

بلند سنت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتجینہ کی اتباع پر ابھارنے اور اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی نسبت کے حصول کی طرف راغب کرنے کے بیان میں —
شیخ محمد چتری کو لکھا۔

مراسلہ شریفہ اور مکانہ لطیفہ جواز روئے کرم و مہربانی صادر فرمایا تھا، بندہ اس کے مطالعہ سے مسرور اور خوش ہوا۔ اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ پر اپنی استقامت و بختگی کا آپ نے لکھا۔ الحمد للہ سبحانہ علیٰ ذلک۔ اللہ تعالیٰ اس طریقہ عالیہ کے اکابر کی برکت سے آپ کو بے انتہاء ترقیاں عطا فرمائے۔ ان کا طریقہ کبریت احمر (سرخ گندھک یعنی اکسیر) ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام والتجینہ کی اتباع سنت پر مبنی ہے۔

فقیر کو اس وقت تک جو کچھ ہاتھ آیا ہے اس کے متعلق لکھتا ہے کہ مدت دراز تک اس ناچیز پر علوم و معارف اور احوال و مقامات موسلا دھار بارش کی طرح برساتے رہے۔ اور جو کام کرنا چاہیے تھا۔ اللہ سبحانہ کی عنایت سے کر لیا گیا۔ اب کوئی آرزو باقی نہیں رہی سوائے اس کے کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کسی ایک سنت کا اجیاء (زندہ کرنا) ہو جائے۔ اور احوال و مواجید اور باب ذوق کے حوالے ہو جائیں۔

چاہیے یہ کہ باطن خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی نسبت سے معمور ہو۔ اور

ظاہر کو کلی طور پر سنن ظاہرہ کے ساتھ مزین اور آراستہ رکھیں۔ ح

کارا بن استغیرا بن ہمسہ پیچ

اصل کام یہی ہے اس کے علاوہ سب پیچ ہے

موسم سرما کی عشاء کے سوا باقی تمام نمازیں اول وقت میں ادا کریں۔ سردیوں کی عشاء میں تیسرے حصے رات تک تاخیر مستحب ہے۔ اس بارے میں فقیر بے اختیار ہے۔ نہیں چاہتا کہ بال برابر بھی اونے نماز میں تاخیر واقع ہو۔ ہاں بشری عوارض مستثنیٰ ہیں۔

مکتوب نمبر (۳۸)

ذات بحت تعالیٰ و تقدس کی محبت میں گرفتار ہونے کے بیان میں جو اسماء و صفات اور شیمون و اعتبارات سے منزہ اور پاک ہے۔ اور منزل مقصود تک نہ پہنچنے والی جماعت کی مذمت میں جو چون کو بے چوں تصور کر کے اسی کے گرفتار ہو گئے ہیں۔ اور اہل فنا کے اقدام کے فرق کے بیان میں۔ اور اسی تفاوت پر علوم و معارف وغیرہ مرتب ہوتے ہیں۔ — یہ مکتوب بھی شیخ محمد حقیری کی طرف لکھا۔

آپ کا مکتوب شریف ملا۔ فرحت و خوشی کا موجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور ایک لحظہ کے لیے بھی غیر کے سپرد نہ کرے۔

جو کچھ ذات بحت سبحانہ و تعالیٰ کے سوا ہے اس کو غیر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اسماء و صفات ہی ہوں۔ اور متکلمین نے جو صفات کو لاہو و لا غلیذ کہا ہے اس کا معنی کچھ اور ہے۔ انہوں نے غیر سے غیر اصطلاحی مراد لیا ہے اور اس معنی کے مطابق نفی کی ہے بغیر بمعنی مطلق مراد نہیں لیا۔ اور خاص کی نفی عام کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔ اور اس ذات عز و سلطانہ کو نفی کے سوا کسی طریقہ سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ مرتبہ ذات میں جو کچھ ثابت کیا جائے گا وہ صراط مستقیم سے انحراف ہوگا۔ اور بہترین تعبیر اور جامع ترین عبارت یہ ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ

اس کی مثل کوئی شے نہیں۔

فارسی میں اس کا ترجمہ بے چون و بے چگون ہے۔ اور علم، شہود اور معرفت کو اس ذات سبحانہ کی طرف راستہ نہیں مل سکتا۔ جو کچھ لوگ دیکھتے ہیں یا جانتے ہیں یا پہچانتے ہیں سب اس ذات مقدس کا غیر

ہے۔ اس میں گرفتاری غیر میں گرفتاری ہے۔ لہذا اس کی نفی کرنا لازم ہے اور کلمہ لا اِلٰہَ کے نیچے لاکر اس بے چون و بے چگون ذات کا اثبات کلمہ اِلَّا اللہ سے کرنا چاہیے۔ یہ اثبات ابتدا میں تقلیداً ہوتا ہے اور آخر میں تحقیقاً۔

بعضے ارباب سلوک سے جو نہایت کا ترک نہ پہنچنے کے باعث چوں کو بے چوں تصور کر بیٹھے ہیں اور شہود و معرفت کا اس کی طرف راستہ نکالتے ہیں ارباب تقلیدان سے بدرجہا بہتر ہیں۔ کیوں کہ ان کی تقلید نور نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات سے حاصل ہوئی ہے کہ سہو و خطا کو اس طرف راستہ نہیں مل سکتا۔ اس نہ پہنچنے والی جماعت کا مقتدا اور پیشوا غیر صحیح کشف ہے ع بہ میں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

دیکھ لے ایک راستے کا دوسرے راستے سے کتنا فرق ہے

فی الحقیقت یہ جماعت ذات کی منکر ہے۔ اگرچہ ذات کے مشاہدے کا اثبات کرتے ہیں لیکن نہیں جانتے کہ یہی اثبات عین انکار ہے۔ امام مسلمین امام اعظم کو فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

سبحٰنک ما عبدناک حق تیری ذات پاک ہے جیسا تیری عبادت کا حق عبادتک ولیکن عمر فناک ہے ہم اس طرح تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکے لیکن جیسا تجھے پہچاننے کا حق ہے اس طرح حق معرفتک۔ ہمیں تیری معرفت حاصل ہو چکی ہے۔

عبادت کا حق ادا نہ کرنا تو ظاہر ہے۔ لیکن پوری معرفت کا حصول اس بنا پر ہے کہ اس ذات تعالیٰ شانہ کی نہایت معرفت صرف یہ ہے کہ اس ذات کو بے چونی اور بے چگونی کے ساتھ پہچان لیں۔ کوئی نادان یہ گمان نہ کرے کہ عام و خاص اور مبتدی و منتہی معرفت میں مساوی اور برابر ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ نادان علم و معرفت میں فرق نہیں کر سکا۔ مبتدی کو علم ہے اور منتہی کو معرفت۔ اور معرفت فنا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور یہ دولت فانی کے سوا کسی کو میسر نہیں آتی۔ مولوی روم ثنوی میں فرماتے ہیں:

پہنچ کس رات تا نگر و دوافست نیست راہ در بار گاہ کیریا
کوئی شخص بھی جب تک فنا نہ ہو بارگاہ کبریا تک راہ نہیں پاسکتا

تو یہ معرفت علم کے علاوہ ہے۔

جاننا چاہیے کہ علم متعارف سے اوپر ایک شے ہے۔ جسے معرفت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور

اسے اور اک بسیط بھی کہتے ہیں۔

فریاد حافظ این ہمہ آخر بہر زہ نیست
ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

حافظ کی یہ سب فریاد ہیودہ نہیں، بلکہ قصہ بھی غریب اور بات بھی عجیب ہے

اتصال بے تکلف و بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس

لیک گفتم ناس را ناس نہ ناس غیر از جان جان است ناس نہ

رب تعالیٰ کا لوگوں کی جان کے ساتھ عقل میں نہ آنے والا اور بے کیف اتصال و تعلق ہے۔

لیکن میں نے لوگوں کے ساتھ اتصال کا ذکر کیا ہے، حیوان کے ساتھ نہیں۔ ناس یعنی کالین عارفین

تو صرف جان جان (محبوب حقیقی) کے ساتھ ہی آشنائی رکھتے ہیں۔

اور چونکہ فنا میں لوگوں کے قدم متفاوت ہیں، تو ضرور منتہی لوگوں کے لیے معرفت میں بھی ایک دوسرے پر

فضیلت حاصل ہے۔ جس کی فنا اتم ہے اس کی معرفت بھی اکمل ہے۔ اور جو فنا میں کم درجہ ہے اس کی

معرفت بھی کم درجہ کی ہے۔ اسی طرح اور مراتب بھی۔

سبحان اللہ! بات کہاں پہنچ گئی۔ مجھے تو چاہیے تھا کہ اپنی بے حاصلی، نامرادی، بے استقامتی،

اور بے ثباتی کا تذکرہ کرتا اور دوستوں سے مدد و اعانت طلب کرتا۔ مجھے اس قسم کی باتوں سے

کیا مناسبت ہے

اگر از خوشنق چو نیست جہیں چہ خبر دارد از چہان و چہیں

ماں کے شکم میں پڑا ہوا بچہ جب اپنی ذات سے بھی واقف نہیں تو اودھر اُدھر کی کیا خبر رکھے گا۔

لیکن بلند پایہ ہمت اور سرمایہ والی فطرت اجازت نہیں دیتی کہ انسان اپنی قسم کی چیزوں اور سفلی

قسم کے سرمایہ کی طرف اُتر آئے۔ بلکہ اس طرف توجہ اور التفات بھی کرے۔ بلند پایہ ہمت انسان اگر بات

کرتا ہے تو اسی کی بات کرتا ہے، اگرچہ وہ بھی اس ذات حق کی شان کے سامنے کچھ نہیں ہوتی۔ اور اگر

تلاش کرتا ہے تو اسی کو تلاش کرتا ہے، اگرچہ کچھ بھی نہیں پاتا۔ اگرچہ حاصل کرتا ہے تو اسی کو حاصل کرتا ہے

اگرچہ کچھ بھی حاصل نہیں کرتا۔ اور اگر اسے وصال نصیب ہوتا ہے تو اسی کا وصال نصیب ہوتا ہے، اگرچہ

پھر بھی بے حاصل ہی رہتا ہے۔

لیکن اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم العالیہ کی بعض عبارات میں شہود ذاتی کا جو ذکر واقع ہوا ہے

اس کے معنی ارباب کمال کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ نارسیدہ لوگوں کے لیے اس معنی کا سمجھنا محال اور

و ناممکن ہے۔

دریاد حال پختہ پیچ خام! پس سخن کوتاہ باید والسلام
پختہ آدمی کے حال تک خام آدمی نہیں پہنچ سکتا، لہذا بات مختصر ہی کرنی چاہیے والسلام
آپ نے مکتوب کا عنوان ہوا الظاہر ہوا الباطن کے کلمہ سے مزین و آراستہ کیا تھا۔ مخدوم گرامی
ہوا الظاہر ہوا الباطن بالکل درست ہے۔ لیکن کچھ عرصہ سے فقیر اس عبارت سے توحید کے معنی نہیں
سمجھتا۔ اور اس معنی کے سمجھنے میں علماء کے ساتھ موافق ہے۔ اور علماء کے معنی کی درستی ارباب توحید کے
معنی کی درستی سے فوقیت رکھتی ہے:

کل میسر لما خلق له ہر شخص کو وہی چیز میسر ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے

ع ہر کسے را بہر کار سے ساختند

کارکنان قضا و قدر نے ہر کسی کو کسی کام کے لیے پیدا کیا ہے۔

جو چیز اس فقیر پر لازم و ضروری ہے اور جس کا وہ مکلف ہے وہ اوامر کی بجا آوری اور ممنوعات
سے بچنا ہے

مَا أَمَّاكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوا مَا
نَهَاكُمْ عَنْهُ فَأَتُوا اللَّهَ
جو چیز رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے
روکے اس سے روک جاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے
ڈرتے رہو۔

اور چونکہ انسان کو اخلاص پیدا کرنے کا حکم ہے۔ اور وہ فنا اور محبت ذاتی کے بغیر متصور نہیں
اس لیے فنا کے مقدمات کا حاصل کرنا جنہیں مقامات عشرہ کہتے ہیں ضروری ہے۔ فنا اگرچہ محض
خدا تعالیٰ کی عطا ہے، لیکن اس کے مقدمات اور مبادی کسب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگرچہ بعض کو کسب
مقدمات اور ریاضات و مجاہدات کے ذریعہ مصفا کرنے کے بغیر ہی فنا کی حقیقت سے مشرف
کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں اس کا حال دو صورتوں سے خالی نہیں۔ یا تو اسے معرفت کے آخری
مقام پر ہی کھڑا کر دیتے ہیں۔ یا ناقص لوگوں کی تکمیل کے لیے اسے جہان کی طرف واپس کر دیتے
ہیں۔ تقدیر اول پر اسے مقامات عشرہ مذکورہ کی سیر حاصل نہیں ہوتی۔ اور اسماء اور صفات کی
تجلیات کی تفصیلات سے بے خبر رہتا ہے۔ اور دوسری تقدیر پر جب اسے جہان کی طرف واپس
کرتے ہیں تو اسے مقامات عشرہ مذکورہ کی سیر تفصیل سے حاصل ہوتی ہے اور بے انتہاء تجلیات سے
اسے مشرف کرتے ہیں۔ صورت تو مجاہدہ کی ہوتی ہے لیکن حقیقت میں کمال ذوق و لذت میں ہوتا

ایں کار دولت است کنون نا کرادہند

یہ دولت عظمیٰ کا معاملہ ہے۔ دیکھیے اب یہ دولت کسے عطا کرتے ہیں

یہ نہ کہا جائے کہ جب اخلاص ان مامورات میں ہے جن کا بجالانا واجب اور ضروری ہے اور اس کی حقیقت فنا کے بغیر میسر نہیں آسکتی۔ تو علماء نکوکار اور صالحین نیک اطوار جو حقیقت فنا سے مشرف نہیں ہیں، اخلاص حاصل نہ کرنے پر عاصی اور گنہ گار متصور ہوں گے۔ کیونکہ میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ نفس اخلاص انہیں بھی حاصل ہے، اگرچہ اخلاص کے بعض افراد کے ضمن میں ہو۔ اور فنا کے بعد کمال اخلاص حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس کے تمام افراد کو شامل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ فنا کے بغیر حقیقت اخلاص کے حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ یہ نہیں کہا کہ نفس اخلاص بھی فنا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

مکتوب نمبر (۳۹)

اس بیان میں کہ کام کا دار مدار قلب پر ہے۔ صرف اعمال کی صورتوں اور رسمی عبادتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح کی اور باتوں میں — یہ مکتوب بھی شیخ محمد چتری کو لکھا۔

حق سبحانہ و تعالیٰ حضور سید بشر علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی حرمت کے طفیل جو نظر کی کجی سے آزاد تھے، اپنے ماسوا سے روگردانی اور جناب قدس کی طرف توجہ نصیب فرمائے۔ کام کا دار مدار دل پر ہے۔ اگر دل حق سبحانہ و تعالیٰ کے غیر کے ساتھ گرفتار ہے تو خراب اور ابتر ہے صرف ظاہری اعمال اور رسمی عبادتوں سے کام مکمل نہیں بن سکتا۔ دل کو غیر حق تعالیٰ کی طرف توجہ سے سالم و محفوظ رکھنا اور اعمال صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کے ادا کرنے کا شرعاً حکم ہے، دونوں درکار ہیں۔ اعمال صالحہ بدنیہ کی بجائے آوری کے بغیر دل کی سلامتی کا دعویٰ باطل ہے جس طرح اس جہان میں بدن کے بغیر روح غیر متصور ہے، قلبی احوال کا حصول بھی بدنی اعمال صالحہ کے بغیر محال ہے۔

اس وقت کے بہت سے ملحد اور بے دین اس قسم کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام والتجیۃ کے صدقے ان کے اعتقادات سے نجات دے۔

مکتوب نمبر (۴۰)

مقام اخلاص کے حاصل کرنے کے بیان میں جو شریعت کے تین اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ اور اس جزو کے کمال کرنے میں طریقت اور حقیقت دونوں شریعت حقہ کی خادم ہیں، اور اسی طرح کے دوسرے مسائل میں ——— شیخ محمد چتری کی طرف لکھا۔

مُحَمَّدٌ كَا وَنُصَلِّي عَلَى نَبِيِّهِ وَنُصَلِّمُ۔

مخدوم گرامی! منازل سلوک اور مقامات جذبہ کے طے کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس سیر سلوک سے مقصود مقام اخلاص کا حاصل کرنا ہے۔ جو بیرونی اور اندرونی خداؤں کے فنا ہونے سے وابستہ ہے۔ اور یہ اخلاص شریعت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ کیونکہ شریعت حقہ کے تین جزو ہیں۔ علم۔ عمل۔ اخلاص۔

تو طریقت اور حقیقت دونوں اس جزو اخلاص کو کمال تک پہنچانے میں شریعت کی خادم ہیں۔ اصل بات یہی ہے لیکن ہر شخص کا فہم و ادراک یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اکثر مخلوق خواب و خیال میں آرام کر رہی ہے، اور اکھروٹ و ناریل (معمولی چیزوں) پر کفایت کر چکی ہے۔ شریعت کے کمالات کو کیا جانے طریقت و حقیقت کی ماہیت کو کیا پائے؟ اکثر لوگ شریعت کو پوست اور حقیقت کو مغز خیال کرتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ صوفیوں کی سُکروستی میں نکلی ہوئی باتوں کے دھوکے میں آچکے ہیں، اور احوال و مقامات سے فتنہ میں پڑ چکے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ انہیں راہ راست پر چلنے کی ہدایت دے۔ ہم پر اور تمام صالحین پر سلامتی کا نزول ہو۔



اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کے حسن توفیق سے دفتراول کے حصہ اول کا ترجمہ اختتام کو پہنچا۔
وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ وصحبہ اجمعین وعلینا معہم
برحمته وھو ارحم الراحمین

قطعة تاریخ طباعت

اردو ترجمہ مکتوبات قدسی آیات اول و قراول

نتیجہ فکر

جناب مولانا سید شریف احمد رضا شرافت نوشاہی مدظلہ سجادہ نشین ساہن پال شریف ضلع گجرات

بحمد اللہ از لطف پاک خدا پیایاں شد این نسخہ با صفا

ترتیب آں قطب الانحطاب جناب مجدد ولایت مآب

کہ در انکشاف علوم شہود باقران خود مثل وے کس نبود

بسی مبارک محمد سعید کہ در عہد خود ہست مرد فرید

بعلم و عمل شہر درجہاں بیانش نموده بار دو تہاں

چو شد چاپ این حصہ اولیں مکاتیب فخر زمان زمین

شدہ از نشر آفت سیر او ظہور

کلام تصوف، شراب ظہور

۹۰ ہ ۱۳

کتبہ محمد یوسف خوشنویس ساکن حضرت کیلیا نوالہ ضلع گوجرانوالہ ۲۰ اپریل ۱۹۷۷ء

مکتوبات امام ربانی

حضرت مجتهد الفتاویٰ شیخ احمد رضا بنوری قدس سرہ

از دہ ترجمہ

کتاب تراویح ————— حصہ دوم

تصحیح و حواشی و ترجمہ

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

خطیب امام مسجد خیر الدین گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

مدنی پبلشنگ کمپنی بئدر دہلی

صُحُفٌ مَّطَهَّرَةٌ فِيهَا كُتِبَ قِيَمَةٌ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
آخر آمدن پس پرده تقدیر پدید

یعنی

(اُردو ترجمہ)

مکتوبات امام ربانی

حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرہ

دَفْتَرِ اَوَّل ————— خُصَّصَ لَہُمْ

(تفسیح و حواشی و ترجمہ)

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

خطیب و امام مسجد حضرت انا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

(ناشر)

مدینہ پبلشنگ کمپنی بک ڈوکر ایچی

(جملہ حقوق ترجمہ بحق ناشر محفوظ ہیں)

طبع اول ————— آفسٹ طباعت ————— ۱۹۶۱ء

طابع و ناشر مدینہ پبلشنگ کمپنی - بندر روڈ - کراچی

مطبع مشہور آفسٹ پریس - کراچی

کاتب محمد یوسف خوشنویس گوجر الزوالہ

تعداد دو ہزار ۲۰۰۰

قیمت حصہ اول - دوم - سوئم
مجلد معہ پلاسٹک کور
ملنے کا پتہ

مدینہ پبلشنگ کمپنی - بندر روڈ - کراچی پاکستان

فہرست مضامین اردو ترجمہ مکتوبات دفتر اول حصہ دوم

مضمون	نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ
مکتوب نمبر ۴۱ :	۲۵	بلاشبہ اس کی ذات بے کیف و بے مثال ہے	۲۵
سنت کی متابعت کی ترغیب اور اس میں	۲۵	اس پر کوئی حکم نہیں لگ سکتا۔ وہاں حیرت اور نادانی	۲۵
میں کہ طریقت و حقیقت شریعت کو مکمل کرنے والی	۲۵	ہے یقین اول جو وحدت سے عبارت ہے تمام	۲۵
ہیں اور مقام صدیقیت میں پہنچ کر علوم شرعیہ اور	۲۵	ممکنات میں پایا جاتا ہے۔ جانتا چاہیے کہ اس کی	۲۵
علوم صوفیہ میں کوئی مخالفت نہیں رہتی۔	۲۵	ذات تعالیٰ و تقدس علمائے اہل حق کے نزدیک	۲۵
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم	۲۵	بے کیف اور بے مثال ہے۔ اس کے ماسوا جو کچھ	۲۵
رب العالمین کے محبوب ہیں، جو چیز اچھی اور	۲۵	ہے زائد ہے۔	۲۵
مرغوب ہوتی ہے وہ مطلوب و محبوب کو عطا کرتے	۲۵	مقام صدیقیت میں جو ولایت کا سب سے	۲۵
ہیں۔ اسی لیے آپ کی ملت کو صراط مستقیم فرمایا اور	۲۵	اونچا مقام ہے علوم باطن کی علوم شرعیہ کے ساتھ	۲۵
باقی کو مختلف راستے قرار دیا۔ آپ نے فرمایا بہترین	۲۵	پوری طرح موافقت ہو جاتی ہے۔	۲۵
سیرت محمد کی سیرت ہے نیز آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ	۲۵	مقام نبوت مقام صدیقیت سے اوپر ہے	۲۵
نے مجھے ادب سکھایا، پس بہت ہی اچھا ادب	۲۵	نبی کے علوم اور صدیقی کے علوم میں وحی اور الامام	۲۵
سکھایا۔	۲۵	کا فرق ہے۔	۲۵
مثال کی روشنی میں شریعت، طریقت اور	۲۵	صدقیت کے نیچے جتنے بھی مقامات ہیں	۲۵
حقیقت کے معنی کا بیان۔ سلوک کے راستے کے	۲۵	ان میں قدرے سکر موجود ہوتا ہے۔	۲۵
دوران جو خلاف شریعت امور ظاہر ہوتے ہیں وہ	۲۵	نبی اور صدیقی کے علوم میں دوسرا فرق قطعی	۲۵
سکر وقت کی بنا پر ہوتے ہیں۔ جب اس مقام سے	۲۵	اور ظنی کا ہے۔ نفس کے مطمئن ہو جانے کے باوجود	۲۵
گزار کر آگے لاتے ہیں اور مقام صحو میں لاتے ہیں تو	۲۵	نفس کی صفات باقی رکھنے میں بہت سے فوائد	۲۵
وہ مخالفت زائل ہو جاتی ہے۔ صوفیہ کی ایک جماعت	۲۵	پنہاں ہیں۔	۲۵
سکر کے باعث احاطہ ذاتی کی قائل ہوتی ہے۔	۲۵	حدیث رجعتنا من الجہاد الا صغر	۲۵
علماء احاطہ علمی کے قائل ہیں۔ علماء کی رائے صواب	۲۵	الی الجہاد الا کبر۔	۲۵
کے قریب ہے۔	۲۵	ترک اولیٰ کے ارادے سے بھی اس قدر	۲۵

مضمون	نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ
پیشمانی اور زدامت لاحق ہوتی ہے کہ ایک سال کا کام ایک گھڑی میں میسر آ جاتا ہے۔	۲۸	ہیں اور صرف اسی کو کمال جانتے ہیں۔ مشائخ کے ان اقوال کو جو توحید و جود میں صریح ہیں ان کے ابتداء سے حال پر محمول کرنا چاہیے اور ایسے کلمات انہوں نے علم الیقین کے مقام میں کہے ہیں	۳۲
وہ بھی محبوب کے تابع ہونے کی وجہ سے محبوب قرار پائے گی۔	۲۸	سوال و جواب	۳۲
مکتوب نمبر ۴۲:	۲۹	توحید و جود والاعین الیقین کے مقام سے بہرہ ور نہیں ہوتا۔ ایک مثال سے اس کی وضاحت اکثر اہل زمانہ نے توحید و جود کا دامن پکڑا ہوا ہے بعض نے تقلیداً، بعض نے صرف علمی طور پر بعض نے علم اور ذوق دونوں لحاظ سے اور بعض نے الحاد و زندقہ کے طور پر۔	۳۳
اس بیان میں کہ دل کو غیر حق کی محبت سے صاف کرنے کا بہترین آلہ اتباع سنت ہے۔	۲۹	طریقت اور شریعت ایک دوسرے کا عین ہیں۔ صرف اجمال و تفصیل اور کشف و استدلال کا فرق ہے۔	۳۳
انسان جب تک پرانگندہ تعلقات سے آلودہ رہتا ہے محروم اور مقصد سے دور جدا رہتا ہے۔ الخ	۲۹	ہمارے خواجہ قدس سرہ کا مشرب ایک عرصہ تک توحید و جود رہا۔ آخر کار اس مقام سے آپ کو آگے گزار لیا گیا۔	۳۴
مکتوب نمبر ۴۳:	۳۰	میاں عبدالحق کی نقل سے اس آگے گزرنے کی تصدیق۔ اس حقیر کا مشرب بھی ایک عرصہ تک توحید و جود ہی رہا۔	۳۴
توحید شہودی اور توحید و جودی کے بیان میں۔ اور توحید شہودی کا عقل و شرع کے خلاف نہ ہونا۔ اور مشائخ کے اقوال کو توحید شہودی پر محمول کرنا۔ اور توحید شہودی کا عین الیقین کے مرتبہ میں ہونا۔ توحید شہودی اور جودی کے درمیان فرق اور ہر ایک کے معنی کا بیان اور مثال سے دونوں کی وضاحت۔	۳۱	مکتوب نمبر ۴۴:	۳۴
حسین بن منصور کے قول انا الحق اور ابو یزید بسطامی کے قول سبحانی الخ کا معنی	۳۱	خیر البشر علیہ السلام کی مدح میں اور اس امر کے بیان میں کہ آپ کی شریعت کی تصدیق کرنے والے خیر الامم ہیں اور اس کی تکذیب کرنے والے	۳۴
سوال و جواب	۳۱		
اس زمانہ میں بہت سے صوفیوں کا لباس پہننے والے توحید و جود کو شائع کرنے میں مصروف			

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۳۸	ہے جمعیت ظاہری کی بھی ضرورت ہے۔	۳۴	بدترین بنی آدم ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی متابعت کی ترغیب میں۔
	بہترین مخلوقات بھی انسان ہے اور بدترین مخلوق بھی انسان ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی نوع انسان میں سے ہیں اور ابو جہل عین بھی انسان ہیں سے ہی ہے۔	۳۵	احادیث مدحیہ کا اردو ترجمہ
۳۹	ماہ رمضان المبارک کے فضائل۔	۳۶	لو کہ لما خلق اللہ سبحانہ الخلق الخ
۴۱	مکتوب نمبر ۴۶:	۳۷	آج عمل قلیل کو جو دین کی حقیقت کے ساتھ ہے عمل کثیر کی طرح قبول فرماتے ہیں۔
	اس بیان میں کہ باری تعالیٰ کا وجود اس کی وحدت، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت بلکہ جو کچھ نبی کریم علیہ السلام نے کر آئے سب بدیہی ہے لیکن اس وقت جبکہ قوت مدرکہ باطنی امراض سے محفوظ ہو۔	۳۸	اصحاب کف نے یہ تمام درجات ایک نیکی یعنی ہجرت سے حاصل کیے۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار آپ کی متابعت کی برکت سے مرتبہ محبوبیت تک پہنچتے ہیں۔ اگر ہجرت ظاہری میسر نہ ہو تو ہجرت باطنی ہی کامل طریقہ پر حاصل کرنی چاہیے۔ ظاہر اللہ کے بندوں سے دور رہنے کے باوجود رابطہ قلبی کے طور پر ان کے ساتھ رہنا چاہیے۔
	نظر و فکر کی طرف وہ محتاجی جو کسی مرض کے باعث ہو بداعت کے مخالف نہیں۔ ایمان یقینی کے حاصل کرنے میں مرض قلبی کے ازالے کی فکر ضروری ہے۔ تزکیے کے بغیر یقین کا حاصل ہونا مشکل ہے۔ شریعت و ملت کا منکر مصری کے مٹھاس کے منکر کی طرح ہے۔	۳۹	مکتوب نمبر ۴۵:
۴۱	سیر و سلوک اور تزکیہ و تصفیہ سے مقصود	۴۰	اس بیان میں کہ انسان کی جامعیت جس طرح اس کے کمال کا سبب ہے اسی طرح اس کے نقصان کا باعث بھی ہے۔ اور رمضان شریف کے فضائل کے بیان میں۔
۴۲	آفات معنویہ اور امراض قلبیہ کا ازالہ ہے۔	۴۱	خدا تعالیٰ کے دوست اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ بدن کے ساتھ تعلق بھی خدی تعالیٰ کی معیت میں ایک طرح کی رکاوٹ ہے۔ اس ڈھانچے سے جدا ہونے کے بعد قرب ہی قرب اور اتصال ہی اتصال ہے۔
۴۲	آفات و امراض کے باوجود اگر ایمان ہے تو صرف ظاہری ہے۔	۴۲	آدی کو جس طرح جمعیت باطنی کی ضرورت
۴۳	مکتوب نمبر ۴۷:		
	گذشتہ صدی کے کفار کی شکایت کے بیان		

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۴۵	مکتوب نمبر ۴۸:	۴۳	میں جو غلبہ حاصل کر چکے ہیں اور اہل اسلام کو خوار اور بے اعتبار رکھتے ہیں۔ اور ابتدائے بادشاہت کے وقت ہی ترویج دین کی ترغیب میں۔
۴۵	علماء اور طلبہ علوم کی تعظیم کی ترغیب کے بیان میں۔	۴۳	بادشاہ جہان کے لیے اس طرح سے جس طرح دل بدن کے لیے۔ بادشاہ کی صلاح اور درستی میں جہان کی درستی اور اس کے خراب ہونے میں جہان کی خرابی ہے۔
۴۶	کل قیامت کو شریعت کے متعلق سوال ہوگا، تصوف کے متعلق نہیں ہوگا۔	۴۳	آج جبکہ بادشاہ اسلام کے تخت نشین ہونے کی بشارت خاص دعام کے قانون تک پہنچ چکی ہے سب اہل اسلام پر اس کی مدد و اعانت لازم ہے اور بہترین مدد مسائل شرعیہ کی وضاحت اور عقائد کلامیہ کا اظہار ہے۔
۴۶	جنت میں داخلہ اور دوزخ سے نجات شریعت کی بجا آوری سے وابستہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام شرائع کی دعوت دی ہے۔	۴۳	اس قسم کی مدد علماء اہل حق کے ساتھ مخصوص ہے۔
۴۶	اعلیٰ ترین نیکی شریعت کی ترویج میں کوشش اور اس کے احکام میں سے کسی کا زندہ اور جاری کرنا ہے۔	۴۴	علمائے دنیا کی صحبت نہ ہر قابل ہے اور ان کا فساد متعدی ہے۔ گزشتہ صدی میں دین پر جو بلا و مصیبت بھی ٹوٹی اس جماعت علماء دنیا کی شومی اور بدی سے ہی ٹوٹی۔
۴۶	راہ خدا میں کروڑوں روپے خرچ کرنا اننا ثواب نہیں رکھتا جتنا مسائل شرعیہ میں سے ایک مسئلے کو رواج دینے کا ثواب ہے۔	۴۴	اس زمانہ کے اکثر جملہ صوفی تہا علماء سوء کا حکم رکھتے ہیں۔
۴۶	وہ مال جو تائید شریعت میں خرچ کیا جائے بہت اونچا درجہ رکھتا ہے۔ اور اس نیت سے ایک ٹکڑے خرچ کرنا لاکھوں روپے خرچ کرنے کے برابر ہے۔	۴۴	اپنے آپ کو اس بڑھیا کی طرح قصو کریں جو سوت کی اٹی لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں جا شامل ہوئی۔
۴۶	نفس میں گرفتار طالب علم کی فضیلت نجات یافتہ صوفی پر اور اس پر استدلال	۴۴	مکتوب الیہ کو ترویج شریعت پر ابھارنا۔
۴۶	دعوت و ارشاد کے لیے مخلوق کی طرف لوٹائے گئے صوفی کو نبوت کے فیضان سے حصہ لیتا ہے اور وہ بھی علمائے شریعت میں داخل ہے	۴۵	
۴۶	مکتوب نمبر ۴۹:		

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۵۱	کرنا ہے۔		دو قسم کی دولت جمع کرنے کی ترغیب میں یعنی
	احکام شریعیہ میں سے ایک حکم کی بجا آوری		ظاہر کو احکام شریعیہ کے ساتھ آراستہ کرنا اور باطن کو
	خواہشات نفسانی کے مٹانے میں اپنی طرف سے	۴۷	غیر حق سبحانہ کی گرفتاری سے آزاد کرنا۔
۵۱	ہزار سالہ ریاضات و مجاہدات سے بہتر ہے۔	۴۸	مکتوب نمبر ۵۰:
	برہمنوں اور جوگیوں نے ریاضات کرنے میں	۴۸	کینی دنیا کی مذمت کے بیان میں
۵۱	کوئی کسر اٹھانیں رکھی لیکن بے فائدہ ہے۔		اگر کسی نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد
	حکم شرع کے مطابق بطور زکوٰۃ ایک درہم		میرا مال زمانے میں سب عقل مند انسان کو دینا تو وہ
	ادا کرنا نفس کی دیرانی میں اپنی طرف سے ہزار	۴۸	زاہد کر دینا چاہیے۔
۵۱	دینار صرف کرنے سے بہتر ہے۔	۴۹	مکتوب نمبر ۵۱:
	شریعت کے حکم کے مطابق عید فطر کے روز	۴۹	ترویج شریعت کی ترغیب میں
	کھانا کھانا اپنی طرف سے ہزار سال کے روزوں	۵۰	مکتوب نمبر ۵۲:
۵۱	سے بہتر ہے۔		نفس امارہ کی مذمت اور اس کے مرض ذاتی
	فجر کی دو رکعت نماز باجماعت ادا کرنا اس	۵۰	اور اس کے ازالے کے علاج کے بیان میں۔
	بہتر ہے کہ انسان ساری رات نفل میں گزارے		نفس امارہ کے دعویٰ الوہیت اور شرکت کا
۵۱	اور نماز بے جماعت ادا کرے		بیان اور اس بے سعادت نفس کا شرکت پر راضی نہ
	جب تک نفس پاک نہ ہوا اپنے بہتر ہونے	۵۰	ہونا۔
۵۱	کے مایخو لیا سے آزاد نہیں ہو سکتا۔	۵۰	حدیث قدسی عاد نفسک الخ
۵۲	تزکیہ نفس میں کلمہ طیبہ نافع ترین شے ہے		نفس کی پرورش و راصل خدا کے دشمن کی
	جب نفس سرکشی کے مقام میں اتر آئے تو	۵۰	پرورش ہے۔
	تو کلمہ طیبہ کے تکرار سے اپنے ایمان کی تجدید	۵۰	حدیث قدسی الکبویاء الخ
۵۲	کرتی چاہیے۔	۵۱	دنیا کے ملعون ہونے کا راز
۵۲	مکتوب نمبر ۵۳:		فقر کو فخر محمدی ہونے کا شرف حاصل ہے۔
	اس بیان میں کہ علماء سود کا اختلاف فساد		اس کی وجہ انبیاء کی بغثت سے مقصود اور تکالیف شریعیہ
۵۲	عالم کا موجب ہے۔		میں حکمت نفس امارہ کو عاجز کرنا اور اسے ویران

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۵۶	اس کی بد بختی میں کسے کلام ہے	۵۳	دیندار علماء بہت ہی قلیل ہیں
۵۶	یزید پر لعنت میں توقف کی وجہ		گزشتہ صدی میں علماء کا اختلاف جہان کو
	قطب زماں حضرت مخدوم جہانیاں کی کتابوں	۵۳	بلا و مصیبت میں گرفتار چکا ہے۔
۵۶	کے مطالعہ کی ترغیب ہیں۔		جس طرح جہان کی نجات اور صلاح علماء
۵۶	مکتوب نمبر ۵۵:		سے وابستہ ہے، جہان کا فساد بھی انہی سے تعلق
	اپنے بعض دوستوں کے ساتھ اظہار محبت	۵۳	رکھتا ہے۔
۵۶	کے بیان میں		ایک بزرگ نے ابلیس کو فارغ میٹھا دیکھا
۵۶	حدیث من احب اخا فلا یعلم ایاہ		تو اس کا راز دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا میرا
	اس محبت کے باعث جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ	۵۳	کام اس وقت کے علماء کر رہے ہیں۔
	والسلام کے اقرباء کے ساتھ پیدا ہو چکی ہے	۵۴	مکتوب نمبر ۵۴:
۵۷	بندہ کو بہت امید تھی آپ کی ہے		اس بیان میں کہ مبتدع کی صحبت سے بچنا
۵۷	مکتوب نمبر ۵۶:		ضروری ہے، اور بدترین بدعتی فرقہ شیعہ
۵۷	ایک سید صاحب کی سفارش کے سلسلے میں	۵۴	شیعہ ہے۔
۵۸	مکتوب نمبر ۵۷:		بدعتیوں کی صحبت کا فساد فکر کی صحبت
۵۸	نصیحت کے بیان میں	۵۵	سے زیادہ ہے
	حقیقت اور طریقت حقیقت شریعت		تمام بدعتی فرقوں میں بدترین وہ جماعت
۵۸	عبارت ہے اور اس حقیقت کا راستہ	۵۵	ہے جو اصحاب پیغمبر سے بغض رکھتی ہے
۵۸	مکتوب نمبر ۵۸:		صحابہ کرام سے بغض رکھنے والوں کو اللہ
	اس بیان میں کہ یہ سارا راستہ کل سات قدم	۵۵	تعالیٰ نے قرآن مجید میں کا کر کہا ہے
	ہے۔ اور مشائخ نقشبندیہ نے عالم امر سے ابتدا		صحابہ کرام پر اعتراض قرآن و شریعت
	اختیار کی ہے۔ اور ان بزرگوں کا طریقہ صحابہ کرام	۵۵	پر اعتراض ہے
۵۸	کا طریقہ ہے		حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کا مخالف خطا
	ہمارا راستہ صرف سات قدم ہے دو قدم	۵۶	پر تھا۔
	عالم خلق میں اور پانچ عالم امر میں۔ ان سات	۵۶	یزید بے دولت اصحاب میں سے نہیں ہے

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۵۹	اہل سنت کے مخالف دیدار باری تعالیٰ اور شفاعت کے منکر ہیں۔ یہ لوگ صحت کی فضیلت سے بے خبر ہیں۔ اور اہل بیت رسول علیہ السلام کی محبت سے محروم ہیں	۵۹	قدموں میں سے ہر قدم میں دس ہزار حجابات راستے سے ہٹتے ہیں۔
۵۹	صحابہ کرام کا ابو بکر پر متفق ہونا، اور انہیں آسمان کے نیچے ابو بکر سے بہتر کوئی شخص نہ ملنا۔	۵۹	اول قدم میں افعال کی تجلی رونما ہوتی ہے دوسرے میں تجلی صفات اور تیسرے قدم میں تجلی ذاتیہ کا آغاز ہو جاتا ہے
۵۹	اہل بیت حضرت نوح کی کشتی کی طرح ہیں، اور صحابہ ستاروں کی مانند ہیں اور اس راز کا بیان	۵۹	دوسروں کی نہایت ان کی ابتداء میں درج ہے
۵۹	بعض صحابہ کا انکار تمام صحابہ کا انکار ہے پیغمبر علیہ السلام کی صحت کی فضیلت تمام فضائل سے اوپر ہے۔	۵۹	صحابہ کرام کو خیر البشر علیہ السلام کی پسلی صفت میں ہی وہ کچھ میسر آگیا جو کامل اولیاء کو نہایت پہنچ کر بھی کم ہی نصیب ہوتا ہے
۵۹	اولیں قرنی ادنیٰ درجہ صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکے۔	۵۹	ابن مبارک سے لوگوں نے پوچھا معاویہ افضل ہیں یا ابن عبد العزیز؟ آپ نے فرمایا حضور کی معیت میں حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوئی وہ کئی مرتبے عمر بن عبد العزیز سے افضل ہے۔
۶۰	صحابہ کرام کے آپس میں جھگڑے اور اختلافات صحیح توجیہات پر محمول ہیں اور ان کی خطا اجتہادی خطا تھی۔	۶۰	مکتوب نمبر ۵۹:
۶۰	اہل سنت کا طریقہ افراط و تفریط سے محفوظ ہے علم و عمل تو شرع سے مستفاد ہے اور ان دونوں میں اخلاص طرئی صوفیہ سے وابستہ ہے۔	۶۰	اس بیان میں کہ انسان کے لیے نجات ابدی حاصل کرنے کے لیے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور اہل سنت کی اتباع کے بغیر نجات محال ہے، اور علم و عمل شریعت سے مستفاد ہیں اور اخلاص کا حصول طریقہ صوفیہ کے طریق پر چلنے سے حاصل ہوتا ہے۔
۶۰	سیرالی اللہ اور سیر فی اللہ کے حصول کے بغیر بندہ حقیقت اخلاص سے دور رہتا ہے یعنی تمام اعمال و اقوال میں اخلاص نصیب نہیں ہوتا۔	۶۰	اگر اہل سنت کی اتباع سے بال برابر بھی مخالفت ہے تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔
۶۱	اولیاء اللہ جو کچھ کرتے ہیں صرف حق جل جلالہ	۶۱	

مضمون	نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ
مکتوب نمبر ۶۱ :	۶۳	کے لیے کرتے ہیں۔	۶۳
شیخ کامل کی صحبت اختیار کرنے اور ناقص کی	۶۴	مخلص اور مخلص کے درمیان فرق	۶۴
صحبت سے اجتناب کرنے کے بیان میں	۶۴	علوم صوفیہ سے نفع کا بیان	۶۴
طلب کا ہونا حصول مطلوب کی بشارت دیتا ہے	۶۴	مکتوب نمبر ۶۰ :	۶۴
دولت طلب کو نعمت عظمیٰ تصور کرتے ہوئے	۶۴	نفی خواطر اور دفع وساوس کے بیان میں۔	۶۴
ہر مخالف امر سے بچنا چاہیے	۶۴	دفع وساوس طریقہ حضرات نقشبندیہ میں	۶۴
اگر حقیقت التجار میسر نہ ہو تو اس کی صورت	۶۴	مکمل طور پر حاصل ہے	۶۴
کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔	۶۴	بعض مشائخ نے دفع خواطر کے لیے چلہ کشی	۶۴
شیخ کامل کی ذات تک وصول کے بعد تمام مرادیں	۶۴	کی ہے۔	۶۴
اس کے پیرو کرنی چاہئیں جس طرح میت غسال کے	۶۴	خواجہ احرار قدس سرہ کے کلام میں خواطر	۶۴
ہاتھ میں آتا ہے۔	۶۴	سے مراد	۶۴
فناء اول فناء فی الہیہ ہے۔	۶۴	اس سلسلہ کے مخلصوں میں سے ایک درویش	۶۴
ابتداءً طالب کمال خست اور کمینگی کی حالت	۶۴	اپنا حال یوں بیان کرتا ہے کہ بالفرض اگر عمر نوج	۶۴
میں ہوتا ہے۔ جناب قدس خداوندی سے کچھ منابت	۶۴	بھی اسے مل جائے تو ساری عمر میں کوئی دوسرے	۶۴
نہیں رکھتا۔ لہذا دو طرف تعلق رکھنے والا واسطہ دریا	۶۴	دل پر سے نہیں گزر سکتا۔ بلکہ دوسرے دل میں لاسنے	۶۴
میں چاہیے۔ اور وہ واسطہ شیخ کامل کامل کرنے والا ہے	۶۴	کے لیے اگر سالہا سال تکلف بھی کرے تو نہیں	۶۴
طلب میں سب سے زیادہ فتور ڈالنے والی چیز یہ	۶۴	آسکتا	۶۴
ہے کہ طالب شیخ ناقص کی طرف رجوع کرے جس نے	۶۴	وساوس کو دس دن یا چالیس دن کے چلے کے	۶۴
ابھی کام مکمل نہ کیا ہو اور مسند شیخی پر بیٹھ جائے۔	۶۴	ذریعے تکلف روکنے سے مطلوب کی طرف دوام	۶۴
اس کی صحبت نہ ہر قاتل ہے۔	۶۴	توجہ محال ہے	۶۴
راستے کا دار و مدار صحبت پر ہے گفت و شنید	۶۴	دائمی حفاظت جو اس سلسلہ کے مبتدیوں کو	۶۴
سے کام نہیں بنتا۔	۶۴	میسر آتی ہے وہ ایک دوسری شے ہے	۶۴
مکتوب نمبر ۶۲ :	۶۴	دوام توجہ جسے ہم بیان کر رہے ہیں اس سے	۶۴
اس بیان میں کہ جو جذبہ سلوک سے پہلے	۶۴	مراد یادداشت ہے جو مرتبہ کمال کی نہایت ہے۔	۶۴

مضمون	نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ
ہوتا ہے وہ مقاصد میں سے نہیں ہے بلکہ جو جذبہ	۶۸	افسوس اگر روح اس گرفتاری سے آزاد ہو کر اپنے	۶۳
سلوک کے بعد ہے مقاصد میں سے وہ ہے	۶۹	وطن اصلی کی طرف رجوع نہ کرے۔	۶۳
نہایت کے ہدایت میں درج ہونے سے مراد	۶۹	اگر دنیا میں درد و الم نہ ہوتا تو جو برابر اس	۶۳
مکتوب نمبر ۶۳ :	۶۹	کی قیمت نہ ہوتی	۶۳
اس بیان میں کہ انبیاء علیہم السلام اصول میں	۶۹	حوادث زمانہ کی تلخی کڑوی دوا کی طرح نافع	۶۳
متفق ہیں اور ان کے بعض متفق کلمات کا بیان	۶۹	عام دعوتوں میں لوگ جو کھانا بے خلوص	۶۳
انبیاء کرام علیہم السلام سراسر رحمت ہیں۔	۶۹	پکاتے ہیں اور کھانے والوں کا طعام کے متعلق شک	۶۳
اگران کا وجود شریف نہ ہوتا تو حق سبحانہ بھان کو	۶۹	شکایت صاحب طعام کی شکستہ دلی کا سبب	۶۳
اپنی ذات و صفات سے واقف نہ کرتا۔	۶۹	بنتا ہے یہی شکستہ دلی طعام کی اس ظلمت کو	۶۳
یہ بزرگ گروہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات	۶۹	زائل کر دیتی ہے۔ اور وہ کھانا قبولیت کے	۶۳
حشر و نشر، ارسال رسل، فرشتہ کے نزول اور جنت	۶۹	مقام میں پہنچ جاتا ہے۔	۶۳
و دوزخ میں اتفاق رکھتا ہے۔ صرف بعض فروع	۶۹	عبادت تذل اور انکسار کا نام ہے۔	۶۳
میں مختلف ہے۔	۶۹	پیدائش انسانی سے مقصود اس کی خواری	۶۳
احکام شرعیہ میں تسخیر و تبدیلی حق تعالیٰ کی حکمتوں	۶۹	اور اظہار عجز ہے۔ خاص کر اہل اسلام	۶۳
اور مصالح میں سے ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور کفار	۶۹	مکتوب نمبر ۶۵ :	۶۳
بد کردار کے سرداروں میں فرق	۶۹	اسلام کے کمزور ہونے پر افسوس کرنے اور	۶۳
مکتوب نمبر ۶۴ :	۶۹	تقویت اسلام اور اجراء احکام کی ترغیب کے	۶۳
جسمانی اور روحانی لذت و الم کے بیان	۶۹	بیان میں۔	۶۳
میں اور جسمانی آلام و مصائب کے برداشت کرنے	۶۹	حدیث الاسلام بدء غریباً الخ	۶۳
کی ترغیب میں۔	۶۹	اسلام کی بے کسی اس حد تک پہنچ چکی ہے	۶۳
ہر چیز جس میں جسم کے لیے لذت ہے روح	۶۹	کہ کفار اعلانیہ اسلام پر ہنستہ چینی کرتے ہیں۔ اور	۶۳
کے لیے اس میں الم اور تکلیف ہے۔ وباللکس	۶۹	مسلمانوں کو اسلامی احکام کے اجراء سے روک	۶۳
اس عالم دنیا میں عوام کا لالعام کی روح	۶۹	دیا گیا ہے۔	۶۳
بھی جسم کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ افسوس ہزار	۶۹	حدیث میں وارد ہے لن یؤمن احدکم	۶۳

مضمون	نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ
حقی یقال مجنون	۷۵	گھوڑے کی ناک کا غبار عمر بن عبدالعزیز سے کئی مرتبے بہتر ہے	۷۸
اصحاب کعبہ سے سوائے ہجرت کے اور	۷۵	حضرات خواجگان کا سلسلہ سلسلۃ الذہب ہے	۷۸
کوئی نمایاں عمل صادر نہیں ہوا	۷۶	ان بزرگوں کے طریقہ کی فضیلت دوسرے طریقوں پر اس طرح ہے جس طرح صحابہ کرام کے زمانہ کی فضیلت دوسرے زمانوں پر ہے۔	۷۸
قولی جہاد	۷۶	حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہمارا کام اللہ کے فضل سے وابستہ ہے۔	۷۹
حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کا قول کہ اگر میں پیری مریدی کروں تو کسی پیر کو جہان میں مرید نہ ملے لیکن ہمارے ذمہ ایک اور کام لگایا گیا ہے اور وہ شریعت کی ترویج ہے	۷۶	مکتوب نمبر ۶۷ :	۷۹
حدیث من احب اخا فلیعلم ایامہ	۷۷	ایک محتاج کی سفارش کے سلسلہ میں	۷۹
مکتوب نمبر ۶۶ :	۷۷	اظہار حق میں ایک طرح کی تلخی ہوتی ہے	۷۹
طریقہ نقشبندیہ کی مدح اور دوسروں پر اس کی افضلیت کے بیان میں	۷۷	احوال کے ملوثیات امکان کے لوازم میں سے ہیں۔ بے چارہ ممکن کبھی جلال کا مغلوب ہوتا ہے اور کبھی اس پر جمال کی حکمرانی ہوتی ہے	۷۹
حضرات خواجگان کا طریقہ نہایت کے بدایت میں درج ہونے پر مبنی ہے	۷۷	قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن الخ	۷۹
یہ طریقہ بعینہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے	۷۷	مکتوب نمبر ۶۸ :	۸۰
اصحاب کرام کو خیر البشر علیہ السلام کی اول صحبت میں وہ کچھ میسر آگیا کہ دوسرے ادیبائے امت کو نہایت نہایت پر پہنچ کر بھی اس کا ایک شمع نصیب ہوتا ہے	۷۷	اس بیان میں کہ تواضع ارباب غنا کو زیب دیتی ہے اور استغناء ارباب فقر کو	۸۰
حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل صحبت خیر البشر علیہ السلام کے سبب ادیس قرنی سے افضل ہے	۷۸	اتقیاء امت تکلف اور بناوٹ سے بری ہیں	۸۰
بہترین زمانہ اصحاب کرام کا زمانہ ہے	۷۸	التکبر مع المتکبر صدقۃ	۸۰
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے	۷۸	خواجہ نقشبند کو ایک شخص نے کہا کہ آپ تکبر ہیں۔ آپ نے فرمایا میرا تکبر رب تعالیٰ کی کبریائی کی وجہ سے ہے۔	۸۰

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۸۵	اس بیان میں کہ نعمت عطا کرنے والے کا شکر نعمت والے پر لازم و ضروری ہے	۸۰	حدیث رب اشعث
۸۵	اغنیاء پر فقر کی نسبت کئی گنا زیادہ شکر ضروری ہے	۸۱	فقر اسے آشنائی سے مقصود اپنے پوشیدہ
۸۵	اس امت کے فقراء اغنیاء کی نسبت پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے	۸۱	عبر کے واقفیت اور ان میں موجود برائیوں کا ظہور
۸۵	منعم تعالیٰ کا شکر اولاً تصحیح عقائد اہل سنت کی آراء کے مطابق ضروری ہے۔ اور ثانیاً احکام شریعہ کی بجا آوری کی صورت میں اور ثالثاً سلوک صوفیہ کے طریق کے مطابق تزکیہ نفس کے ساتھ	۸۱	مکتوب نمبر ۶۹:
۸۶	آخری رکن کا وجوب استحضانی ہے، مگر پہلے دو ارکان کا وجوب استحضانی نہیں۔ وہ عمل جو ان تین طریقوں کے خلاف ہے معصیت اور نافرمانی میں داخل ہے۔	۸۳	تواضع کے بیان میں جو موجب رفعت ہے اور اس بیان میں کہ نجات اہل سنت کی متابعت سے وابستہ ہے
۸۶	ہندوستان کے برہمنوں اور یونان کے فلاسفہ کی ریاضتیں کچھ قدر وقعت نہیں رکھتیں۔	۸۳	مکتوب نمبر ۷۰:
۸۶	مکتوب نمبر ۷۱:	۸۳	اس بیان میں کہ آدمی کی جامعیت جس طرح اس کی دوری کا سبب ہے اسی طرح اس کے قرب کا سبب بھی ہے
۸۶	دین کے ساتھ دنیا کا جمع کرنا مشکل ہے اگر حقیقتاً ترک دنیا میسر نہ آئے تو حکماً ہی ترک کرنا چاہیے۔ اگر ترک حکمی بھی میسر نہ ہو تو ایسا شخص منافق کے حکم میں ہے	۸۳	حدیث لا یسعنی ارضی ولا سماء
۸۸	مکتوب نمبر ۷۲:	۸۴	بہترین موجودات بھی انسان ہے اور بدترین موجودات بھی وہی ہے
	دنیا اور اہل دنیا کی خدمت اور غیر نافع علوم کی تحصیل کی مذمت اور فضول مباهات	۸۴	اموال نامیہ اور چرنے والے موشیوں کی زکوٰۃ ادا کرنا
		۸۴	لذیذ کھانا کس نیت سے کھانا درست ہے اور نفیس لباس کس ارادے کے تحت پہنا ٹھیک اگر حقیقت نیت میسر نہ آ سکے تو تکلف کے ساتھ اس نیت پر اپنے آپ کو لانا چاہیے
		۸۴	حدیث فان لم تبکوا فبتا کوا
		۸۵	تمام امور میں علمائے دیندار کے فتوؤں کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہیے
		۸۵	مکتوب نمبر ۷۱:

مضامین	نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ
سے بچنے اور نیک کاموں پر ابھارنے کے بیان میں	۸۸	تعالیٰ کی طرف اس کا تعلق نہیں لڑتا	۹۱
دنیا فی الحقیقت شکر چڑھا ہوا مردار اور	۸۸	اگر دنیا داروں میں سے کوئی اپنے ماتحت کو	
کیڑوں اور مکھیوں سے بھری ہوئی روڑی ہے	۸۸	کسی کام کا حکم کرے اور کوئی خدمت ڈٹ لگائے	
حدیث ما الدنیا والاخرة الا خزانة	۸۸	تو وہ ماتحت کس قدر پھرتی اور حسرتی سے وہ خدمت	
وہ علوم جو آخرت میں کام نہیں آئیں گے		بجالاتا ہے۔ کتنی بری بات ہے کہ رب تعالیٰ کی عظمت	
دنیا میں داخل ہیں	۸۹	اس دنیا دار کی عظمت سے بھی نظر میں کم محسوس ہو۔	
علم نجوم، منطق و فلسفہ اور ان کے مناسب		ایسی روش سے شرم کرنی چاہیے	۹۲
علوم کے حاصل کرنے کا حکم	۸۹	از سر نو ایمان کی تجدید کرنی چاہیے	۹۳
فضول مباحات سے بچنا چاہیے	۸۹	ادائے زکوٰۃ کا آسان طریقہ	۹۳
مشائخ نقشبندیہ نے عزیمت پر عمل کرنا		نفس بالذات سخت کنجوس ہے	۹۳
اختیار کیا ہے اور رخصت سے اجتناب کیا ہے	۹۰	بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں پوری کوشش	
پاؤں دائرہ مباحات سے باہر نہیں رکھنا		کرنی چاہیے	۹۴
چاہیے اور محررات و مشتبہات تک نہیں جانا چاہیے	۹۰	احکام شرعیہ علمائے آخرت سے معلوم	
اس کے برابر اور کون سی عیش ہو سکتی ہے کہ		کرنے چاہئیں۔	۹۴
بندے کا رب اس کے اعمال و کردار سے راضی		علمائے دنیا سے جنہوں نے علم کو مال و جاہ	
ہو۔ اور اس سے زیادہ اور کیا بُرائی ہو سکتی ہے کہ		کا وسیلہ بنایا ہوا ہے دور رہنا چاہیے	۹۴
بندے کا آقا اس کے اعمال سے ناراض ہو۔	۹۰	مقصود عمل ہے نہ کہ صرف علم	۹۴
والدین کا وجود اللہ تعالیٰ کے انعامات		حدیث اشد الناس عذابا يوم القيمة	۹۴
میں سے ہے۔	۹۱	اس گروہ کی محبت کا رشتہ ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے	۹۵
جوانی کے وقت تھوڑے عمل کی وہ قدر		مکتوب نمبر ۷۴ :	۹۵
قیمت ہے کہ بڑھاپے میں اس سے کئی گنا زیادہ		قرارد کی محبت پر ابھارنے اور اتباع شریعت	
کی بھی وہ قدر و قیمت نہیں	۹۱	کی نصیحت کے بیان میں	۹۵
وہ عبادت جس کا شرع محمدی نے حکم دیا ہے		لانہم جلساء الله الخ	۹۶
اور اس سے مقصود بھی بندوں ہی کا نفع ہے۔ حق		کان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستغفر الخ	۹۶

مضمون	نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ
قال صلى الله عليه وسلم رب اشعث الخ	۹۶	انکسار العاصین احب الی من صولة	
ان زلزلة الساعة شيء عظیم	۹۷	المطیعین	۱۰۱
دلاں روز کز فعل پر سند الخ	۹۷	حرام سے بچنا دو قسم ہے۔ ایک قسم حقوق اللہ	
دینا رب تعالیٰ کو ناپسند ہے اور بے قدر	۹۷	سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری قسم حقوق العباد سے	۱۰۱
مکتوب نمبر ۷۵ :	۹۸	حدیث من کانت له مظلمة لایخیه	
سید کوہن کی متابعت پر ابھارنے کے بیان		من عرضہ الخ	۱۰۱
اولاً تبصیح عقائد کی صورت میں، دوم احکام		حدیث لا یزال طائفة من اہل	
عربیہ اور علم حلال و حرام، فرض و واجب اور سنت		ظاہرین الخ	۱۰۲
لے حاصل کرنے کے ساتھ۔ اس کے بعد عالم قدس		مکتوب نمبر ۷۷ :	۱۰۳
طرف پر وار نصیب ہو سکتی ہے	۹۸	اس بیان میں کہ بے کیف اور بے مثال خدا تعالیٰ	
قبلہ توجہ متعدد نہیں ہونا چاہیے	۹۸	کی عبادت کب میسر آتی ہے۔	۱۰۳
مکتوب نمبر ۷۶ :	۹۹	وہ عبادت جو رغبت و خوف کے تحت	
اس بیان میں کہ ترقی تقویٰ سے وابستہ ہے		ہے فی الحقیقت اپنی عبادت ہے	۱۰۳
رفضول مباحات کے ترک پر ابھارنے اور اس		ولایت میں رخ حق تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے۔	
یان میں کہ حرام سے بچنا دو قسم ہے	۹۹	اور نبوت کے ساتھ نیچے لاتے ہیں : اور اس کمال	
مدار نجات دو باتوں پر ہے : ادا کرنا بجالانا		کو خلق کی طرف توجہ کے ساتھ جمع کر دیتے ہیں	۱۰۳
در ممنوعات سے بچنا۔ اور درع کا بیان	۹۹	بعض نے کہا ہے نبی کی ولایت اس کی نبوت	
فرشتے پر انسان کی فضیلت کا سبب		سے افضل ہے	۱۰۳
مباحات میں کھلی آزادی شتہات تک اور شبہ حرام		ہر پیغمبر کی شریعت اس کی نبوت کے مناسب	
اس پہنچا دیتا ہے۔ پس کمال درع و تقویٰ کے حصول		ہوتی ہے	۱۰۳
کے لیے مباحات میں بھی بقدر ضرورت پر اکتفا کرنا		سوال و جواب	۱۰۳
چاہیے۔	۱۰۰	مکتوب نمبر ۷۸ :	۱۰۵
حرام سے اجتناب کو لازم جانتے ہوئے فضول		مسافر در وطن اور سیر آفاقی اور انفسی کے بیان	
مباحات کا دائرہ بھی تنگ رکھنا چاہیے	۱۰۰	میں اور اس بیان میں کہ اس دولت کا حصول صاب	

نمبر	مضمون	صفحہ	مضمون
۸	کا خلاصہ ہے	۱۰۵	شریعت کی اتباع سے وابستہ ہے
۹	اس شریعت کی تصدیق اور اس کے اعمال کی	۱۰۵	حب الوطن من الایمان نقد وقت ہے
۹	بجا آوری تمام گزشتہ شریعتوں کی تصدیق ہے	۱۰۵	سفر در وطن اصول نقشبندیہ میں سے ہے
۹	آں سرور علیہ السلام کا انکار تمام کمالات کا		ایک جماعت کو اگر چاہتے ہیں تو مجذوب
۹	انکار ہے۔ اور آپ کی تصدیق تمام کمالات کی		سالک بنا دیتے ہیں اور بیرونی سیر میں ڈال
۹	تصدیق ہے		دیتے ہیں اور اس سیر کے مکمل ہونے کے بعد
۹	آں سرور علیہ السلام کا منکر سب بدتر ہے	۱۰۶	سیر انفسی کی طرف لاتے ہیں
۹	مکتوب نمبر ۸۰:		اس دولت تک وصول پیدا دلین آخرین
۹	اس بیان میں کہ تہتر فرقوں میں ناجی مسرقہ	۱۰۶	کی اتباع سے وابستہ ہے
۹	اہل سنت و جماعت ہیں		شریعت کی مخالفت کے باوجود بالفرض
۹	فرقہ ناجیہ کی تمیز کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ		اگر احوال و مواجید حاصل ہوں تو وہ استدراج
۹	وسلم نے یہ بیان فرمائی الذین ہم علی ما انا	۱۰۶	میں داخل ہے۔
۹	علیہ و اصحابی	۱۰۶	مطابق حدیث جَدِّ دَوَائِمًا تَكُونُ
۹	اپنے ذکر کے ساتھ صحابہ کرام کا ذکر آپ نے	۱۰۶	حدیث هَلِكِ الْمُسَوِّفُونَ
۹	اس لیے کیا تاکہ واضح ہو کہ حضور کا طریقہ وہی ہے		جب تک ایک بال برابر بھی شریعت کی
۹	جو صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ اور نجات ان کی اتباع	۱۰۷	مخالفت کی راہ کھلی رہے خطرہ موجود ہے۔
۹	کے ساتھ وابستہ ہے اور بس		اہل اللہ پر اعتراض خصوصاً جہاں درمیان
۹	رسول کی اطاعت عین حق تعالیٰ کی اطاعت		میں پیری مریدی کا تعلق ہو، ہرگز نہیں ہونا چاہیے
۹	ہے اور رسول کی نافرمانی عین خدا تعالیٰ کی نافرمانی	۱۰۷	اور اسے زہر قاتل جاننا چاہیے
۹	ہے۔	۱۰۷	مکتوب نمبر ۷۹:
۹	جس جماعت نے خدا کی اطاعت کو رسول کی		اس بیان میں کہ یہ شریعت تمام پہلی شریعتوں
۹	اطاعت کے خلاف تصور کیا ہے ان کے حق میں طرد	۱۰۷	کی جامع ہے۔
۹	ہے مَرِيدُونَ اَنْ يُفِرَّوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهِمْ	۱۰۸	قرآن مجید تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ ہے
۹	آں سرور علیہ السلام کی اطاعت کا دعویٰ کرنا		آں سرور علیہ السلام کی شریعت تمام پہلی شریعتوں

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۱۱۵	اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی	۱۱۱	اور صحابہ کی اتباع کی مخالفت کرنا، ایسا دعویٰ بالکل باطل ہے
۱۱۵	حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے ابتدائیں بیعت کرنے میں توقف کی وجہ	۱۱۱	اس میں شک نہیں صحابہ کرام کی اتباع کو لازم جاننے والے صرف اہل سنت و جماعت ہیں
۱۱۵	صحابہ کرام کے درمیان واقع ہونے والے اختلافات خواہش نفسانی کے تحت نہیں تھے بلکہ وہ اجتماع پر مبنی تھے۔	۱۱۱	شیعہ اور خوارج اتباع صحابہ سے محروم ہیں
۱۱۶	امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۱۱۱	فرقہ معترکہ کا مذہب نیا ایجاد شدہ مذہب ہے
۱۱۶	مکتوب نمبر ۸۱ :	۱۱۱	صحابہ کرام پر نکتہ صینی نبی کریم علیہ السلام پر نکتہ صینی ہے۔ شرعی احکام جو قرآن و حدیث کے راستے ہم تک پہنچے ہیں صحابہ کرام کے واسطے سے پہنچے ہیں۔ اگر وہ مطعون ہیں تو ان کی نقل کی ہوئی چیز بھی مطعون ہوگی۔
۱۱۶	ترتیب اسلام کی ترغیب اور اسلام اور مسلمانوں کے ضعف و بے کسی کے بیان میں	۱۱۲	صحابہ کرام پر نکتہ صینی کرنے والوں کی طرف سے سوال اور اس کا جواب
۱۱۶	گائے کی قربانی ہندوستان میں اسلام کے اعظم شعائر میں سے ہے	۱۱۲	اسد اللہ کی ذات میں تقیہ کا احتمال ماننا
۱۱۶	مکتوب نمبر ۸۲ :	۱۱۲	کم عقلی ہے
۱۱۸	اس بیان میں کہ دل کی سلامتی خدا تعالیٰ کے ہاں کے نسیان کے بغیر ممکن نہیں	۱۱۳	وہ عزت و توقیر جو پیغمبر علیہ السلام اصحاب ثلاثہ کی کرتے تھے اس کا جواب یہ لوگ کیا دیں گے
۱۱۸	مکتوب نمبر ۸۳ :	۱۱۳	قرآن مجید حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع فرمایا ہے۔
۱۱۸	شریعت و حقیقت کے ذریعے جمعیت ظاہر و باطن کے جمع کرنے کی ترغیب کے بیان میں	۱۱۳	ایک شخص کا شیعہ مجتہد سے سوال کرنا اور اس کا جواب
۱۱۸	مکتوب نمبر ۸۴ :	۱۱۳	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے دن تینتیس ہزار صحابہ کرام مدینہ منورہ میں موجود تھے اور ان سب نے برضا و رغبت حضرت صدیق
۱۱۸	اس بیان میں کہ شریعت و حقیقت ایک دوسرے کا عین ہیں الخ	۱۱۳	مقصود یہ بات یہ ہے کہ شریعت و حقیقت ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ فرق اجمال و تفصیل کا ہے۔
۱۱۹		۱۱۹	

مضمون	نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ
اس بیان میں کہ یہ کس قدر عظیم نعمت ہے کہ بندے کے بال ایمان اور نیکی کی حالت میں سفید ہوں اور جوانی میں خوف کو غالب پائے اور بڑھاپے میں امید کو	۱۱۹	حق الیقین کی حقیقت تک رسول کی علامت الخ علم و عمل میں شریعت کے خلاف جس سے بھی کوئی بات صادر ہو کر کے باعث ہے۔	۱۱۹
حدیث من شاب شیبۃ فی الاسلام غفر لہ	۱۱۹	بعض مشائخ کی عبارت میں واقع ہے کہ شریعت حقیقت کا پوست ہے الخ	۱۱۹
مکتوب نمبر ۸۹ :	۱۲۰	ایک سائل نے حضرت خواجہ سے سوال کیا کہ سیر و سلوک سے کیا مقصود ہے؟ اس کا جواب	۱۲۰
ما تم پرسی میں	۱۲۰	مکتوب نمبر ۸۵ :	۱۲۰
انسان کے لیے مطابق حکم کل نفس خائفة الموت موت سے چارہ نہیں	۱۲۰	اعمال صالحہ کے بجالانے کی ترغیب کے بیان میں	۱۲۰
حدیث المیت کا لقیق المتغوث	۱۲۰	آدمی کے لیے جس طرح درستی عقیدہ ضروری ہے اعمال صالحہ کی بجا آوری بھی ضروری ہے۔	۱۲۰
دوسروں کی موت سے عبرت پکڑنی چاہیے	۱۲۰	جامع ترین عبادت نماز ہے	۱۲۰
دنیوی ساز و سامان کی اگر کچھ بھی قیمت ہوتی تو کفار بد کردار کو ایک بال برابر بھی نہ ملتا۔	۱۲۱	حدیث عبادۃ فی الہرج کہ ہجوۃ الی	۱۲۱
مکتوب نمبر ۹۰ :	۱۲۱	دولت و نعمت والوں کی صحبت نہ سرقا تل ہے	۱۲۱
اس امر کی ترغیب میں کہ کلینۃ حق سبحانہ کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ آج اس دولت کا حصول اس بلند مرتبہ طبقہ نقشبندیہ کی توجہ سے وابستہ ہے	۱۲۲	حدیث من تواضع لغنی لغنا الخ	۱۲۲
ان بزرگوں کے طریقہ میں نہایت ہدایت میں درج ہے	۱۲۲	مکتوب نمبر ۸۶ :	۱۲۲
مکتوب ۹۱ :	۱۲۳	دل کو اسوائے حق تبارک و تعالیٰ سے سالم و محفوظ رکھنے کے بیان میں	۱۲۳
اس بیان میں کہ تبصیح عقائد اور اعمال صالحہ کی بجا آوری عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کے دو پیر ہیں۔	۱۲۳	مکتوب نمبر ۸۷ :	۱۲۳
اعمال صالحہ سے مقصود تزکیہ نفس ہے۔	۱۲۳	اس بیان میں کہ یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ خدا تعالیٰ کے دوست کسی کو قبول کر لیں۔	۱۲۳
	۱۲۳	ہم قوم کلا یشتقی جلیسہم الخ	۱۲۳
	۱۲۳	مکتوب نمبر ۸۸ :	۱۲۳

نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ	مضامین
۱۳۱	وسعت قلب کے بارے میں اربابِ فکر کی غلطی کا منشا	۱۲۷	مکتوب نمبر ۹۲:
۱۳۱	یہ قول بھی غلبہٴ فکر کے باعث ہے کہ محمدی جمع الشکر کی جمع سے زیادہ جامع ہے	۱۲۷	اس بیان میں کہ اطمینان قلب ذکر سے ہوتا ہے، استدلال سے نہیں ہوتا
۱۳۲	معلوم ہونا چاہیے کہ جو کچھ سکر میں سے ہے وہ مقام نبوت میں سے ہے	۱۲۷	ذکر سے خدا تعالیٰ کے ساتھ مناسبت پیدا کی جاتی ہے۔ اگرچہ کچھ بھی مناسبت نہیں
۱۳۲	بائزید بسطامی کے پیروکار سکر کو صحیحہٴ فضیلت دیتے ہیں۔ چنانچہ شیخ بسطام فرماتے ہیں لوائی ارفع من لواء محمد۔	۱۲۸	مکتوب نمبر ۹۳:
۱۳۲	اس فقیر کے نزدیک اس طرح کی باتیں دورانِ کار ہیں۔	۱۲۸	اس بیان میں کہ ہر وقت ذکر الہی میں مشغول رہنا چاہیے
۱۳۳	نبوت بہر صورت ولایت سے افضل ہے	۱۲۸	مکتوب نمبر ۹۴:
۱۳۳	علوم شرعیہ سراسر صحیح ہیں۔ اور جو کچھ بھی ان کے خلاف ہے سکر میں داخل ہے	۱۲۹	اس بیان میں کہ بندے پر تصحیح عقائد اور اعمال صالحہ کی بجا آوری لازم ہے
۱۳۳	معنی حدیث لا یسعنی ارضی لاسمائی الخ	۱۲۹	مکتوب نمبر ۹۵:
۱۳۳	مکتوب نمبر ۹۶:	۱۲۹	اس بیان میں کہ انسان ایک جامع نسخہ ہے اور اس کا قلب بھی اسی جامعیت پر پیدا ہوا ہے اور بعض مشائخ کے اقوال جو وسعتِ قلب کے بارے میں واقع ہوئے ہیں حالتِ سکر میں واقع ہوئے ہیں اور ان کی مناسبت تو جہالت اور یہ کہ صحیح سکر سے افضل ہے۔
۱۳۳	نیک کام میں تاخیر و ڈال مٹول سے منع اور زجر اور متابعت شریعت پر ابھارنے کے بیان میں۔	۱۳۰	حدیث ان الله خلق آدم علی صورۃ بعض مشائخ کا قول کہ اگر عرش کو عارف کے دل کے ایک کونے میں ڈال دیا جائے تو اس کا کچھ پتہ نہ چلے گا۔ کیونکہ الخ
۱۳۴	حرام اور مستحبہ امور سے اجتناب کرنا چاہیے	۱۳۰	لیکن مشائخ میں سے اربابِ صحیح جانتے ہیں کہ یہ حکم سکر پر مبنی ہے۔
۱۳۴	نصاب مکمل ہونے کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے	۱۳۱	
۱۳۴	جوانی میں تھوڑے عمل کو زیادہ عمل کی طرح قبول فرماتے ہیں		

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۱۳۴	مبتدی اور منتهی مرجوع برائے دعوت میں فرق	۱۳۴	آج شیطان خدا کے عقود و کرم کے غرور میں مبتلا کر کے ہدایت اور معاصی میں ڈالتا ہے۔
۱۳۵	مقام دعوت کی تعیین میں مشائخ کے اقوال	۱۳۴	دنیا کا گفرا آزمائش کا مقام ہے۔ یہاں پر دوست و دشمن خلط ملط ہیں۔ روز قیامت الخ
۱۳۵	حدیث تنام عینای ولا ینام قلبی الخ	۱۳۵	مکتوب نمبر ۹۷ :
۱۳۵	حدیث لی مع اللہ وقت الخ	۱۳۵	اس بیان میں کہ عبادات شریعہ سے مقصود یقین کا حاصل کرنا ہے
۱۳۶	مکتوب نمبر ۱۰۰ :	۱۳۵	فتا اور بقا سے یقین ہی مقصود ہے معنی
۱۳۶	شیخ عبد البکیر عینی کے قول کہ خدا تعالیٰ	۱۳۶	فتا اور بقا میں ابراہیم بن شیبان کا قول
۱۳۶	غیب کا عالم نہیں پر سوال اور اس کا جواب ہمیں کلام محمدی درکار ہے الخ	۱۳۷	مکتوب نمبر ۹۸ :
۱۳۷	خدا تعالیٰ سے غیب کی نفی کرنا فی الحقیقت رب تعالیٰ کے حکم کی تکذیب ہے	۱۳۷	احادیث شریفہ لاکر نرمی کی ترغیب اور سختی سے روکنے کے بیان میں
۱۳۷	منصور اگر انا الحق اور بسطامی سبحانی کا	۱۳۷	دنیا کی بقا چند روز ہے۔ اور آخرت کا عذاب شدید ہے۔
۱۳۷	غلبات احوال میں نعرہ لگائیں تو معذور ہیں	۱۳۸	مخبر صادق علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا ہے
۱۳۷	اگر اس کلام کے متکلم نے خلق کی ملامت اور ان سے نفرت مراد لی ہے تو بھی قبیح ہے	۱۳۸	نفس الامر کے عین مطابق ہے۔ لاف و کذات نہیں ہے
۱۳۸	شیخ عبد البکیر عینی کے قول کی توجیہ اول	۱۳۸	خواب خرگوش میں کب تک
۱۳۸	دوسری توجیہ اور اس پر دو اشکال کا وارد کرنا۔	۱۳۸	مکتوب نمبر ۹۹ :
۱۳۸	تیسری توجیہ اور اس پر اعتراض	۱۳۸	ایک استفسار کے جواب میں۔
۱۳۹	مکتوب نمبر ۱۰۱ :	۱۳۸	جواب اشکال کے لیے تمہید مقدمہ
۱۳۹	اس جماعت کے رد میں جو کالوں کو نقص تصور کرتی ہے۔	۱۳۹	حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس جوہر نورانی کو
۱۳۹	بسا اوقات جاہل نفس مطمئنہ کو نفس مارہ	۱۳۹	اس تاریک پیکر کے ساتھ جمع کر دیا ہے
۱۳۹	خیال کر کے اس پر الخ	۱۳۹	جب تک نفس و روح کا اجتماع موجود ہے

مضامین	نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ
کفار انبیاء کرام کو دوسرے انسانوں کی طرح	۱۴۹	کر کے حلت کا حکم دیا ہے	۱۵۳
بان کران کے کمالات کے منکر ہوئے ہیں	۱۵۰	بہر حال قینہ کی روایات سودی قرض کی	۱۵۳
مکتوب نمبر ۱۰۲:		حلت کو ظاہر کرتی ہیں	۱۵۳
اس بیان میں کہ سودی قرضے میں اصل		مکتوب نمبر ۱۰۳:	۱۵۳
دوسرے سودوں حرام ہو جاتے ہیں۔ صرف سود		عافیت کے معنی کے بیان میں	۱۵۳
نام نہیں۔	۱۵۰	مکتوب نمبر ۱۰۴:	۱۵۴
کتب فقہ کی طرف رجوع کرنے کے بعد		ماتم پر سی کے بیان میں	۱۵۴
ماہر ہوا کہ ہر عقد جس میں زیادتی ہے اس میں یا		یہاں رہنے کے لیے نہیں لایا گیا بلکہ کام	۱۵۴
معی ہے۔	۱۵۰	کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ لہذا کام کرنا چاہیے	۱۵۴
سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے	۱۵۰	الموت جس یوصل الحبیب الی	۱۵۴
قینہ کی بہت سی روایات اعتماد کے لائق		الحبیب	۱۵۴
میں ہیں۔	۱۵۱	مردوں کی دُعا، استغفار اور صدقہ کے	۱۵۴
اور اگر محتاج سے عاثر یا جائے	۱۵۱	ذریعہ مدد کریں	۱۵۴
عموم احتیاج کو تسلیم کرتے ہوئے میں کہتا		حدیث ما المیت فی القبور الخ	۱۵۴
ہوں الخ	۱۵۱	مکتوب نمبر ۱۰۵:	۱۵۵
میت کے ترکے میں میت کی محتاجی کو کفن		اس بیان میں کہ مریض جب تک مرض سے	۱۵۵
میں منحصر کیا ہے۔	۱۵۱	نجات نہ پائے اسے کوئی غذا فائدہ نہیں دیتی	۱۵۵
ایصال ثواب کے طور پر کھانا پکانے کو		آدمی جب تک مرض قلبی میں مبتلا ہے کوئی	۱۵۵
حتیاجی میں داخل نہیں کیا۔	۱۵۱	عبادت اسے نفع نہیں دیتی، بلکہ مضر پڑتی ہے	۱۵۵
حلال کو حلال جاننا اور حرام کو حرام جاننا		حدیث رَبِّ تَالِ الْقُرْآنِ الخ	۱۵۵
حلال و حرام میں قطعی ہے۔	۱۵۲	حدیث رَبِّ صَائِمٍ لِّسْ لَکَ الخ	۱۵۶
اہل ورع رخصت کی اجازت نہیں دیتے		مرض قلبی غیر حق کے ساتھ گرفتاری کا نام ہے	۱۵۶
بلکہ عزیمت کی تاکید کرتے ہیں	۱۵۲	ہر شخص جو کچھ چاہتا ہے اپنے لیے چاہتا	۱۵۶
لاہور کے مفتیوں نے احتیاج کا دخل تسلیم		ہے الخ۔	۱۵۶

نمبر	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۵۸	خدا تعالیٰ نے حضرت کلیم کے بارے میں یوں خبر دی لَقَدْ آتَيْنَا الْخ	۱۵۶	مکتوب نمبر ۱۰۶:
۵۹	اولیاء اللہ سے چاہے مقدم ہو یا متاخر ہر وقت ظہور خوارق ہوتا ہے۔	۱۵۶	اس بیان میں کہ اس گروہ کی محبت خدا تعالیٰ کی اجل نعمتوں میں سے ہے۔
۵۹	دوسرا سوال: کشف میں القاء شیطانی کا دخل ہو سکتا ہے یا نہیں الخ	۱۵۶	شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں
۵۹	دوسرے سوال کا تفصیلی جواب	۱۵۷	اس گروہ سے بغض رکھنا نہ ہر قائل ہے
۵۹	کرتی بھی القاء شیطانی سے محفوظ نہیں لیکن انبیاء کو اس القاء پر متنبہ کر دیا جاتا ہے۔ اولیاء کے لیے یہ لازم نہیں۔ ولی نبی کے خلاف جو کچھ پائے گا اسے رد کر دیا جائے گا۔	۱۵۷	شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں: واللہ! تو جسے برباد کرنا چاہتا ہے اسے ہم سے اُلجھا دیتا ہے۔
۵۹	غلط کشف القاء شیطانی میں ہی منحصر نہیں الخ علماء کا مختار مذہب یہ ہے کہ شیطان خیر البشر علیہ السلام کی صورت نہیں بن سکتا۔	۱۵۷	مکتوب نمبر ۱۰۷:
۵۹	تیسرا سوال: جب کرامات کا تصرف اور تاثرات کا استدراج دیکھنے میں برابر معلوم ہوتے ہیں تو مبتدی الخ	۱۵۷	سوالات و جوابات میں۔
۶۰	اس سوال کا جواب پوری تفصیل سے	۱۵۷	پہلا سوال: اس کا کیا سبب ہے کہ اولیاء متقدمین سے کرامات کا صدور کثرت سے ہوا بخلاف اس زمانہ کے بزرگوں کے؟
۶۰	تخلیق باخلاق اللہ کے معنی کا تفصیلی بیان الخ	۱۵۷	جواب: اگر اس سوال سے مقصود الخ
۶۱	خوارق و کرامات زندہ کرنے اور مارنے میں منحصر نہیں ہیں۔	۱۵۷	خوارق نہ تو ارکان ولایت میں سے ہیں الخ
۶۱	علوم الہامیہ کی صحت کی علامت	۱۵۸	خوارق کی کثرت فضیلت پر دلالت نہیں کرتی۔
۶۱	حضرت خواجہ باقی باللہ کا قول حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے علوم سب صحیح ہیں۔	۱۵۸	ہو سکتا ہے کہ ولی اقرب سے کرامات کا صدور کم ہو
۶۲		۱۵۸	وہ خوارق جن کا صدور اولیاء امت سے ہوا الخ
۶۲		۱۵۸	ظہور خوارق پر نظر کوتاہ نظری ہے
۶۲		۱۵۸	نبوت و ولایت کے فیوض کے لائق الخ
۶۲		۱۵۸	اکثر متقدمین سے ساری عمر میں صرف پانچ چھ کرامات سے زیادہ کا صدور نہیں ہوا

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
پانے کا نام ہے۔ جب تک دل غیر حق کی گرفتاری میں مبتلا ہے اہل توحید میں سے نہیں ہے	۱۶۲	ہر برائی کے ساتھ ایک خوبی بھی لگی ہوئی ہے	۱۶۲
ایک جانتا جو ایمان میں معتبر ہے دوسرے معنی میں ہے	۱۶۲	مکتوب نمبر ۱۰۸:	۱۶۳
تصدیق ایمانی اور تصدیق وجدانی میں فرق	۱۶۲	اس بیان میں کہ نبوت ولایت سے افضل ہے	۱۶۳
مشائخ کی ایک جماعت نے جو اس بارے میں	۱۶۲	مکتوب نمبر ۱۰۹:	۱۶۴
باتیں کہی ہیں روحان سے خالی نہیں	۱۶۲	سلامتی قلب اور اس کے ماسوائے حق تعالیٰ	۱۶۴
مکتوب نمبر ۱۱۲:	۱۶۴	کو بھلا دینے کے بیان میں	۱۶۴
اس بیان میں کہ اصل کام یہ ہے کہ ہم اہل سنت	۱۶۴	اہل اللہ امراض قلبیہ کے اطباء ہیں	۱۶۴
کے عقائد سے آراستہ ہوں	۱۶۴	ہم قوم کلا یشتقی جلیسہم	۱۶۴
اگر اہل سنت کے اعتقادات نصیب نہ ہوں	۱۶۴	ہم جلساء اللہ	۱۶۴
تو احوال وغیرہ سب استدراج ہیں	۱۶۴	بھرمیطرون وبھرمیزقون	۱۶۴
غلبہ حال میں بعض مشائخ سے آرائے اہل سنت	۱۶۴	باطنی امراض میں سب سے بڑا مرض غیر حق تعالیٰ	۱۶۴
کے خلاف کچھ باتیں صادر ہوئی ہیں الخ	۱۶۴	کے ساتھ دل کی گرفتاری ہے	۱۶۴
کشف والہام کی صورت کی علامت الخ	۱۶۸	غیر حق کی محبت کا غالب ہونا نہایت جہیائی	۱۶۴
مکتوب نمبر ۱۱۳:	۱۶۸	کی بات ہے۔	۱۶۴
مبتدی اور منتہی کے جذبہ میں فرق کے بیان میں	۱۶۸	الحياء شعبة من الايمان سے مراد	۱۶۴
ان اللہ خلق آدم علی صورۃ	۱۶۸	دل کے غیر حق سے گرفتاری سے آزادی کی	۱۶۴
حق کا شہود فنائے مطلق کے بغیر تصور نہیں ہو سکتا	۱۶۹	علامت الخ	۱۶۴
دو شہودوں کے درمیان فرق	۱۶۹	مکتوب نمبر ۱۱۰:	۱۶۵
مکتوب نمبر ۱۱۴:	۱۶۹	اس بیان میں کہ پیدائش انسانی سے مقصود	۱۶۵
سید المرسلین کی متابعت پر ابھارنے کے بیان میں	۱۶۹	وظائف بندگی کا ادا کرنا ہے الخ	۱۶۵
فضیلت متابعت سنت سے وابستہ ہے	۱۶۹	الدنيا ملعونة وملعون ما فيها الا	۱۶۹
اہل ضلالت اور اہل ہدایت کی مثال	۱۷۰	ذکر اللہ الخ	۱۶۹
		مکتوب نمبر ۱۱۱:	۱۶۹
		اس بیان میں کہ توحید دل کا غیر حق سے نجات	۱۶۹

مضمون	نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ
مکتوب نمبر ۱۱۵:	۱۴۱	مکتوب نمبر ۱۱۹:	۱۴۲
اس بیان میں کہ یہ راستہ صرف سات قدم ہے	۱۴۱	شیخ نقذاک صحت کی ترغیب کے بیان میں الخ	۱۴۲
دو عالم خلق میں اور پانچ عالم امر میں	۱۴۱	حدیث لن یؤمن احدکم حتی یقال انه	۱۴۲
مکتوب نمبر ۱۱۶:	۱۴۱	بھنوں -	۱۴۲
اس بیان میں کہ دل کی سلامتی ماسوائے حق	۱۴۱	اس گروہ کی جمعیت عام لوگوں کی جمعیت کے	۱۴۲
کو بھلانے پر موقوف ہے	۱۴۱	الگ ہے -	۱۴۲
دولت مندوں کی صدر نشینی سے درویشوں	۱۴۲	مشائخ طریقت نے طریقہ تمام ہونے سے	۱۴۵
کی جاروب کشی کئی مرتبہ بہتر ہے	۱۴۲	پہلے بھی بعض مریدوں کو تعلیم طریقت کی اجازت	۱۴۴
ساری ہمت اس پر مرکوز کرنی چاہیے کہ	۱۴۲	دی ہے	۱۴۵
یہ چند روزہ زندگی فقر و نامرادی میں گزرے	۱۴۲	مکتوب نمبر ۱۲۰:	۱۴۴
مکتوب نمبر ۱۱۷:	۱۴۳	ارباب جمعیت کی صحت کی ترغیب کے	۱۴۴
اس بیان میں کہ ابتداء میں قلب حس کے	۱۴۳	بیان میں الخ	۱۴۴
تابع ہوتا ہے	۱۴۳	بیان فضیلت صحت -	۱۴۴
من لم یملک عینہ فلیس القلب عندہ	۱۴۳	مکتوب نمبر ۱۲۱:	۱۴۸
استیلا پر پہنچ کر قلب حس کے تابع نہیں رہتا	۱۴۳	اس بیان میں کہ یہ راستہ سات قدم ہے	۱۴۸
مشائخ طریقت نے مبتدی اور متوسط کے	۱۴۳	مکتوب نمبر ۱۲۲:	۱۴۸
یسے شیخ کمال کی صحت سے جدا ہونے کو جائز	۱۴۳	بلند ہمتی کی ترغیب اور جو کچھ ہاتھ میں آجائے	۱۴۸
نہیں رکھا -	۱۴۳	اس کی طرف توجہ نہ کرنے کے بیان میں	۱۴۸
ناجنس کی صحت سے اجتناب سخت	۱۴۳	واقعات پر چنداں اختیار نہ کریں تاویل کا	۱۴۸
ضروری ہے -	۱۴۳	میدان بڑا وسیع ہے	۱۴۹
مکتوب نمبر ۱۱۸:	۱۴۳	خواب و خیال سے ہرگز معذور نہ ہوں -	۱۴۹
اس جماعت کے خوارہ کے بیان میں جواہل	۱۴۳	وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ	۱۸۰
اللہ پر اعتراض کرتے ہیں -	۱۴۳	عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ -	۱۸۰
خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں الخ	۱۴۴		

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اُردو ترجمہ

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

جلد اول — حصہ دوم

مکتوب نمبر (۴۱)

شیخ درویش کے نام صادر فرمایا:

بلند مرتبہ سنت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت کی ترغیب کے بیان میں اور اس امر کے بیان میں کہ طریقت و حقیقت شریعت کو مکمل کرنے والی ہیں۔ نیز اس امر کے بیان میں کہ علوم شرعیہ اور صوفیہ کے اُن علوم کے درمیان جو مقام صدیقیت میں جو دلائل کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے، فائز اور وارد ہوتے ہیں، آپس میں بالکل مخالف نہیں ہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ ظاہر و باطن کو بلند مرتبہ سنت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و التحیۃ سے بظہیر حضور نبی کریم اور آپ کی بزرگ اولاد علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے آراستہ اور مزین فرمائے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم رب العالمین کے محبوب ہیں۔ جو چیز پسندیدہ اور مرغوب ہے وہ مطلوب اور محبوب کے لیے ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے:

یعنی (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم خلق عظیم کے مالک ہو

إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

نیز اللہ تعالیٰ اور تقدس فرماتا ہے:

اے نبی! آپ رسولوں میں سے ہیں اور سید راستے پر قائم ہیں۔

إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

نیز اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے:

إِنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ
فَاتَّبِعُوا وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ
میشک یہی میرا سیدھا راستہ ہے تو اسی کی
پیروی کرو۔ اس کے علاوہ دوسرے مختلف
راستے اختیار نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملت کو صراط مستقیم فرمایا۔ آپ کی ملت کے
سوا دوسرے تمام راستوں کو سُبُل (مختلف راستے) قرار دیا۔ اور ان کی اتباع اور پیروی سے منع فرمایا۔
اور خود حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اظہارِ شکر اور مخلوق کو بتانے اور ان کی ہدایت
کے لیے فرمایا:

خَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:
أَدَّبَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ تَأْدِيبِي
بہترین سیرت محمد کی سیرت ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)
مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور بہت ہی اچھا
سکھایا۔

اور یاد رکھو کہ باطن ظاہر کو تمام و کمال تک پہنچانے والا ہے۔ ظاہر و باطن آپس میں بال برابر بھی ایک
دوسرے کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتے۔ مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے۔ اور دل سے
جھوٹ کا خیال دور رکھنا طریقت اور حقیقت ہے۔ اگر دل سے یہ نفی تکلف اور مشقت سے ہے
تو طریقت ہے۔ اور اگر بے تکلف میسر ہے تو حقیقت ہے۔ تو فی الحقیقت باطن جسے طریقت اور
حقیقت سے تعبیر کرتے ہیں، ظاہر کو ہی جو شریعت ہے تمام و کمال تک پہنچانے والا ہے۔ تو طریقت
و حقیقت کے راستوں پر چلنے والوں کو اگر دورانِ راہ ایسے امور پیش آئیں اور سامنے لائے جائیں
جو بظاہر شریعت کے مخالف ہوں تو وہ امورِ سرک و وقت اور غلبہٴ حال پر مبنی ہیں۔ اگر اس مقام سے
گزر کر آگے لے جائیں اور صحو و ہوش میں لے آئیں تو مخالفت بالکل بے اثر ہو جاتی ہے اور وہ مخالف
شریعت علومِ عباد کی طرح اڑ جاتے ہیں۔

مثلاً، ایک جماعت سکر کے باعث احاطہ ذاتی کی قائل ہوئی ہے، اور ذات حق تعالیٰ و تقدس
کو عالم کا محیط جانتی ہے۔ یہ حکم علماء اہل حق کی آراء کے خلاف ہے۔ علماء حق احاطہ علمی کے قائل ہیں
فی الحقیقت علماء کی آراء و صواب کے زیادہ قریب ہیں جبکہ یہی صوفیہ اس امر کے قائل ہیں کہ ذات
حق تعالیٰ و تقدس پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ اور کسی بھی علم کے ذریعہ وہ ذات معلوم نہیں ہو سکتی۔ تو
پھر اس کی ذات کے بارے میں یہ حکم لگانا کہ وہ ذات سے کائنات کا احاطہ اور اشیاء میں سرایت

کیے ہوئے ہے خود ان کے اپنے قول کے خلاف ہے۔ حق یہی ہے کہ اس کی ذات بے چون و بیچگون ہے۔ اس ذات تک کسی بھی حکم کو راستہ نہیں مل سکتا۔ وہاں تو صرف حیرت و نادانی ہے۔ اور اس مقام میں صرف بھل ہی بھل اور سرگردانی کی حالت ہے۔ احاطہ ذاتی اور سرایت و حلول کا اس بلند و پاکیزہ ذات سے کیا تعلق۔

ہاں ان صوفیہ کی طرف سے جو احاطہ ذاتی وغیرہ کے قائل ہیں یہ عذر پیش کیا جاسکتا ہے کہ ذات سے ان کی مراد تعین اول ہے۔ اور جب وہ اسے متعین کرنے والی ذات (واجب تعالیٰ) سے زائد نہیں مانتے بلکہ تعین اول کو تعین ذات کہتے ہیں۔ اور وہ تعین اول جسے ”وحدت“ سے تعبیر کیا جاتا ہے تمام ممکنات میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ تو اس لحاظ سے احاطہ ذاتی کا حکم درست ہو جاتا ہے۔

یہاں ایک باریک بات ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ و تقدس کی ذات علماء اہل حق کے نزدیک بے چون و بیچگون ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے اس سے زائد ہے۔ وہ تعین اول بھی اگر ان کے ہاں ثابت تسلیم کیا جائے تو وہ بھی زائد ہی ہوگا۔ اور ذات کے دائرہ بے چون سے بھی اس کو باہر ہی مانیں گے۔ لہذا اس احاطہ کو ذات کا احاطہ نہیں کہہ سکتے۔

پس علماء حق کی نظر ان صوفیہ کی نظر سے بلند ہے۔ اور جو چیز صوفیہ کے نزدیک ذات حق ہے وہ ان علماء کے نزدیک ماسوی الشہیں داخل ہے۔ قرب و معیت ذاتی بھی اسی قیاس پر ہے۔ اور معارف باطن کی شرع کے ظاہر علوم کے ساتھ اس حد تک کامل و مکمل موافقت کہ حقیر و معمولی درجہ کی مخالفت بھی باقی نہ رہے، مقام صدیقیت میں جا کر ہوتی ہے جو مقامات ولایت کا بلند ترین مقام ہے۔ اور مقام صدیقیت سے اوپر مقام نبوت ہے۔ وہ علوم جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی کے ذریعہ حاصل ہوئے صدیق پر بطریقہ الہام منکشف ہوئے ہیں۔ ان دونوں علوم کے درمیان وحی اور الہام کے سوا کچھ فرق نہیں۔ تو پھر دونوں علموں میں مخالفت کی گنجائش کہاں ہو سکتی ہے۔ اور مقام صدیقیت سے نیچے جو مقام بھی ہے اس میں قدرے سکر موجود ہوتا ہے۔ ہوش اور صحت نام مقام صدیقیت میں ہے اور بس۔

ان دونوں علموں کے درمیان دو سراسر فرق یہ ہے کہ وحی قطعی اور یقینی چیز ہے اور الہام ظنی۔ کیونکہ وحی فرشتہ کے واسطہ سے ہوتی ہے۔ اور ملائکہ معصوم ہیں۔ ان میں احتمال خطا نہیں ہو سکتا۔ اور الہام کا محل و مقام اگرچہ بلند ہے، اور وہ دل ہے۔ اور دل عالم امر سے ہے۔ لیکن اس کا تعلق عقل اور نفس سے بھی کچھ قدر ہے۔ اور نفس اگرچہ مطمئن ہو چکا ہوتا ہے لیکن

ہرچند کہ مطمئنہ گردد ہرگز صفات خود نگردد

یعنی نفس اگرچہ مطمئنہ ہو جاتا ہے لیکن اپنی صفات سے ہرگز باز نہیں آتا۔

لہذا غلطی اور غلطی کی اس مقام میں گنجائش اور مجال ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مطمئنہ ہو جانے کے باوجود نفس کو اس کی صفات پر باقی رکھنے میں بہت فوائد و منافع ہیں۔ نفس اگر بالکل اپنی صفات کے ظہور سے روک دیا جائے تو اس کی ترقی کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ اس طرح روح فرشتے کے مانند ہو جاتی ہے اور اپنے مقام میں بند ہو کر رہ جاتی ہے۔ روح کی ترقی نفس کی مخالفت کے باعث ہے۔ اگر نفس میں مخالفت نہ رہے تو ترقی کیسے ہو۔ حضور سرور کائنات علیہ من التیمات ائمہا ومن التسلیمات املکھا ایک دفعہ جہاد کفار سے واپس تشریف لائے تو فرمایا:

رجعنا من الجہاد الا صغرا الى الجہاد الاکبر۔ ہم لوگ چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ کر آئے ہیں۔

اس ارشاد مبارک میں آپ نے جہاد بالنفس کو جہاد اکبر فرمایا۔

مطمئنہ کی صفت اختیار کر لینے کے بعد اس کی مخالفت یہ ہوتی ہے کہ وہ ترک عزیمت اور ترک اولیٰ کا ترک ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس مقام میں ترک اولیٰ کا ارادہ بھی مخالفت میں شمار ہوتا ہے۔ لیکن حتی الامکان ترک اولیٰ کا وجود اس سے منظور نہیں ہوتا۔ اور صرف ترک اولیٰ کے ارادے پر اس قدر ندامت و پشیمانی اور بارگاہ قدس خداوندی میں التجاء و زاری ظہور میں آتی ہے کہ ایک سال کا کام ایک ساعت میں میسر آ جاتا ہے۔

ہم پھر اصل بات کی طرف آتے ہیں۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ ہر وہ چیز جس میں محبوب کے اخلاق و عادات پائے جاتے ہوں، محبوب کے ساتھ وابستگی اور اس کے تابع ہونے کی وجہ سے محبوب اور پیاری ہو جاتی ہے۔ اس بیان کی طرف اشارہ اس آیت کریمہ میں ہے:

فَاَتَّبِعُوْنِيْ يُحِبُّكُمْ اللّٰهُ۔ تم لوگ میری پیروی اختیار کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنائے گا۔

لہذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اور پیروی میں کوشش کرنا بندے کو مقام محبوبیت تک لے جاتا ہے، تو ہر عقلمند اور دانش مند پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں ظاہر اور باطن پوری سعی اور کوشش کرے۔

بات لمبی ہو گئی۔ مجھے معذور سمجھیں۔ کلام کا جمال چونکہ جمیل مطلق (رب تعالیٰ) کی طرف سے ہے۔ اس لیے سلسلہ گفتگو جس قدر دراز ہو خوب اور زیبا ہی ہے۔

لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفَذَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا۔
اگر میرے پروردگار کی باتیں لکھنے کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو سمندر ختم ہو جائے گا اس سے پہلے کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں۔ اگرچہ ہم نے آئیں اس سمندر کی مانند اور سمندر بھی مدد کے طور پر

اب دوسری طرف بات لے جانی چاہیے:

اس دعا یہ رقعہ کے حامل مولانا محمد حافظ اہل علم ہیں اور کثیر العیال ہیں۔ اسباب معیشت کی قلت کی بنا پر فوج کی (ملازمت کی) طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اگر سرکار نصرت آثار، سیادت و نقابت و تنگاہ شیخ جیو سے کچھ وظیفہ یا امداد مولانا موصوف کے لیے حاصل اور جاری کر دیں تو یہ آپ کا عین کرم ہوگا آپ کی زیادہ در دوسری ختم کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر (۴۲)

شیخ درویش کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ حقیقت جامعہ قلبیہ سے بغیر حق سبحانہ کی محبت دور اور پاک کرنے کا بہترین آلہ متابعت سنت ہے۔ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔
حق تعالیٰ و سبحانہ تمہیں سلامت اور باقی رکھے۔

آدمی جب تک پراگندہ تعلقات کی میل کچیل سے ملوث ہے مطلوب سے محروم اور دور ہے۔ حقیقت جامع (قلب) کے آئینے کو اس ذات عزوجل کے بغیر کی محبت کے زنگ سے صاف کرنا ضروری ہے۔ اور اس زنگ کو دور کرنے کا بہترین آلہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام والختہ کی روشن سنت کی متابعت ہے۔ کیونکہ اس میل کو دور کرنے کا دار و مدار عادات نفسانی کے اٹھنے اور رسوم ظلمانی کے دفع ہونے پر ہے۔

تو کتنا ہی خوشحال ہے وہ شخص جو اس نعمت عظیم سے مشرف ہو گیا۔ اور افسوس اس شخص پر جو اس

قُطُوْبِي لِمَنْ شَرَّفَ بِهٰذَا
النَّعْمَةِ الْعَظْمَى وَوَيْلٌ لِمَنْ

حُزْمَ مِنْ هَذِهِ الدَّوْلَةِ الْقَضَوِي باند درجہ دولت سے محروم رہا۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ جناب اخوی اعزی میاں مظفر ولد شیخ گہورن مرحوم انشرف اور بزرگ زادہ لوگوں میں سے ہے جماعت (عیال) کثیر اس سے وابستہ ہے۔ رحم و شفقت کا مستحق ہے۔ آپ کی زیادہ در دسری کیا کرے۔ والسلام علیکم وعلیٰ من اتبع الہدای۔

مکتوب نمبر (۲۳)

سیادت پناہ، خوبیوں کے مالک شیخ فرید بخاری کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ توحید دو قسم ہے۔ شہودی اور وجودی۔ اور جو ضروری ہے وہ توحید شہودی ہے۔ کیونکہ اس سے متعلق ہے۔ نیز توحید شہودی عقل و شرع کے خلاف نہیں بخلاف توحید وجودی کے۔ اور مشائخ کے وہ اقوال جو توحید کے بارہ میں ہیں انہیں توحید شہودی پر محمول کرنا چاہیے تاکہ مخالفت کی گنجائش نہ رہے۔ اور توحید شہودی مرتبہ عین الیقین میں ہے جو مقام حیرت ہے۔ اور جب اس مقام سے گزار دیتے ہیں اور حق الیقین تک پہنچاتے ہیں تو انسان اس طرح کے حالات سے ایک طرف ہوجاتا ہے۔ اور اس کے مناسب سوالات و جوابات اور واضح کرنے والی تمثیلات کے بیان میں۔

سَلِّمُکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ سُبْحَانَہُ وَ عَصَمَکُمُ عَمَّا یَصْہَکُمُ وَ صَانَکُمُ عَمَّا شَانَکُمُ (اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمہیں سلامت اور واغدار کرنے والی چیزوں سے محفوظ رکھے اور تمہیں عیب کی باتوں سے بچائے) وہ توحید جو اس بلند گر وہ صوفیہ کو راہ سلوک و فقر میں میسر آتی ہے دو قسم ہے: توحید شہودی اور توحید وجودی۔

توحید شہودی ایک ذات کو دیکھنا ہے۔ یعنی سالک کا مشہود صرف ایک ہی ذات ہو۔ اور توحید وجودی ایک ذات کو موجود جانتا ہے اور اس کے غیر کو معدوم خیال کرنا۔ اور معدوم خیال کرنے کے باوجود کائنات کے آئینوں اور مظاہر کو ایک جانتا۔ پس توحید وجودی علم الیقین کے قبیلہ سے ہے اور توحید شہودی عین الیقین کی قسم سے۔ توحید شہودی اس راہ کے ضروری امور میں سے ہے۔ کیونکہ بغیر اس کے فنا متحقق نہیں ہوتی۔ اور عین الیقین کی (دولت) بھی اس کے بغیر میسر نہیں آتی۔ کیونکہ ایک ذات کے غلبے کے باعث صرف اسے ہی دیکھنا اس کے ماسوا کو نہ دیکھنے کو مستلزم ہے۔ بخلاف توحید وجودی کے کہ وہ اس طرح نہیں۔ یعنی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ علم الیقین توحید وجودی کی معرفت

کے بغیر بھی حاصل ہے۔ کیونکہ علم الیقین اس ذات کے ماسوا کی نفی کو مستلزم نہیں۔ نہایت درجہ یہ ہے کہ اس کے ماسوا کے علم کی نفی کو مستلزم ہے۔ جبکہ اس ایک کے علم کا غلبہ اور زور ہو۔

مثلاً ایک شخص کو وجود آفتاب کا یقین ہو۔ اس یقین کا غلبہ اس امر کو مستلزم نہیں کہ ستاروں کو اس وقت منتفی اور معدوم جانے۔ لیکن جب آفتاب کو دیکھا تو ستاروں کو نہیں دیکھے گا۔ اور اس کے مشاہدہ میں صرف ایک آفتاب ہی ہوگا۔ لیکن اس وقت کہ ستاروں کو نہیں دیکھ رہا، یہ ضرور جانتا ہے کہ ستارے معدوم نہیں ہیں۔ بلکہ یہ جانتا ہے کہ موجود تو ہیں مگر پوشیدہ ہیں اور نور آفتاب کے پر تو کے آگے مغلوب ہیں۔ یہ شخص اس جماعت کے ساتھ جو اس وقت ستاروں کے وجود کی نفی کر رہی ہے، مقام انکار میں ہے اور جانتا ہے کہ ستاروں کے وجود کی نفی کرنا غیر واقعی بات ہے۔ تو توحید وجود جو ایک ذات تعالیٰ و تقدس کے ماسوا کی نفی پر مبنی ہے عقل و شرع کے خلاف ہے۔ بخلاف توحید شہودی کے کہ ایک ذات دیکھنے میں کچھ مخالفت نہیں۔ مثال کے طور پر طلوع آفتاب کے وقت ستاروں کے وجود کی نفی کرنا اور معدوم جاننا خلاف واقع ہے۔ لیکن ستاروں کو اس وقت نہ دیکھنے میں کچھ مخالفت نہیں۔ بلکہ ستاروں کو نہ دیکھنا نور آفتاب کے ظہور کے غلبہ کے واسطہ سے دیکھنے والے کے ضعف بصارت کی بنا پر ہے۔ اگر دیکھنے والے کی آنکھ اسی آفتاب کے نور سے سرنگیں ہو جائے، اور اپنے اندر قوت و استعداد پیدا کر لے تو عین اسی وقت ستاروں کو بھی آفتاب سے جدا دیکھے گی۔ اور یہ دید حق الیقین کے مرتبہ پر ہے۔

پس بعض مشائخ کے اقوال جو بظاہر شریعت حقہ کے مخالفت معلوم ہوتے ہیں اور بعض لوگ انہیں توحید وجودی پر محمول کرتے ہیں۔ جیسے ابن منصور الحلاج کا قول انا الحق اور ابو یزید البسطامی کا سبحانی کہنا اور اس طرح کے اور اقوال۔ اولیٰ اور انسب یہ ہے کہ انہیں توحید شہودی پر محمول کیا جائے اور عقل و شرع کے ساتھ مخالفت کو دور کیا جائے۔ چونکہ غلبہ حال میں ماسوا کے حق سبحانی کے ہر شے ان کی نظر سے پوشیدہ تھی تو ایسے الفاظ ان سے صادر ہو گئے۔ اور انہوں نے حق سبحانہ کے سوا اور کسی شے کو ثابت و موجود نہ مانا۔ انا الحق کا معنی ہے ”حق ہے میں نہیں ہوں“ جبکہ وہ اپنے آپ میں بھی نہیں دیکھتے تو اپنے آپ کو ثابت نہیں کرتے۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ بزرگ اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور خود اپنے کو حق کہتا ہے۔ یہ مفہوم تو صریح کفر ہے۔

یہاں کوئی یہ سوال نہ کرے۔ غیر حق کا اثبات نہ کرنا نفی کی طرف ہی لے جاتا ہے۔ اور وہ بعینہ توحید وجودی ہے۔ کیونکہ ہم کہیں گے کہ ثابت نہ کرنے سے نفی لازم نہیں آتی۔ بلکہ اس مقام میں حیرت

ہی حیرت ہے۔ تمام احکام و ہاں ساقط ہو چکے ہیں۔ اور لفظ سُبْحَانِی میں بھی حق تعالیٰ کی تنزیہ ہے نہ کہ اپنی تنزیہ۔ کیونکہ وہ تو مکمل طور پر اس کی نظر سے اٹھ چکی ہے۔ کوئی حکم اس سے متعلق نہیں ہو سکتا۔ اور اس قسم کی باتیں عین الیقین کے مقام میں جو مقام حیرت ہے بعض کو رونما ہوتی ہیں۔ اور جب ان حضرات کو اس مقام سے آگے گزار دیتے ہیں اور حق الیقین تک پہنچا دیتے ہیں تو پھر ایسے کلمات سے اجتناب کرتے ہیں اور خدا غدالی سے تجاوز نہیں کرتے۔

ہمارے زمانہ میں اس گروہ کے بہت سے لوگ جو صوفیاء کے لباس میں اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں توحید و جود ہی کو عام کرنے میں مصروف ہیں اور اس عام کرنے کو ہی کمال تصور کرتے ہیں۔ اور عین الیقین کے بجائے علم میں ہی رُکے ہوئے ہیں۔ اور مشائخ کے ان اقوال مذکورہ کو اپنے خیالی معانی پر چسپاں کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو مقتدا زمانہ بنائے بیٹھے ہیں اور اپنے بے رونق بازار کو ان تخیلات کے ذریعہ سے چمکار رہے ہیں۔

اور اگر بالفرض مذکورہ بعض مشائخ کی عبارتوں میں ایسے الفاظ بھی ہوں جو توحید و جود پر صراحتاً دلالت کرتے ہوں تو ان الفاظ کو ابتدائی زمانہ اور علم الیقین کے مقام پر محمول کرنا چاہیے۔ اور یہ تصور کرنا چاہیے کہ یہ کلمات ان سے اُس وقت صادر ہوتے ہیں۔ آخر کار ان کو اس مقام سے آگے گزار لیا گیا اور علم سے عین تک پہنچا دیے گئے ہیں۔

یہاں کوئی شخص یہ سوال نہ کرے کہ توحید و جود ہی والے بھی جس طرح ایک جانتے ہیں ایک ہی دیکھتے بھی ہیں۔ لہذا وہ بھی عین الیقین سے کچھ حصہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہم جواب میں کہیں گے کہ اس توحید والوں نے توحید شہودی کی مثالی صورت کو دیکھا۔ اس توحید شہودی سے متصف نہیں ہوئے۔ توحید شہودی کو اپنی اس صورت مثالی کے ساتھ فی الحقیقت کچھ مناسبت نہیں کیونکہ توحید شہودی کے حصول کے وقت صرف حیرت ہی موجود ہوتی ہے۔ اس مقام میں کسی قسم کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ اور توحید و جود ہی والا توحید شہودی کی صورت مثالی کے مشاہدے کے باوجود ارباب علم میں سے ہے کیونکہ وہ ماسوا کے وجود کی نفی کر رہا ہے۔ اور نفی جنس احکام میں سے ایک حکم ہے۔ حیرت اور علم ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ پس اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ توحید و جود ہی والا عین الیقین کے مقام سے کچھ حصہ نہیں رکھتا۔ ہاں توحید شہودی والے کو مقام حیرت کے بعد اگر ترقی واقع ہو تو مقام معرفت میں جو حق الیقین کا مقام ہے پہنچا دیتے ہیں اور اس جگہ علم اور حیرت دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔ اور وہ علم جو حیرت کے بغیر ہے اور حیرت سے پہلے ہے علم الیقین ہے۔

یہ جواب ایک مثال سے واضح ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص خواب میں اس مناسبت کے واسطے سے جو وہ بادشاہت سے رکھتا ہے۔ اپنے آپ کو بادشاہ دیکھا۔ اور بادشاہت کے لوازمات اپنے اندر دیکھے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ وہ شخص بادشاہ نہیں بن گیا ہے۔ بلکہ بادشاہت کی مثالی صورت کو اپنے اندر دیکھا ہے۔ اور فی الحقیقت بادشاہت کو اس مثالی صورت کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہاں یہ شہود اگرچہ مثالی صورت میں ہے لیکن اس شخص کے اس صورت کی حقیقت کے ساتھ متصف ہونے کی استعداد کی خبر ضرور دیتا ہے۔ اگر مشقت کرے اور عنایت خداوندی جل سلطانہ اس کے شامل ہو جائے تو وہ بادشاہت کے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ قوت سے فعل تک بڑا فرق ہے۔ بہت سے لوہے شیشہ بننے کی قابلیت رکھتے ہیں لیکن جب تک آئینہ بن نہیں جاتے بادشاہوں کے ہاتھ میں نہیں پہنچ سکتے اور ان کے جمال سے بہرہ ور نہیں ہوتے۔

۱ میں کس طرف چلا گیا۔ مگر ان دقیق علوم کی تحریر کا باعث اور سبب یہ ہے کہ اس وقت کے بہت سے لوگ بعض تقلیداً، بعض علم کے باعث اور بعض علم اور کچھ قدرے فوق کی بنا پر اور بعض الحاد اور زندگی کے باعث اس توحید و جود کی دامن سے چمٹے ہوئے ہیں اور سب کو حق کی طرف سے جانتے ہیں بلکہ حق جانتے ہیں۔ اور اپنی گردنوں کو تکلیف شرعی کی رسی سے اس بہانے کے ساتھ باہر نکال رہے ہیں اور احکام شریعہ میں مستیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور اس حالت پر خوش وقت اور سرور میں اور شرعی احکام کی بجا آوری کا اگر اعتراف بھی کرتے ہیں تو اسے طفیل جانتے ہیں بمقصود اصلی شریعت کے علاوہ کسی اور شے کو خیال کرتے ہیں۔

حَاشَا وَكَلَّا تَحَرَّ حَاشَا وَكَلَّا
تَعُوذُ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهُ مِنْ هٰذَا
الْاِعْتِقَادِ السَّوِّءِ۔
خدا کی پناہ پھر خدا کی پناہ۔ ہم اللہ سبحانہ کے
پس پناہ لیتے ہیں اس بُرے اعتقاد
سے۔

طریقت اور شریعت ایک دوسرے کا عین ہیں، ان کے درمیان بال برابر بھی مخالفت نہیں۔ فرق صرف اجمال و تفصیل اور استدلال اور کشف کا ہے۔ جو چیز بھی شریعت کے خلاف ہے مردود ہے۔
کل حقیقۃً سادۃ الشریعۃ فہو
زندۃ
ہر حقیقت جسے شریعت رد کر دے مردود
اور باطل ہے۔

شریعت کو قائم رکھتے ہوئے حقیقت کو طلب کرنا مردود کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ ہمیں اور تمہیں سید البشر علی آلہ الصلوٰات والتسلیمات والتجیات کی ظاہر و باطن میں متابعت

پر استقامت نصیب فرمائے۔

معرفت پناہ قبلہ گاہ ہمارے خواجہ (حضرت باقی باللہ صاحب) قدس اللہ تعالیٰ سرہ کچھ تک توحید و جود کی کامشرب ہی رکھتے تھے۔ اور اپنے رسائل و مکتوبات میں خود اس کا اظہار فرماتے تھے۔ لیکن آخر کار اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے انہیں اس مقام سے ترقی عطا فرمائی۔ اور اس توحید و جود کی معرفت کی تنگی سے کھلی شاہراہ پر ڈال دیا۔

میاں عبدالحق نے جو حضرت خواجہ کے مخلصین میں سے ہیں نقل کیا ہے کہ حضرت خواجہ قدس نے اپنی مرض موت سے ایک ہفتہ پہلے فرمایا کہ مجھے عین یقین کے ساتھ معلوم ہو گیا ہے کہ توحید و جود کی تنگ کو چھ ہے۔ شاہراہ دوسری ہے۔ اس سے پہلے میں بھی یہی جانتا تھا۔ لیکن اب ایک یقین حاصل ہو گیا ہے۔ اور یہ حقیر بھی کچھ عرصہ تک حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں ہی توحید و جود کی کامشرب رکھتا تھا۔ اور اس توحید کی تائید میں بہت سے کشفی مقدمات ظاہر ہوتے تھے۔ لیکن خداوند تعالیٰ جل سلطانت کی عنایت و مہربانی نے اس مقام سے گزار کر جس مقام سے چاہا کر دیا۔ اس سے زیادہ گفت گرو طوالت کا موجب ہے۔

میاں شیخ زکریا اپنے ضلع سے بار بار لکھتے ہیں اور آپ کے بلند آستانہ سے نسبت نیاز کا اظہار کرتے ہیں۔ اور تحصیلداروں کے عہدہ سے خائف اور ہراساں ہیں۔ عالم اسباب میں آپ ہی التجاء اور وابستگی رکھتے ہیں۔ آپ کی توجہ عالی کے سوا بظاہر کوئی جائے پناہ نہیں رکھتے۔ وہ ایسے ہیں کہ جس طرح آپ نے ان کو نوازا، آخر تک ان کی دستگیری فرماتے رہیں گے اور حوادثِ زمانہ کے بھڑیوں سے محفوظ رکھیں گے۔ کمال ادب کے باعث آپ کی خدمت میں عرض کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔ اس لیے سفارش کے لیے فقیر کی طرف رجوع کیا ہے اور اپنے حالات کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔ امید ہے کہ ان کی درخواست شرف قبولیت سے ہمکنار ہوگی۔

مکتوب نمبر ۴۴

یہ مکتوب بھی سیادت و بزرگی کے مالک شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔

حضور نبی کریم خیر البشر علیہ السلام کی مدح و ثنا اور اس امر کے بیان میں کہ آپ کی شریعت کو ماننے والے اور اس کی تصدیق کرنے والے سب امتوں سے بہتر امت ہیں اور

آپ کی شریعت کی تکذیب کرنے والے بدترین بنی آدم ہیں۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روش سنت کی پیروی کی ترغیب کے بیان میں۔

آپ کا عالی مرتبہ گرامی نامہ عزیز ترین اوقات میں تشریف لایا۔ بندہ اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ سبحانہ کی حمد و ثنا اور اس کا احسان ہے کہ آپ کو فقر محمدی علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی بات تھ آپ کی ہے۔ فقراء سے محبت اور ان کے ساتھ تعلق اور ارتباط اسی کا نتیجہ ہے۔ نہیں جانتا تصور وار بے سرو سامان اس کے جواب میں کیا لکھے مگر یہ کہ احادیث و کتب سیر میں چند نقل شدہ فقرے جو آپ کے جد بزرگوار اور خیر العرب ہیں کے فضائل و مناقب میں لکھے۔ علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ اتمھا ومن التحيات اکملھا۔ اور اس سعادت نامے کو اپنی نجات آخر دی کا وسیلہ ہے۔ یہ مقصد نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتحيات کی مدح و ثنا کرے۔ بلکہ اپنے کلام کو آپ کے ذکر شریف میں مزین و آراستہ کرے۔

مَا اَنْ مَدَحْتَ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِي

لَكِنْ مَدَحْتَ مَقَالَتِي بِمُحَمَّدٍ

میں اپنے کلام سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح و ثنا نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے کلام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر سے آراستہ کرتا ہوں۔

تو میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے حفاظت و توفیق کا طالب ہوں کہ بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں، تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں۔ قیامت کے روز سب کے زیادہ پیروکار آپ ہی ہوں گے۔ آپ بارگاہِ ایزدی میں سب پہلوں اور پچھلوں سے اکرم و بزرگ ہیں۔ آپ ہی سب سے پہلے سے باہر تشریف لائیں گے، آپ ہی سب سے پہلے شفاعت کریں گے اور آپ ہی کی شفاعت سے پہلے مقبول ہوگی، اور آپ ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے دروازہ بہشت کھول دے گا۔ قیامت کے روز لو! حمد آپ ہی اٹھائے ہوں گے حضرت ام اور ان کے ماسوا سب اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ آپ ہی وہ ذات ہیں کہ خود آپ نے فرمایا کہ میں دنیا میں آمد کے لحاظ سے سب سے پیچھے ہیں مگر قیامت کے روز سب آگے اور پہلے ہوں گے۔ اور آپ نے فرمایا میں بغیر فخر کے کہتا ہوں کہ میں ہی اللہ کا حبیب ہوں اور میں ہی تمام انبیاء کا پیشوا ہوں میں ہی سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والا ہوں، اور محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مومن کو پیدا کیا تو مجھے ان سے بہتر مخلوق میں رکھا۔ پھر اللہ نے انسانوں کے دو گروہ کیے تو مجھے بہتر

گہ وہ میں کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مختلف قبائل میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں سے بہتر قبیلے میں کیا۔ پھر تعالیٰ نے لوگوں کو مختلف گھروں میں تقسیم کیا تو مجھے سب سے بہتر گھر میں پیدا کیا۔ تو میں ذات میں سے بہتر ہوں اور گھر کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں۔ اور محشر میں جب لوگ اٹھیں گے تو میں سب سے اٹھوں گا۔ اور جب لوگ بارگاہ خداوندی کی طرف چلیں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا۔ اور جب خاموش ہوں گے تو میں ان کو خطبہ دوں گا۔ اور جب وہ روک لیے جائیں گے تو میں ان کی شفا طلب کروں گا۔ اور جب وہ مایوس ہوں گے تو میں ان کو بشارت دوں گا۔ بزرگی اور ہر چیز کی پاداش اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام اولاد آدم سے اکرم و اشرف ہوں اور اگر دیر خدمت اور خاطر داری کے لیے ایک ہزار خادم گھومتا ہو گا جو حسن و جمال میں پوشیدہ ہوئے اندوں کی طرح ہو گا۔ اور جب قیامت کا دن ہو گا تو میں امام الانبیاء اور ان کا خطیب ہوں میں ان کا صاحب شفاعت ہوں گا اور کوئی فخر نہیں۔

اگر حضور نے دنیا میں جلوہ فرمانہ ہونا ہوتا تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا نہ کرتا اور نہ اپنی ربوبیت کرتا۔ اور آپ اس وقت نبی تھے جب حضرت آدم ابھی پانی اور مٹی میں تھے۔
نماند بعضیاں کسے درگرو کہ دار و چینیں سید پیشرو
کوئی شخص بھی گناہوں کی وجہ سے گم و نہیں رہے گا جبکہ وہ آپ جیسا سردار پیشوا رکھتا ہے۔
پس یہ بات ضروری ہے کہ ایسے پیغمبر سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کرنے والے
الامم ہوں۔

کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ
تم بہترین امت ہو جو ظاہر کیے گئے ہو۔
ان کا تقد و وقت ہے۔ اور آپ کے کذب بدترین بنی آدم ہوں۔
الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا۔
دیہاتی لوگ کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں۔
ان کے حال کا نشان ہے۔ دیکھیے کس صاحب قسمت کو آپ کی روشن سنت کی پیروی سے نوازا
ہیں اور آپ کی پسندیدہ شریعت کی متابعت سے سرفراز کرتے ہیں۔ آج تھوڑے سے عمل کو
دین کو حق جاننے کی تصدیق سے ملا ہوا ہے عمل کثیر کے مقابلے میں قبول کرتے ہیں۔ اصحاب کمال
جو اس قدر درجات پائے صرف ایک نیکی کے واسطے سے پالیے۔ اور وہ ہجرت کی نیکی تھی جو
نور ایمانی کے ساتھ غلبہ کفار کے وقت اختیار کی۔ مثلاً سپاہی دشمنوں اور مخالفوں کے غلبہ کے
اگر تھوڑا سا تردد بھی کریں تو ان کا وہ قدر اور وہ لحاظ ہوتا ہے جو امن کی حالت میں اس سے کچھ

پر بھی نہیں ہوتا۔

نیز چونکہ سرور دو عالم محبوب رب العالمین ہیں، تو آپ کی متابعت کرنے والے بھی آپ کی متابعت
اسطہ سے مرتبہ محبوبیت تک پہنچ جاتے ہیں کیونکہ محبت جس جس میں بھی اپنے محبوب کے شمول
ادات و اخلاق پاتا ہے انہیں بھی اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ اس سے مخالفین کی برائی کا قیاس بھی
بنا چاہیے۔

محمد عربی کا برو سے ہر دو سراست کسکھ خاک درش نیست خاک بر سراد
محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) جو دونوں جہاں کی آبرو ہیں جو شخص آپ کے دروازے کی خاک نہیں بنتا
اس کے سر پر خاک پڑے۔

اگر ظاہری ہجرت میسر نہ آئے تو ہجرت باطنی ہی کی کامل طور پر رعایت کرنی چاہیے۔ ظاہر لوگوں
اتھرتے ہوئے باطناً ان سے الگ رہنا چاہیے۔ شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی صورت
دے۔

نوروز کا موسم آچکا ہے اور معلوم ہے کہ یہ ایام وہاں کے رہنے والوں کے معاملے کو پراگندگی او
نے میں ڈال دیتے ہیں۔ ہنگامے کے ان ایام کے گزر جانے کے بعد اگر ارادہ خداوندی جل سلطانہ
دفرمائی تو اس امر کا امیدوار ہے کہ ملاقات گرامی کے شرف سے شرف ہوگا۔
گفتگو کو زیادہ دراز کرنا موجب پریشانی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو آپ کے آباد کرام کے
نہ پر ثابت رکھے۔ والسلام علیکم وعلیہم الی یوم القیام۔

مکتوب نمبر (۲۵)

یہ مکتوب بھی سیادت و بزرگی والے شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔

یہ مکتوب آپ نے اپنے پیر و شگیر قدس سرہ کے اس عالم فانی سے رحلت فرمانے کے بعد لکھا۔
چونکہ خانقاہ کے فقراء کی ظاہری تقویت بخاب سیادت پناہ کی طرف منسوب تھی اس لیے اس مکتوب
میں اظہار شکر کیا ہے۔ اور انسان کی جامعیت جس طرح اس کے کمال کا سبب ہے اسی طرح اس کے
نقصان کا بھی سبب ہے۔ اس کا تذکرہ بھی اس خط میں کیا ہے۔ اور ماہ رمضان شریف کے فضائل
اور دیگر مناسب امور بیان کیے ہیں۔

اللہ سبحانہ آپ کو آپ کے آباؤ اجداد کے طریقہ پر ثابت و قائم رکھے۔ اور زندگی کے میں
اور ایام میں آپ کو صدقات اور غم کے اسباب سے سالم اور محفوظ رکھے۔

خدا نے عزوجل کے دوست مطابق حدیث المراء مع من احب (مرد اس کے ساتھ ہوتا ہے
جس کے ساتھ اسے محبت ہو) خدا نے تعالیٰ و تقدس کے ساتھ ہیں۔ بدن کا ساتھ ہونا اس معیت
اتصال میں قدرے مانع ہے۔ اس مادی صورت اور تاریکی سے لبریز شکل سے مفارقت اور جدا
کے بعد سب قرب ہی قرب اور اتصال ہی اتصال ہے۔

الموت جس یوصل الحبيب الی موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے
الحبيب ملا دیتا ہے۔

اس عبارت میں اسی معنی کا بیان ہے۔ اور آیت کریمہ:
مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ
جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ارادہ رکھتا ہے
تو جان لے کہ اللہ کا وعدہ آنے والا ہے۔

میں مشتاق لوگوں کے لیے تسلی بھی ہے اور بیان سابق کی طرف اشارہ بھی فرماتی ہے لیکن ہم
رہ جانے والوں کا حال بزرگوں کی حاضری کی دولت کے بغیر خراب و ابتر ہے۔

اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی روحانیات سے فیض و برکت حاصل کرنا بہت سے شرار
ساتھ مشروط ہے جن کے پورا کرنے کی ہر کسی کو مجال اور ہمت نہیں لیکن صاحب انعام رب تعالیٰ

کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس ہولناک حادثے (پیرو مرشد کی رحلت) اور وحشتناک واقعہ
باوجود ان بے سرو پا فقراء کا مربی اور مددگار دین و دنیا کے سردار علیہ السلام الصلوٰۃ والتسلیم

کے اہل بیت میں سے ہی بن گیا ہے۔ جو اس بلند سلسلے کے انتظام کا سبب اور نسبت نقشبند
جمعیت کا واسطہ اور ذریعہ ہو چکا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ان بلا میں یہ نسبت بہت ہی نادر

غریب ہے۔ اور اس نسبت والے ان ممالک میں بہت ہی کم ہیں کیونکہ یہ اہل بیت کی نسبت
تو اس کا مربی اور اس کو تقویت دینے والا بھی اہل بیت سے ہی ہونا چاہیے۔ تاکہ اس دولت عظمیٰ

کسی اور کے ذمے نہ پڑے۔ تو جس طرح نسبت نقشبندیہ کی نعمت قصویٰ کا شکر فقراء پر لازم ہے۔
دولت کا شکریہ بھی ان پر ضروری ہے۔ انسان جس طرح جمعیت باطن کا محتاج ہے اسی طرح ظاہری

کا بھی محتاج ہے۔ بلکہ یہ محتاجی مقدم ہے۔ بلکہ انسان تمام مخلوق سے زیادہ محتاج ہے۔ اور اس کی
محتاجی اس کی جامعیت کی بنا پر ہے۔ جو ضروریات ساری مخلوقات کو فرداً فرداً درکار ہیں تنہا انسان

اور کاریں۔ اور انسان جس جسے کا محتاج ہے اس کے ساتھ اس کا تعلق بھی ضروری ہے۔ اس لحاظ سے اس کے تعلقات سب سے زیادہ ہیں۔ اور یہ تعلق جناب قدس خداوندی جل سلطانہ سے روگہ دانی کا سبب ہے۔ اس بنا پر تمام مخلوقات سے محروم ترین شے انسان ہی ہے۔

پایہ آخر آدم است و آدمی! گشت محروم از مقام محسوس
گر نہ گرد باز مسکین زین سفر نیست ازوئے ہیچکس محروم تر

آخری مرتبہ انسان ہی کا ہے۔ لیکن آدمی حق تعالیٰ کے محرم راز ہونے کے مقام سے محروم ہو چکا ہے۔ یہ مسکین اگر سفر سے واپس نہ لوٹا اور محرم ہونے کے مقام کو نہ پایا تو پھر اس سے زیادہ کوئی محروم اور بد قسمت نہیں۔

حالانکہ تمام مخلوقات سے افضل ہونے کی علت بھی انسان کی ہی وصف جامعیت ہے۔ اسی بنا پر اس کا آئینہ سب سے زیادہ مکمل ہے۔ اور جو کچھ کائنات کے شیشوں میں فرداً فرداً ظاہر ہے وہ سب کچھ صرف اکیلے انسان کے آئینہ میں ظاہر ہے۔ تو اس لحاظ سے بہترین خلایق بھی انسان ہی ہے اور گزشتہ اعتبار سے بدترین مخلوق بھی انسان ہی ہے۔ اس لیے کہ نوع انسان سے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ علی آلہ الصلوٰات والتسلیمات بھی ہیں اور ابو جہل علیہ اللعنتہ بھی۔ اور اس بات میں کچھ شک نہیں کہ تو فیق خداوندی عز وجل سے ان فقراء کی جمعیت ظاہری کے کفیل آپ ہی ہیں۔ اور المولد ستر (بیٹا اپنے باپ کا راز ہوتا ہے) کے مطابق باطنی جمعیت کے کفیل ہونے کی مکمل امیداری بھی آپ سے ہی ہے۔

اور چونکہ آپ کا صحیفہ گرامی اور بلند مرتبہ عنایت نامہ ماہ رمضان المبارک میں موصول ہوا، سست میں گزرا کہ اس عظیم القدر مہینے کے فضائل و مناقب احاطہ تحریر میں لائے۔

جاننا چاہیے کہ ماہ رمضان شریف بہت فضیلت والا مہینہ ہے۔ نفل عبادات، نماز، ذکر، صدقہ وغیرہ جو اس ماہ میں ادا ہوں دوسرے ایام کے قرائن کے برابر ہیں۔ اور اس مہینہ میں ایک فرض ادا کرنا دوسرے مہینوں میں ستر فرض ادا کرنے کے برابر ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کسی کا روزہ افطار کرائے اسے بخش دیا جاتا ہے اور اس کی گردن کو آتش دوزخ سے آزادی مل جاتی ہے اور اسے اس روزہ دار کا اجر و ثواب عطا ہوتا ہے، بغیر اس کے کہ خود اس روزہ دار کا ثواب کم ہو۔

اسی طرح جو شخص اس ماہ میں اپنے غلاموں اور نوکروں سے کام لینے میں تخفیف کرے، اللہ

سبحانہ و تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور اسے آتش دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔ اور رمضان شریف کے مہینے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ ہر قیدی کو آزاد کر دیتے تھے، اور جو چیز بھی کوئی آپ سے مانگتا اور سوال کرتا آپ اسے دیتے تھے۔ اگر کسی کو اس ماہ میں خیرات اور اعمال صالحہ کی توفیق ملی گئی تو تمام سال اسے یہ توفیق ملی رہے گی۔ اور اگر یہ مہینہ تفرقہ اور پرہیزگندگی میں گزرا تو سارا سال وہ تفرقہ کا ہی شکار رہے گا۔ حتیٰ المقدور جس قدر میسر آ سکے اس ماہ میں جمعیت کے ساتھ کوشش کرنی چاہیے اور اس مہینہ کو غنیمت جانتا چاہیے۔

اس ماہ کی ہر رات میں ہزار شخص کو جو دوزخ کا مستحق ہوتا ہے آزادی ملتی ہے۔ اس مہینہ میں بہشت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شباطین کو زنجیروں میں جکڑ کر ڈالی دیتے ہیں اور رحمت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔

افطار میں جلدی اور سحری کھانے میں دیر کرنا سنت ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں مبالغہ کرتے تھے اور اس پر زور دیتے تھے۔ شاید سحری میں تاخیر اور افطار میں جلدی کرنے میں اپنے عجز و محتاجی کا اظہار ہے، جو مقام بندگی کے مناسب ہے۔

روزہ کھجور سے اقطار کرنا سنت ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام افطار کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

ذَهَبَ الظَّمْأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُونُ
وَتَبَّتْ الرُّجُفُ وَأُفْتُتِ السُّبُحُ
پیاں چلی گئی، رگیں تر ہو گئیں اور اجر و ثواب
ان شاء اللہ تعالیٰ ثابت ہو گیا۔

ادائے تراویح اور ختم قرآن اس ماہ میں موکدہ سنتوں میں سے ہے اور بے شمار اچھے نتائج لاتا ہے۔ اللہ سبحانہ اپنے حبیب علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات والتجات کی حومت کے صدقے توفیق بخشنے۔

آپ کی در دسری کے لیے دوسری بات یہ ہے کہ آپ کا غایت نامہ عین رمضان شریف میں پہنچا۔ ورنہ حکم کی بجا آوری میں اپنے آپ کو معاف نہ کرتا۔ اس ماہ مذکور کے بعد بات کرنا غیب پر حکم لگانا ہے اور درازی امید سے خبر دیتا ہے۔ بالجمہ جو کچھ جناب کی مرضی ہو فقیر اس میں اپنے آپ کو معاف نہیں رکھے گا۔ کیونکہ آپ کے ظاہری اور باطنی حقوق ان فقراء پر ثابت ہیں۔ حضرت قبلہ گاہی (پیر و مرشد) قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ”شیخ جیو (شیخ فرید) کے حقوق تمام پر ثابت اور مقرر ہیں۔ اس جمعیت کے باعث وہی ہیں۔“ حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیشہ پسندیدہ اعمال کی توفیق سے سرفراز رکھے۔ نبی کریم اور آپ کی

آل علیہم الصلوٰات والتسلیمات کی حرمت کے صدقے۔
اس سے زیادہ سراسر دروسری ہے۔

مکتوب نمبر (۴۶)

یہ مکتوب بھی سیادت و بزرگی کے مالک شیخ فرید کی طرف سداور فرمایا۔

اس بیان میں کہ باری تعالیٰ و تقدس کا وجود یوں ہی اس کی وحدت، بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت، بلکہ وہ تمام چیزیں جنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر آئے سب کی سب بدیہی ہیں۔ دلیل اور ثبوت کی محتاج نہیں۔ علماء کرام نے ان مذکورہ مفہومات کے بدیہی ہونے پر بہت کچھ لکھا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو آپ کے آبائے کرام کے طریقہ پر قائم رکھے۔ آپ کے سب سے پہلے اور افضل باپ جناب نبی کریم پر اولاً اور باقی پر ثانیاً صلوٰۃ و سلام کا نزول ہو۔

باری تعالیٰ و تقدس کا وجود اسی طرح اس ذات سبحانہ کی وحدت بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت بلکہ وہ تمام چیزیں جو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے سب بدیہی ہیں قوتِ مدرکہ کی آفاتِ ردیہ اور امراضِ معنویہ محفوظ ہونے کی صورت میں کسی منکر و دلیل کی طرف محتاج نہیں۔ ان میں نظر و فکر کی ضرورت و وجود مرض اور ثبوتِ آفت کے زمانہ تک ہے۔ مرضِ قلبی سے نجات اور پردہ بصری کے اٹھ جانے کے بعد یہ سب چیزیں بدیہی ہو جاتی ہیں جس طرح صفراوی مرض والا شخص جب تک مرضِ صفراوی میں گرفتار ہے، اگر اور مصری کا میٹھا ہونا اس کے نزدیک محتاجِ دلیل ہے۔ لیکن اس مرض سے خلاصی پانے کے بعد وہ دلیل کا کچھ محتاج نہیں رہتا۔ وہ احتیاج جس کا منشا وجودِ مرض ہے، اس کی بیداشت سے کوئی منکر نہیں۔ بھینگا بے چارہ جسے ایک شخص دو نظر آتے ہیں، اور وہ ایک کو ایک نہیں جانتا، معذور ہے۔ بھینگے آدمی میں مرض کا پایا جانا وحدتِ شخص کو بیداشت سے نہیں نکالتا۔ اور نظر و فکر کا محتاج نہیں بنا دیتا۔

اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ استدلال کی جولانگاہ بہت ہی تنگ ہے اور دلیل کے ذریعے یقین کا حاصل ہونا بہت دشوار ہے۔ لہذا ایمان سے تعلق رکھنے والے یقین کو حاصل کرنے کے لیے مرضِ قلبی کے ازالے کی منکر نہ ماضوری ہے۔ مرضِ صفراوی میں مبتلا آدمی کے لیے مصری کے

میٹھا ہونے پر دلیل قائم کرنے کی نسبت اس کے مٹھاس کا یقین حاصل کرنے کے لیے مرض صفراء کا ازالہ زیادہ ضروری ہے۔ دلیل سے کیا یقین حاصل ہوگا جبکہ اس کا وجدان اور ذوق مرض صفراء کے باعث مصری کے کڑوا ہونے کا فیصلہ کر رہا ہے۔

اسی طرح ہمارے اس مسئلہ میں نفس امارہ اپنی ذات کے لحاظ سے احکام شرعیہ کا منکر ہے اور اپنی اخت و طبع کے باعث ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہے۔ لہذا دلیل پیش کرنے والے کے وجدان کے انکار کے ہوتے ہوئے ان احکام صادقہ شرعیہ کے بارے میں یقین کا حاصل ہو جانا بہت مشکل ہے۔ اس لیے سب سے پہلے نفس کا تزکیہ کرنا ضروری ہے۔ بغیر تزکیہ نفس دولت یقین کا میسر آنا دشوار ہے:

قَدْ أَقْلَحَ مَنْ زَكَّهَا، وَقَدْ خَابَ
مَنْ دَسَّهَا۔
بیشک فلاح پا گیا وہ جس نے تزکیہ نفس کر لیا،
اور نامراد ہو گیا وہ جس نے نفس کو براہیوں میں
چھپا دیا۔

اس بحث سے واضح ہو گیا کہ اس غالب شریعت اور اس ظاہر و طاہر ملت کا منکر ویسا ہی ہے جیسا مصری کے مٹھاس کا منکر۔ ج

خوشید نہ مجرم ار کسے بین نیست
سورج کا کیا جرم ہے اگر کوئی خود ہی نابینا ہو

توسیر و سلوک اور تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے مقصود آفات معنوی اور امراض قلبی کا ازالہ ہے۔ جس کی طرف آیت کریمہ فی قُلُوبِهِمْ قَسْرًا (ان کے دلوں میں مرض ہے) اشارہ کر رہی ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ ازالہ امراض کے بعد ہی انسان حقیقت ایمان سے موصوف ہوتا ہے۔ آفات امراض کی موجودگی میں جو ایمان ہے وہ صرف ظاہری ایمان ہے۔ کیونکہ نفس امارہ کا وجدان و ذوق ایمان کے خلاف اور حقیقت کفر پر مقرر رہتا ہے۔ اس قسم کا ایمان اور اس قسم کی تصدیق محض ظاہری ہے اور مرض صفراء میں مبتلا شخص کی طرح ہے جو قند و نبات کی حلاوت کا اقرار تو کرتا ہے، لیکن اس کا وجدان اس کے اقرار کے خلاف ہوتا ہے۔ شکر کی حلاوت کا حقیقی یقین مرض صفراء کے زائل ہونے کے بعد ہی میسر آسکتا ہے۔ اس لیے نفس کے مطمئن ہو جانے اور تزکیہ کے بعد ہی حقیقت ایمان اپنی صورت دکھلاتی ہے اور اس وقت ہی ایمان وجدانی کیفیت کے سانچے میں ڈھلتا ہے۔ اور اس قسم کا ایمان زوال کے خطرہ سے محفوظ ہوتا ہے۔ اور آیت:

أَلَا إِنَّ أَوَّلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ
سُن لو کہ جو اللہ کے ولی ہیں انہیں نہ کسی طرح کا
خوف ہے اور نہ غم۔

انہیں کی شان پر صادق آتی ہے۔

اللہ سبحانہ ہمیں اس کامل اور حقیقی ایمان سے بحرمت بنی امی قرشی علیہ علی آلہ من الصلوٰات افضلہا
ومن التسلیمات اکملہا مشرف ہوئے۔

مکتوب نمبر (۴۷)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔

پہلے زمانے کی شکایت کے سلسلے میں جب کہ کفار نے غلبہ حاصل کر لیا تھا اور اہل اسلام
خوار اور بے اعتبار ہو چکے تھے۔ اور اس بات کی ترغیب میں کہ ابتدائے حکومت میں ہی اگر دین کی
ترویج و اشاعت میسر آجائے تو بہتر ہے۔ تاکہ ایسا نہ ہو جائے کہ کوئی گمراہ اور گمراہ کمندہ
درمیان میں آکر دے اور کارخانہ اہل اسلام کو درہم برہم کر دے۔ جیسا کہ اس سے قبل ہو چکا ہے۔
اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے آبائے کرام کے طریقہ پر ثابت رکھے۔ ان آبائے کرام میں سب سے
افضل سردار دو جہان پر پہلے اور باقی پر بعد میں صلوٰۃ و سلام اور تحبہ کا نزول و ورود ہوتا رہے۔
”بادشاہ جہان کے لیے اس طرح ہے جس طرح دل بدن کے لیے۔ اگر دل ٹھیک ہے تو بدن
ٹھیک ہے۔ اور اگر دل خراب ہے تو سارا بدن خرابی کا شکار ہوگا۔ بادشاہ کی درستی جہان کی درستی
ہے اور بادشاہ کا خراب ہونا ملک کو خرابی میں ڈال دیتا ہے۔“

آپ جانتے ہوں گے کہ گزشتہ زمانے میں اہل اسلام کے سروں پر کیا کچھ گزر چکا ہے۔ ابتدائے
اسلام کے وقت جبکہ مسلمان تعداد میں بہت تھوڑے تھے اس وقت بھی اہل اسلام کی کس میرسی
اس حد کو نہیں پہنچی تھی۔ کیونکہ مسلمان اپنے دین پر قائم تھے اور کفار اپنے طریقہ پر۔ آیت کریمہ:
لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ
تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔

اسی معنی کو بیان کرتی ہے۔

اس سے قبل کفار علانیہ غلبہ اور زور کے ساتھ دار اسلام میں کفر کے احکام جاری کرتے رہے ہیں۔ اور
مسلمان اسلامی احکام کے اظہار سے عاجز اور بے بس تھے۔ اگر مسلمان ایسا کرنے کی جرأت کرتے

تھے تو قتل کر دیے جاتے۔

ہائے ہلاکت! ہائے مصیبت! ہائے افسوس اور غم، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو رب العالمین کے محبوب ہیں ان کے ماننے والے نو ذلیل و خوار ہوں لیکن آپ کے منکر وں کی عزت اور ان کا لحاظ ہو۔

مسلمان زخمی دلوں کے ساتھ اسلام کے ماتم میں تھے۔ اور معاند اور مخالف لوگ تسخر اور استہزاء کے ذریعہ ان کے زخموں پر نمک پاشی کرتے تھے۔ ہدایت کا آفتاب گمراہی کے پردوں میں روپوش ہو چکا تھا، اور حق کا نور باطل کے حجابات میں ایک طرف الگ ہو کر رہ گیا تھا۔

آج جبکہ دولت و نعمت اسلام کے آگے رکاوٹوں کے زوال کی خوشخبری اور اسلامی بادشاہ کے بیٹھنے کی بشارت خاص و عام کے کانوں تک پہنچ چکی ہے، اہل اسلام اپنے اوپر لازم کر لیں کہ بادشاہ کے مدد و معاون بنیں۔ اور ترویج شریعت اور تقویت دولت اسلام کی طرف رہنمائی کریں۔ یہ امداد تقویت خواہ زبان سے میسر آئے خواہ ہاتھ سے۔ نعمت اسلام کی سب سے ادبی مدد یہ ہے کہ مسائل شرعیہ کی وضاحت کی جائے۔ اور کتاب و سنت اور اجماع کے عقائد کلامی کا اظہار کیا جائے تاکہ کوئی بدعتی اور گمراہ درمیان میں پڑ کر راستہ نہ روک دے اور کام کو تخرابی اور فساد میں نہ ڈال دے۔ اس قسم کی امداد علمائے حق کے ساتھ مخصوص ہے جن کا رجحان آخرت کی طرف ہے۔ دنیا پرست علماء جن کا مقصود دینی دنیا ہے۔ ان کی صحبت نہ ہر قائل ہے اور ان کی بدی کا فساد دوسروں کو بھی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے۔

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند
اور خود گم است کہ را بہری کند
جو عالم اپنے مقصود کی پوجا اور تن پروری میں مصروف ہو وہ خود گم کردہ راہ ہے۔
دوسرے کی کیا را بہری کرے گا۔

نہ مانہ ماضی میں جو بلا و آفت بھی اسلام کے سر پر ٹوٹی وہ انہیں علماء سوء کی شومی کی بدولت تھی۔ بادشاہوں کو یہی علماء سوء راہ راست سے بھٹکاتے ہیں۔ بہتر فرقے جو گمراہی کی راہ اختیار کر چکے ہیں ان کے مقتدا یہی علماء سوء ہیں۔ علماء کے ماسوا گمراہوں کی گمراہی دوسروں تک کم ہی تجاوز کرتی ہے۔ ظاہری لحاظ سے ہر قسم کی مدد کی استطاعت رکھنے کے باوجود جو شخص خدمت اسلام میں کوتاہی کرے اور اس کوتاہی کے سبب کارخانہ اسلام میں فتنہ اور خلل واقع ہو تو ایسا شخص لائق عقاب ہے۔ اس بنا پر یہ حقیر کم بایہ بھی چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو اسلام کی معاونت کرنے والی جماعت میں ڈال دے

اور حسب استطاعت اپنے ہاتھ پاؤں کو حرکت دے۔ اور مطابق:

مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوِّهِمْ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ جو شخص کسی جماعت کے زیادہ ہونے کا باعث

بنتا ہے وہ انہیں میں شمار ہوتا ہے۔

احتمال ہے کہ اس بے استطاعت کو بھی اس عزت والی جماعت میں داخل کر لیں۔ اپنے آپ کو اس بڑھیا کی طرح تصور کرتا ہے جو سوتر کی چند تاریں تیار کر کے لائی اور اپنے آپ کو حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے خریداروں میں شامل کر لیا تھا۔

امید ہے کہ اس نزدیکی میں ان شاء اللہ العزیز شرف حضور سے مشرف ہوگا۔ آپ کی بزرگ جناب سے توقع ہے کہ جب آپ کو مکمل طور پر بادشاہ کا قرب اور اس کی استطاعت میسر ہے تو خلوت و جلوت میں شریعت محمدی علیہ السلام من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی پوری کوشش کریں گے اور مسلمانوں کو ذلت و خواری سے باہر نکالیں گے۔

اس رقعہ نیاز کا حامل مولانا حامد کاسر کا راقبال آثار سے وظیفہ مقرر ہے۔ گزشتہ سال اس نے حاضر ہو کر حاصل کر لیا تھا۔ اس سال بھی امید ہے کہ آیا ہے۔ حقیقی اور مجازی دولت میسر اور نصیب ہو۔

مکتوب نمبر (۴۸)

یہ مکتوب بھی سیادت و بزرگی کے مالک شیخ فرید بخاری کی طرف صادر فرمایا۔

علمائے کرام اور دینی طلبہ کی عظمت نگاہ رکھنے کی ترغیب کے بیان میں جو شریعت کے

حامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ سبحانہ آپ کو حرمت سید انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات دشمنوں پر غلبہ و نصرت عطا فرمائے۔

مرحمت نامہ گرامی جس سے فقراء کو نوازا تھا فقیر اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ آپ نے مولانا محمد قلیج مرفق کے خط میں لکھا تھا کہ کچھ خرچ طالب علموں اور صوفیوں کے لیے روانہ کر دیا گیا ہے۔ آپ نے جو دینی طلبہ کا ذکر خط میں صوفیوں سے پہلے کیا نظر رحمت میں بہت ہی اچھا لگا۔ مطابق الظاہر عنوان الباطن رظاہر باطن کا عنوان ہے) امید ہے کہ آپ کے باطن شریف میں بھی اس بزرگ جماعت کی تقدیم

پیدا ہو چکی ہوگی۔

کل اناء یتزئذئح بما فیہ۔
ہر برتن سے وہی کچھ نمودار ہوتا ہے جو اس میں
موجود ہوتا ہے۔

ع از کوزہ ہماں تراود کہ در دست

کوزے سے وہی چیز ٹپکتی ہے جو اس میں ہوتی ہے۔

طالب علموں کو مقدم کرنے میں شریعت کی ترویج ہے۔ یہی لوگ شریعت کے حامل ہیں۔ ملت
مصطفویہ علیہ علی آلہ الصلوٰات والتسلیمات ان ہی سے قائم ہے۔ کل قیامت کو شریعت کے
بارے میں سوال کریں گے، تصوف کے متعلق نہیں پوچھیں گے۔ جنت میں داخلہ اور دوزخ سے بچنا
شریعت پر عمل کرنے سے ہوگا۔ انبیاء کرام صلوٰات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہم جو افضل اور بہترین
کائنات ہیں انہوں نے شریعت کی ہی لوگوں کو دعوت دی ہے۔ اور نجات بھی اس شریعت پر
ہی موقوف ہے۔ اور ان اکابر انبیاء کرام علیہم الصلوٰات والتسلیمات کی بعثت اور تشریف آوری
سے مقصود بھی تبلیغ شرائع ہے۔ لہذا اعلیٰ ترین نیکی یہ ہے کہ شریعت کی ترویج میں سعی اور کوشش
کی جائے۔ اور احکام شرع میں ایک حکم کو جاری اور زندہ کرنا خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ اسلامی
شعائر مٹائے جا رہے ہوں، خدا نے تعالیٰ عز وجل کے راہ میں کروڑ ہا روپیہ خیرات کر دینا بھی اس کے برابر
نہیں جس طرح مسائل شرعیہ میں سے ایک مسئلے کو رواج دینا۔ کیونکہ اس فعل میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰات
والتسلیمات کی اقتداء ہے جو تمام مخلوقات سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اعلیٰ درجہ
کی نیکیاں انبیاء کرام علیہم الصلوٰات والسلام کو نصیب ہوتی ہیں۔ اور کروڑوں روپے خرچ کرنا تو غیر انبیاء علیہم
الصلوٰات والسلام کو بھی میسر آجاتا ہے۔ پھر شریعت مطہرہ کی پیروی میں نفس کی پوری مخالفت ہے۔ اور
نفس کی سرشت شرع شریف کی مخالفت پر ہے۔ اور مال خرچ کرتے ہیں بعض اوقات نفس موافق بھی ہوتا
ہے۔ ہاں مال خرچ کرنا تاہد و تقویت شرع اور ترویج ملت اسلام کی خاطر ہونا چاہیے۔ اور یہ بلند
ترین درجہ ہے۔ اور ایک کوڑی اس نیت سے خرچ کرنا اس کے ماسوا میں لاکھوں روپے خرچ کرنے
کے برابر ہے۔

یہاں کوئی شخص یہ سوال نہ کرے کہ غیر حق تعالیٰ میں گرفتار طالب علم اس صوتی سے کیسے بہتر ہو سکتا
ہے جو غیر حق کی گرفتاری سے آزاد ہو چکا ہے۔ کیونکہ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ سائل بات کی نہ تک
نہیں پہنچا۔ طالب علم غیر حق میں گرفتاری کے باوجود مخلوقات کی نجات کا سبب اور ذریعہ ہے کیونکہ

احکام شرع کی تبلیغ اسے مینسر ہے۔ اگرچہ خود اس سے فائدہ نہیں اٹھا رہا۔ اور صوفی اپنے آپ کو غیر حق سے آزاد کر لینے کے باوجود مخلوق کی نجات سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ وہ شخص جو ہیت سے لوگوں کی نجات اور خلاصی کا سبب ہو اس کا اس شخص سے بہتر اور افضل ہونا بالکل واضح ہے، جو صرف اپنی نجات کے سامان میں ہی مصروف ہو۔

ہاں وہ صوفی جس کو فنا اور بقا اور سیر عن اللہ اور سیر باللہ کے بعد عالم کی طرف لایا گیا ہو اور مخلوق کو راہ راست کی طرف لانے کا فریضہ اسے تفویض کیا گیا ہو وہ مقام نبوت سے حصہ پا چکا ہے۔ ایسا صوفی مبلغین شریعت میں داخل ہے اور علماء شریعت کا ہی حکم رکھتا ہے۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَّشَاءُ
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے جسے چاہتا ہے
عطا کرتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

مکتوب نمبر (۲۹)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔

ان دو نعمتوں کو جمع کرنے میں کہ ظاہر کو احکام شرع سے آراستہ کیا جائے۔ اور باطن کو حق سبحانہ کے ماسوا سے آزاد کیا جائے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ دولت ظاہری اور سعادت معنوی سے سرفراز فرمائے۔

ظاہری دولت در حقیقت یہ ہے کہ انسان کا ظاہر احکام شرعیہ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ سے آراستہ ہو۔ اور معنوی سعادت یہ ہے کہ بندے کا باطن حق سبحانہ و تعالیٰ کے ماسوا کی گرفتاری سے نجات یافتہ ہو۔ دیکھیے کس صاحب نصیب کو ان دونوں نعمتوں سے سرفراز کرتے ہیں۔

کارا ین ست وغیر این ہمہ پیچ

اصل کام یہی ہے۔ اس کے سوا سب کچھ پیچ ہے۔

زیادہ گفتگو در دسری ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۵۰)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔
دنیا کمینہ کی مذمت کے بیان میں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے ماسوئی کی گرفتاری سے آزادی عطا کرے اور مکمل طور پر اپنی ذات کا گرفتار بنائے، اس سید بشر بنی کی حرمت سے جو غیر حق کی طرف نظر اٹھانے کی کجی سے آزاد تھے، علیہ علی آلہ الصلوٰات والتسلیمات۔

دنیا بظاہر شیریں ہے اور صورت میں نر و نازہ دکھائی دیتی ہے لیکن حقیقت میں زہر قاتل اور بے کار سامان ہے اور اس میں گرفتاری بے فائدہ بات ہے۔ دنیا کی نظر میں مقبول در حقیقت خوار ہے اور اس پر فریفتہ ہونے والا دیوانہ ہے۔ یہ سونا چڑھائی ہوئی بنجاست کی طرح اور شکر ملے ہوئے زہر کی مانند ہے۔ غفلندہ ہے جو اس بے رونق سامان پر فریفتہ نہ ہو اور اس خراب سامان میں گرفتار نہ ہو۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص وصیت کر گیا کہ میرا مال صاحب عقل کو دیتا، تو اس وقت تک زائد کو دینا چاہیے جو دنیا سے بے رغبت ہے۔ اس کی یہ بے رغبتی اس کی کمال زیر کی کے باعث ہے۔ اس سے زیادہ فضول گوئی میں داخل ہے۔

دوسری تکلیف یہ دی جاتی ہے کہ فضائل آب شیخ زکریا اس عمر اور اس سال میں ملازمت تحصیلداری میں گرفتار ہے۔ اس گرفتاری کے باوجود ہر وقت دنیوی محاسبے کو بہ نسبت اخروی محاسبے کے بہت آسان جانتا ہے اور اخروی محاسبے سے ہر وقت ہراساں رہتا ہے۔ اس عالم اسباب میں وسیلہ عظمیٰ آپ کی توجہ شریف کو ہی جانتا ہے اور اس بات کا امیدوار ہے کہ نئے کاغذات میں بھی اس کا نام درج کر لیا جائے گا۔ کیونکہ شیخ مذکور آپ کی درگاہ عالی کے خادموں میں سے ہے۔

تو مراد دل وہ و دلیری ہیں رو بہ خویش خوان و شیریں ہیں

آپ مجھے دل عطا کریں پھر دلیری دیکھیں۔ مجھے اپنی لومڑی کہہ کہ پکاریں اور پھر مہری شیریں دیکھیں۔ بحرمت نبی اتی اور بحرمت آپ کی آل بزرگ کے علیہ علیہم من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا آپ کو ظاہری و باطنی دولت و نعمت حاصل ہو۔

مکتوب نمبر (۵)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔

روشن شریعت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ترویج و اشاعت کی ترغیب کے بیان میں حق سبحانہ و تعالیٰ سے درخواست ہے کہ خلاصہ بزرگان عظام کے وجود مبارک کے وسیلہ سے روشن شریعت کے ارکان اور پر نور ملت اسلام کے احکام قوت پکڑیں اور رواج پذیر ہوں۔ مع کار این ست وغیرہ اس ہمسریج اصل کام یہی ہے۔ اس کے سوا سب کچھ بیچ ہے۔

آج غرباء اہل اسلام کو اس طرح کے گرداب ضلالت میں نجات کی امید بھی اہل بیت خیر البشر علیہ علی آلہ من الصلوٰۃ اتما ومن التجات والتلیات اکملہا کے سفینہ سے ہی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي كَمَثَلِ سَفِينَةٍ
تَوْجُّحُ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ
عَنْهَا هَلَكَ
میرے اہل بیت کا حال کشتی نوح کی طرح ہے۔
جو شخص اس میں آگیا نجات پاگیا اور جو
پیچھے ہٹ گیا ہلاک ہو گیا۔

اپنی بندہ مت کو مکمل طور پر اس بات پر لگا دیں کہ اس سعادت عظمیٰ کو حاصل کر لیں۔ اللہ سبحانہ کی عنایت و مہربانی سے جاہ و جلال عظمت و شوکت سب کچھ آپ کو حاصل ہے۔ ذاتی شرافت کے ساتھ ترویج شریعت کی سعادت بھی اگر مل جائے تو سبقت کا گیند سعادت کی چوگان کے ساتھ آپ سب آگے لے جاسکتے ہیں۔ یہ حقیر تائید و ترویج شریعت حقہ کی خاطر اس طرح کی باتیں ظاہر کرنے کے ارادے سے آپ کی خدمت شریف کی طرف متوجہ ہوا ہے۔

رمضان شریف کا چاند دہلی میں دیکھا۔ حضرت والدہ بزرگوار کی مرضی یوں محسوس کی کہ میں رُک جاؤں۔ اس ضرورت کے تحت پورا قرآن مجید سن لینے تک رُک جانے کا پروگرام بنانا پڑا۔ ہر کام اللہ سبحانہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ آپ کو سعادت دارین نصیب ہو۔

۱۔ مشکوٰۃ، بروایت ابوذر غفاری۔ و مسند احمد و بزار بروایت ابن عباس و ابن الزبیر۔ اور حاکم از ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

مکتوب نمبر (۵۲)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر ہوا۔

نفس امارہ کی مذمت اور اس کی مرض ذاتی اور اس مرض کے ازالے کے علاج کے بیان میں

آپ کا رحمت نامہ گرامی جس سے ازر دئے شفقت و مہربانی آپ نے اس مخلص دعا گو کو ممتاز و مشرف فرمایا تھا، بندہ اس کے مضمون کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کے اجر و ثواب کو عظیم کرے۔ آپ کی فتد و منزلت بند کرے، آپ کو تشریح صدر نصیب فرمائے، اور آپ کے کام آسان کرے، آپ کے جدا مجد کی حرمت سے علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔ اللہ ہم سب کو ظاہراً باطناً ان کی متابعت پر ثبات و قائم رکھے۔ اور اس دعا پر آمین کہنے والے پر رحم فرمائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بڑے دوست اور بد خو ہمنشین (نفس) کی شکایت کے طور پر چند فقرے لکھ کر روانہ کیے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ قبول کر لینے والے کانوں سے ان کو سنیں گے۔

مخدوم امکرما! انسان کا نفس امارہ جاہ اور سرداری کی محبت پر پیدا کیا گیا ہے اس کا ارادہ ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے اقران اور معاصر لوگوں پر پلندی اور فوقیت حاصل کرے۔ اور اس کی ذات کا تقاضا یہ ہے کہ ساری مخلوق اس کی محتاج ہو، اور اس کے احکام کی اطاعت اور پیروی کرے، اور وہ خود کسی کا محتاج نہ ہو، اور نہ اس پر کوئی حکم چلائے۔ یہ دراصل اس کی طرف سے دعویٰ خدائی ہے، اور وہ فلاں فلاں ذات جل سلطانہ کے ساتھ دعویٰ ہمسری ہے۔ بلکہ یہ بے سعادت نفس شرکت پر بھی راضی نہیں۔ یہ چاہتا ہے کہ صرف وہی حاکم ہو اور باقی سب اس کے محکوم و تابع ہوں۔ حدیث قدسی میں آچکا ہے:

عَادَ نَفْسَاكَ فَإِنَّهَا انْتَصَبَتْ بِمَعَادَاتِي

اپنے نفس سے عداوت رکھ، کیونکہ یہ میری دشمنی پر کمر بستہ ہے۔

تو اپنے نفس کی پرورش کرنا، اس کی مرادیں حاصل کرنا، مرتبہ، سرداری، بڑائی اور تکبر وغیرہ فراہم کرنا، دراصل اللہ تعالیٰ کے دشمن کی امداد کرنا اور اس کو تقویت پہنچانا ہے۔ اس کی قباحت اور برائی اچھی طرح محسوس کرنی چاہیے۔ حدیث قدسی میں وارد ہے:

الْكِبْرِيَاءُ عُرْسٌ دَانِيٌّ وَالْعِظَمَةُ إِذَا رِي

بڑائی میری چادر ہے اور عظمت اور بلند قدری

لے یہ الفاظ دراصل حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات قدسیہ میں سے ہیں۔

فَمَنْ نَازَعْنِي فِي شَيْءٍ مِنْهُمَا أَدْخُلْتُهُ
فِي التَّكَادُّبِ وَلَا أُبَايِلُهُ

میری شلوار ہے۔ تو جو شخص ان دونوں میں سے
کسی کے بارے میں بھی مجھ سے جھگڑے گا (لینے کی)

کوشش کرے گا) میں اسے آگ میں داخل کروں گا اور مجھے کچھ پرواہ نہیں
کینی اور تحسین دنیا حق سبحانہ کے نزدیک اس بنا پر ملعون اور مغضوب ہے کہ دنیا کا حصول نفس کی
مراویں حاصل ہونے میں اس کا مدد و معاون ہے۔ تو جو دشمن خدا کی مدد کرے وہ ضرور لعنت کا سزاوار ہے
اور فقر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فخر ہے۔ کیونکہ فقر میں نفس کے لیے نامرادی ہے اور یہ اسے عاجز و
بے بس کرتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیجنے سے مقصود اور احکام شریعہ کا مکلف بنانے میں
حکمت اس نفس امارہ کو عاجز اور خراب کرنا ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتیں نفسانی خواہشات
کو دور اور زائل کرنے کے لیے وارد ہوئی ہیں جس قدر شریعت کے تقاضوں کے مطابق عمل ہوگا اسی قدر
نفسانی خواہشات زوال پذیر ہوں گی۔ لہذا احکام شریعہ میں سے ایک حکم کو بجالانا خواہش نفسانی کو
زائل کرنے میں ان ہزار سالہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے بہتر ہے جو اپنے طور پر کیے جاتیں۔ بلکہ یہ ریاضتیں
اور مجاہدے جو روشن شرع کے مطابق واقع نہیں ہوئے نفسانی خواہشات کے موید بنتے ہیں اور ان کو
تقویت پہنچاتے ہیں۔ برہمنوں اور جوگیوں نے بھی ریاضتوں اور مجاہدوں میں کمی اور کوتاہی نہیں کی
لیکن یہ سب کچھ ان کے لیے کچھ بھی سودمند ثابت نہ ہوا۔ اور انہیں ان سے نفس کی تقویت و تربیت
کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

مثال کے طور پر ایک رام ادائے زکوٰۃ کے طور پر جس کا شریعت نے حکم دیا ہے نفس کی خواہشات
کی ویرانی میں بے حکم شرع ہزار دینار صرف کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ اور شریعت کے حکم کے
مطابق عید الفطر کے دن کھانا کھانا خواہش نفس کو زائل کرنے میں اپنے طور پر کئی سال روزے رکھنے سے
زیادہ نفع دیتا ہے۔ اور فجر کی دو رکعت فرض نماز باجماعت ادا کرنا جو سنت ہے، اس سے کئی
مراتب بہتر ہے کہ انسان ساری رات نفل پڑھنے میں گزارے اور فجر کی نماز جماعت سے ادا
نہ کرے۔

مختصر یہ کہ جب تک نفس کا زکیہ نہ ہو وہ اپنے آپ کو بزرگ جاننے کے مایخویا کی خباثت
سے نکل نہیں سکتا۔ اور ایسی صورت میں نجات ناممکن ہے۔ اس مرض کے ازالے کی فکر بہت ضروری

۱۷ مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسلم۔

ہے تاکہ ایسا نہ ہو جائے کہ یہ مرض موت ابدی (آخرت میں نجات سے محرومی) کی نیند سلا دے۔
 کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ صبر و تدبیر اور بیرونی خداؤں کی نفی اور انہیں مٹانے کے لیے وضع کیا گیا ہے، نفس کے تزکیے اور اس کی تطہیر کے لیے بہت ہی نافع اور مناسب ہے۔ اکابر طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے تزکیہ نفس کے لیے اسی کلمہ طیبہ کو اختیار فرمایا ہے۔
 تاجاروب لا زوی راہ نرسی در سراے لا اللہ

یعنی جب تک تم لا کے جھاڑو سے راستہ صاف نہیں کرو گے لا اللہ کی سرزمین میں قدم نہیں رکھ سکتے۔
 چونکہ نفس سرکشی کے مقام میں رہتا ہے اور عہد توڑنے میں جیت ہے اس لیے اس کلمہ طیبہ کا بار بار تکرار سے ایمان کی تجدید کرتے رہنا چاہیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:
 جَدِّدُوا إِيْمَانَكُمْ بِقَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 کلمہ لا الہ الا اللہ سے اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہو۔

بلکہ ہر وقت اس کلمہ طیبہ کا تکرار رہنا چاہیے۔ کیونکہ نفس امارہ ہر وقت بخت کرنے پر تیار رہتا ہے۔
 حدیث شریف میں اس کلمہ مبارکہ کے فضائل میں وارد ہوا ہے کہ اگر تمام آسمانوں اور تمام زمینوں کو ایک پلہ میں رکھیں اور اس کلمہ کو دوسرے پلہ میں تو اس کا پلہ دوسرے پلہ پر غالب رہے گا۔
 سلامتی کا نزول ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی متابعت کو اپنا شعار بنائے اور اپنے اوپر لازم جانے۔

مکتوب نمبر (۵۳)

یہ مکتوب بھی سیادت انتساب شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔
 اس بیان میں کہ علمائے سوء کا اختلاف جہان کی بربادی کا باعث ہے۔ اور اس کے مناسبات کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے آباء کرام کے راستہ پر قائم اور ثابت رکھے۔

۱۔ احمد و طبرانی بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

۲۔ یہ حدیث ابن جہان اور نسائی میں بروایت حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسند

میں بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما موجود ہے۔

یہ بات سننے میں آئی ہے کہ بادشاہ اسلام نے دیندارانہ فطرت کی خجری کے باعث جوان میں پائی جاتی ہے آپ کو حکم دیا ہے کہ چار دیندار علماء مہیا کریں جو ہر وقت دربار شاہی میں حاضر رہیں، اور حکام شرعی بیان کرتے رہیں تاکہ کوئی امر خلافت شرع واقع نہ ہو۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ۔ مسلمانوں کے لیے اس سے بہتر کیا خوشخبری ہو سکتی ہے، اور اتم ذول کو اس سے اچھی کیا بشارت ہو سکتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ حقیر اسی غرض کے لیے آپ کی خدمت مالی کی طرف متوجہ ہے، جیسا کہ اس کا متعدد بار اظہار کر چکا ہے۔ ضرورت کے مطابق اس بارے میں بھی مجھ کہنے اور لکھنے میں اپنے آپ کو کوتاہی میں نہیں ڈالے گا۔ امید ہے کہ بوجہ محسوس نہیں کریں گے۔

غرض مند دیوانہ ہوتا ہے، پچنانچہ عرض کرتا ہے کہ دیندار علماء بلاشبہ بہت کم ہیں جن کے دلوں سے رتبہ اور سرداری کی محبت نکل چکی ہو، اور جن کا مطلب و مدعا اس کے سوا کچھ نہ ہو کہ شریعت کی ترویج اور امت اسلام کی تائید و تقویت ہو۔ طلب جاہ کی صورت میں ان علماء میں سے ہر ایک الگ الگ پہلو اختیار کرے گا اور اپنی فضیلت اور بزرگی کا اظہار کرے گا۔ اور اختلافی باتیں درمیان میں لائے گا، اور ن روش کو بادشاہ کی نزدیک کا ذریعہ بنائے گا۔ اس صورت میں تبلیغ دین کی مہم ابتری اور خرابی کا شکار رہے گی۔ گزشتہ زمانے میں بھی علماء کے اختلافات عالم اسلام کو بلا اور فتنے میں مبتلا کر چکے ہیں۔ ایسی ہی صورت اب بھی درپیش آ سکتی ہے۔ اس طرح دین کی ترویج کیا ہوگی، اٹلی دین کی تخریب ہوگی۔ اللہ جانے کی اس سے پناہ، اور علماء سوء کے فتنے سے بھی خدا کی پناہ۔ اس غرض کے لیے اگر ایک عالم کو منتخب کریں تو بہتر ہوگا۔ اگر علمائے آخرت میں سے کوئی میسر آ جائے تو یہ کتنی بڑی سعادت ہوگی کیونکہ اسے عالم کی صحبت کبریٰ احمر ہے۔ اور اگر ایسا نیک پرہیزگار عالم نہ مل سکے تو صحیح سوچ بچار کے بعد ہی جنس میں سے سب سے بہتر کا انتخاب کر لیں۔ اگر ایک چیز مکمل طور پر میسر نہ آ سکے تو اسے بالکل ہی توڑ میں چھوڑ دینا چاہیے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھوں جس طرح لوگوں کی نجات علماء کے وجود سے وابستہ ہے، لوگوں کی رباوی کا باعث بھی یہی علماء ہی ہیں۔ بہترین مخلوق بھی علماء ہی ہیں اور بدترین مخلوق بھی علماء ہی ہیں۔ لوگوں کی ہدایت اور ان کی گمراہی انہیں سے وابستہ ہے۔

کسی بزرگ نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ فارغ اور بے کار بیٹھا ہے۔ اس کا راز دریافت کیا، تو ابلیس نے نایا کہ اس وقت کے علماء ہمارے کام کو انجام دے رہے ہیں اور ہیکانے اور گمراہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔ مجھے تنگ و دو کرنے کی ضرورت نہیں، ۵۳

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند
او خویش تن گم است کرد رہبری کند

جو عالم غرض پرستی اور تن پروری کرے، وہ خود ہی گم کردہ راہ ہے، دوسرے کی رہبری کیا کرے گا؟
غرض یہ ہے کہ اس معاملہ میں شکر صحیح اور سچے غور کو ملحوظ رکھ کر اقدام کریں۔ جب بات بانٹھ سنے نکل جاتی ہے تو پھر اس کا کچھ علاج نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ آپ جیسے دانا اور زیرک لوگوں کے سامنے ایسی باتوں کے اظہار میں شرم بھی آتی ہے لیکن اس مقصد کو اپنی سعادت کا ذریعہ اور موجب خیال کرتے ہوئے آپ کو تکلیف دینے کا باعث بنا ہے۔

مکتوب نمبر (۵۴)

یہ مکتوب بھی سیادت و بزرگی کے مالک شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ بدعتی کی صحبت سے بچنا لازم و ضروری ہے۔ بدعتی کی صحبت کا نقصان کافر کی صحبت کے نقصان سے بھی زیادہ ہے۔ اور بدعتی فرقوں میں سب سے بدترین فرقہ شیعہ شیعہ ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عظیم عطا کرے۔ تمہاری قدر اور منزلت بلند کرے اور تمہارے کام آسان کرے، بھرت سید بشر، جو نظر کی کجی سے پاک و منزہ تھے۔ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلٰتُہٗ اٰمِنٌ
وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُہَا۔

مَنْ لَا یَشْکُرُ النَّاسَ لِحُدُثِهِمْ
لَا یَشْکُرُ اللّٰہَ۔
جو شخص لوگوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ خدا تعالیٰ کا شکر بھی نہیں کرتا۔

تو ہم فقیروں پر آپ کے احسانات کا شکر لازم ہے۔ اول اول ہمارے خواجہ (حضرت پیر دہلوی) خواجہ محمد الباقی قدس سرہ کی ظاہر و دل جمعی کا سبب آپ ہی بنے تھے۔ آپ کے طفیل اس جمعیت میں ہم لوگ حق سبحانہ و تعالیٰ کی طلب میں مصروف رہے اور اس کا وافر حصہ ہم لوگوں نے حاصل کر لیا۔

لے ترمذی شریف، ابواب البر والصلۃ بروایت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ حدیث

درجہ حسن میں ہے۔

پھر دوبارہ مطابق کِبْرُتِ بِمَوْتِ الْكِبَرَاءِ (بڑوں کے فوت ہو جانے کے باعث مجھے بڑا بنا دیا گیا) جب نوبت اس طبقہ تک پہنچی تو فقراء کے جمع ہونے کا ذریعہ اور طالبانِ حق کے انتظام کا باعث بھی آپ ہی ہیں۔ جزاکم اللہ سبحانه عنا خیر الجزاء ۛ

گر برتن من زباں شود ہر موی یک شکر توار ہزار تنوا غم کرد

اگر میرے جسم کا ہر بال زبان بن جائے، تو میں ہزار میں سے آپ کا ایک شکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔ میری یہ آرزو ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت میں آپ کے جد مکرم سید المرسلین علیہ و علی آلہ و علیہم من الصلوٰات والتسلیمات کے طفیل ہر نامناسب بات سے محفوظ رکھے۔ یہ فقیر آپ کی صحبت گرامی سے دور پڑا ہوا ہے۔ مجھے علم نہیں کہ آپ کی مجلس شریف میں کس قسم کے لوگ آتے جاتے ہیں۔ اور خلوت و جلوت میں آپ کے مونس کیسے لوگ ہیں ۛ

خواہم بشداز دیدہ دریں مکر جگر سوز

کا غوش کہ شد منزل و آسائش خوابت

جگر کو جلا دینے والے اس فکر سے میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی ہے کہ کس شخص کی آغوش آپ کی منزل اور آپ کی نیند کی آرام گاہ بنی ہوئی ہے۔

اس بات پر یقین رکھیں کہ بدعتی کی صحبت کی خرابی کافر کی صحبت کی خرابی اور نقصان سے زیادہ ہے۔ اور تمام بدعتی فرقوں میں سے بدترین وہ گروہ ہے جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بغض و عناد رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں خود اس گروہ کو کفار کے نام سے یاد کرتا ہے:

لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ اللہ تعالیٰ غصے میں مبتلا کرتا ہے صحابہ کرام کو

دیکھنے سے کفار کو۔

قرآن مجید اور شریعت مطہرہ کی تبلیغ و اشاعت صحابہ کرام نے کی ہے۔ اس مبارک گروہ پر طعن و اعتراض لازم آتا ہے۔ قرآن حکیم کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمع کیا ہے۔ اگر حضرت عثمان مطہرین و قابل اعتراض ٹھہریں تو قرآن کو بھی غلط کہنا پڑے گا۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں نذیق و یقین لوگوں کے عقائد سے پناہ میں رکھے)۔

وہ اختلافات اور جھگڑے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان میں واقع ہوئے، خواہش نفسانی کے باعث ہرگز نہیں تھے۔ یہ حضرات خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت پاک میں تزکیہ کے مقام میں پہنچ چکے

تھے اور مارگی سے انہیں آزادی مل گئی تھی۔

میں اس قدر جانتا ہوں کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ اس باب میں حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر تھے۔ لیکن ان کی یہ خطا خطا اجتہادی ہے جو حد فسق تک نہیں پہنچاتی۔ بلکہ اس طرح کی خطا میں ملامت کی بھی گنجائش نہیں۔ کیونکہ خطا اجتہادی میں مغلطی کے لیے بھی ایک درجہ ثواب ہے۔ اور زید بد قسمت صحابہ کرام میں سے نہیں۔ اس کی بد بختی میں کسے کلام ہو سکتا ہے۔ اس بد بخت نے جو کام کیا وہ کوئی کافر فرنگ بھی نہیں کر سکتا۔

بعض علمائے اہل سنت نے اس پر لعنت کرنے میں جو توقف کیا ہے اس پر راضی ہونے کی بنا پر نہیں کیا بلکہ رجوع اور توبہ کے احتمال کی رعایت کے باعث کیا ہے۔

آپ کی مجلس شریف میں قطب زمان بندگی مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کی معتبر کتابوں میں ہر روز کچھ نہ کچھ حصہ پڑھا جانا چاہیے۔ تاکہ یہ معلوم ہو کہ انہوں نے صحابہ پیغمبر علیہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کس طرح صفت و ثنا کی ہے اور کیسے ادب سے ان کو یاد کیا ہے تاکہ مخالف لوگ شرمندہ اور ذلیل ہوں۔

آج کل اس بد خواہ گروہ نے بہت غلو کرنا شروع کر رکھا ہے اور ملک کے اطراف و جوانب میں پھیل چکے ہیں۔ اسی بنا پر اس بارے میں چند کلمات لکھے گئے ہیں تاکہ آپ کی صحبت اور مجلس شریف میں اس طرح کے بد خواہوں کو جگہ نہ مل سکے۔ ثبتکم اللہ تعالیٰ علی الطریقۃ المصیۃ اللہ تعالیٰ آپ کو پسندیدہ طریقہ پر قائم رکھے۔

مکتوب نمبر (۵۵)

اظہار محبت میں سیادت پناہ شیخ عبدالوہاب بخاری کی طرف صادر فرمایا۔ کچھ عرصہ سے پہلے ربط و تعلق کے علاوہ دل کو آپ سے مزید محبت پیدا ہو چکی ہے۔ اس بنا پر فقیر آپ کے لیے غائبانہ دعائیں مشغول و مصروف ہے۔ اور جب کہ سرور کائنات، مغفرت موجودات علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا ہے:

مَنْ أَحَبَّ أَخَاهُ فَبَعَلْهُ أَيَّامًا - (جو مسلمان بھائی سے دوستی رکھتا ہو تو چاہیے کہ اسے اس واقف کر دے)

لے مسند احمد، بخاری، ادب مفرد، ترمذی، ابن جہان و حاکم۔

آپ سے اپنی محبت کا اظہار کرنا مناسب اور بہتر خیال کیا۔ اور اس محبت کے سبب جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اقرباء (سادات کرام) سے پیدا ہو چکی ہے، (میدواری کا رشتہ پورے طور پر ہاتھ میں لا چکا ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ ان (سادات کرام) کی محبت پر استقامت نصیب فرمائے، بحر مہ سید البشر علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام۔

مکتوب نمبر (۵۶)

ایک سید صاحب کی سفارش کے سلسلے میں یہ مکتوب بھی شیخ عبدالوہاب بخاری کی طرف صادر فرمایا۔

سادات کرام کی ذوات جو کثیر البرکات ہیں، سرور دین و دنیا سے جزئیات (نسبی تعلق) کی بنا پر اس سے بلند تر ہیں کہ یہ فقیر زبان قاصر کے ساتھ ان کی فضیلت اور صفت و ثنا کرے۔ صرف اپنی سعادت کا ذریعہ جانتے ہوئے اس باب میں جرأت کرتا ہے۔ بلکہ اس وسیلہ سے اپنی ستائش کرتا ہے۔ اور ان کے ساتھ دوستی کا اظہار کرتا ہے جس کا امور ہے۔

اے اللہ! ہمیں طفیل حضور سید المرسلین علیہ علی آلہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سادات کرام کے ساتھ محبت کرنے والوں میں سے کر۔

اس عریضہ نیاز کا حال میر سید احمد سادات سامانہ میں سے ہے۔ اور طالب علم اور نیک آدمی ہے۔ اسباب معاش کی تنگی کا شکار ہے۔ اسی بنا پر اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا ہے۔ اگر سرکار عالی میں گنجائش ہو تو شخص مذکور اس کا اہل ہے۔ اور اگر آپ کے گنجائش نہ ہو تو اپنے مخلصین میں سے کسی کو سفارش کریں تاکہ یہ شخص تنگی معاش کے اسباب سے بے فکر ہو جائے۔ جبکہ یقین تھا کہ خود آنجناب فقراء اور محتاج لوگوں کی طرف پوری توجہ رکھتے ہیں۔ خاص کر سادات عظام کی امداد کی طرف زیادہ توجہ فرماتے ہیں تو یہ چند کلمے لکھنے کی جرأت کی۔ روانگی کے وقت یہ شخص اگرچہ رخصت کی سعادت سے سعادتمند نہیں ہوا، تاہم مخلصین کے گروہ میں شامل ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ سادات کرام کی محبت اور اخلاص پر استقامت عطا فرمائے۔ زیادہ گستاخی کی جرأت نہیں کرتا۔

اے سامانہ ہندوستان میں سرہند شریف کے قریب ایک شہر ہے۔

مکتوب نمبر (۵۷)

نصیحت کے متعلق شیخ محمد یوسف کی طرف صادر فرمایا۔

حق سبحانہ و تعالیٰ البظیفیل حضور سید المرسلین علیہ و علیٰ آلہ و علیہم من الصلوٰات
افضلہا و من التسلیمات اکملہا آپ کو آپ کے آباء کرام کے طریقہ مستقیمہ پر استقامت
عطا فرمائے۔

آپ کے خاندان میں بزرگی موروثی شے ہے۔ ایسے طریقہ پر زندگی گزاریں کہ یہ وراثت میرے
آجائے۔ ظاہر کو ظاہر شریعت کے ساتھ اور باطن کو باطن شریعت کے ساتھ جو حقیقت سے عبارت
ہے، آراستہ اور مزین رکھیں۔ کیونکہ حقیقت و طریقت حقیقت شریعت اور اس حقیقت کے راستے
سے عبارت ہیں۔ یہ بات نہیں کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت و حقیقت امر دیگر ہے۔ کیونکہ یہ
الحاد اور زندقہ ہے۔ آپ کے متعلق فقیر کا گمان بہت نیک ہے۔ بعض واقعات کو بھی اس معنی کا
گواہ پاتا ہے۔ اور اس ماجرے کا کچھ قدر سے بیان آپ کے والد بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
کے سامنے بھی کیا تھا۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ شیخ عبدالغنی درستی سے آراستہ اور نیک فطرت ہے۔ اگر
آپ کی بلند خدمت میں کسی کام کے سلسلے میں رجوع کرے تو ضرور اس کی طرف التفات اور توجہ
فرمائیں۔ والسلام والا کرام۔

مکتوب نمبر (۵۸)

سیادت آب سید محمود کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ جس راہ کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں وہ سارے کا سارا سات قدم ہے۔
اور اس امر کے بیان میں کہ دوسرے سلاسل کے مشائخ کے بخلاف مشائخ نقشبندیہ نے سیر کی ابتداء
عالم امر سے کی ہے۔ اور اس بیان میں کہ ان بزرگوں کا طریقہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ اور جو اس کے
مناسب باتیں ہیں۔

التفات نامہ گرامی وارد ہوا۔ چونکہ اس سے بلند گروہ (نقشبندیہ) کی باتیں سننے کا شوق معلوم ہوتا تھا، اس بنا پر سوال کا جواب دیتے اور مطلوب و مدعا کی طرف رغبت دلانے کے لیے ناچار چند باتیں تحریر میں لائی ہیں۔

مخدوم گرامی! جس راستے کو ہم طے کرنے کے درپے ہیں وہ سارا سات قدم ہے جس طرح انسان کے سات لطیفے ہیں۔ دو قدم تو عالم خلق میں ہیں جو قالب (بدن) اور نفس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور پانچ قدم عالم امر میں ہیں جو قلب، روح، سر، خفی اور اخفی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان سات قدموں میں سے ہر قدم میں دس ہزار حجابات اٹھاتے ہیں۔ یہ حجابات نورانی ہوں یا ظلمانی (سیاہ) :

اِنَّ لِلّٰہِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ
نُّورٍ وَظُلْمَةٍ
بیشک اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ستر
ہزار پردے ہیں نور اور ظلمت کے۔

اول قدم میں جو عالم امر میں رکھتے ہیں تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے۔ دوسرے قدم میں تجلی صفات، تیسرے قدم میں تجلیات ذاتیہ کا آغاز ہو جاتا ہے۔ پھر تجلیات کے فرق کے مطابق آگے ترقی کرتا چلا جاتا ہے، جیسا کہ اہل معرفت سے پوشیدہ نہیں۔ اور ان سات قدموں میں سے ہر قدم میں بندہ اپنے سے دور اور حق سبحانہ کے نزدیک ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان قدموں کے مکمل ہونے کے ساتھ قرب الہی بھی مکمل ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ فنا اور بقا سے مشرف کر دیے جاتے ہیں اور ولایت خاصہ کے درجے تک پہنچا دیے جاتے ہیں۔

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ نے اس سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے اور عالم خلق کو بھی اس سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں۔ بخلاف دوسرے سلسلوں کے مشائخ قدس سرہم کے۔ لہذا طریقہ نقشبندیہ وصول کے لیے دوسرے سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے۔ تو ضروری طور پر دوسروں کی انتہا ان کی ابتداء میں درج ہے۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

میرے گلستان سے میری بہار کا اندازہ کر لو۔

ان بزرگوں کا طریقہ بعینہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ کیونکہ ان بزرگوں (صحابہ کرام) کو حضور خیر البشر علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی پہلی صحبت میں ہی لے مشکوٰۃ شریف۔

بطریق اندراج نہایت درہدایت وہ کچھ میسر آگیا جو کامل اولیاء امت کو نہایت پہنچ کر بھی بہت کم ہی میسر آتا ہے۔ لہذا وحشی علیہ الرحمۃ قاتل سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صرف ایک بار صحبت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچا، حضرت اویس قرنی سے جو خیر التابعین ہیں، افضل قرار پایا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا حضرت معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ؟ تو آپ نے جواب دیا ”وہ بخاری جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا وہ کئی درجے عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔ تو سوچنا چاہیے کہ جس گروہ کی ابتداء میں دوسروں کی نہایت درج ہے، ان کی نہایت کیسی ہوگی، اور دوسروں کے علم میں ان کی نہایت کیسی آسکتی ہے؟

وَمَا يَعْلَمُ جُودَ سَائِكَ إِلَّا
اللہ کے شکروں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی
نہیں جانتا

۵ قاصرے گر کنڈاں طائفہ راطعن قصو
حاش لہ کہ برآرم بزبان این گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ این سلسلہ اند
رو بہ از حیلہ چسا بگسند این سلسلہ
اگر کوئی کوتاہ نظر اس گروہ کو قصور وار ٹھیرائے، تو حاش لہ کہ میں زبان پر اس گلہ کو لاؤں۔
جہاں کے سارے شیر اس سلسلہ سے منسلک ہیں۔ لومڑی حیلے بہانے سے اس سلسلے کو کس طرح توڑ سکتی ہے۔

۱۷ وحشی بن حرب: آپ حضرت جبر بن مطعم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ نے بحالت کفر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غزوہ احد میں شہید کیا۔ لیکن بعد میں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اور خلافت صدیقی کے زمانہ میں اپنے سلسلہ کذاب مدعی نبوت کو قتل کر کے واصل جہنم کیا۔

۱۸ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا آپ فرماتے تھے تابعین میں سب سے بہتر ایک مرد ہے جس کو اویس کہتے ہیں الخ۔ مشکوٰۃ۔

۱۹ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین کے سرداروں اور فقہاء امت میں سے ہیں۔ آپ کی فائز جمع خیرات اور مصدر برکات تھی۔

۲۰ عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم بن ابی العاص۔ آپ خاندان اموی سے ہیں اور امیر المومنین ہیں اور اپنے وقت کے قطب ہوئے ہیں۔ آپ کے فضائل و مناقب کتب تاریخ میں مذکور ہیں۔ عدل و انصاف اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے آپ کو عمر ثانی کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اس نامدرا لوجود گروہ کی محبت نصیب فرمائے۔
 کاغذ پر لکھی ہوئی یہ تحریر اگرچہ مختصر ہے لیکن اس میں بلند معارف اور اعلیٰ درجے کے خفائق
 درج ہیں۔ امید ہے کہ ان کو عزت و عظمت سے رکھیں گے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۵۹)

یہ مکتوب بھی سید محمود کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ نجات ابدی میسر آنے کے لیے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور اس
 بیان میں کہ اہل سنت و جماعت کی اتباع کے بغیر نجات متصور نہیں۔ اور اس بیان میں کہ علم و عمل
 تو شریعت سے مستفاد ہیں اور اخلاص کا حصول طریق صوفیہ کے سلوک پر موقوف ہے۔ نیز اس بیان
 میں کہ اخلاص عمل اولیائے کرام کے لیے تمام اعمال، افعال اور حرکات و سکنات میں حاصل ہے۔
 حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والنجیہ کی
 شاہراہ پر استقامت عطا فرمائے اور کلی طور پر اپنی جناب قدس کی گرفتاری نصیب فرمائے۔
 آپ کا مکتوب شریف اور مراسلہ لطیف وارد ہو کر موجب فرحت ہوا اور فقراء سے محبت
 کے اسباب اور اس بلند درجہ گروہ کے ساتھ آپ کا اخلاص و عقیدت و وضاحت کو پہنچا۔ اللہم
 زد (اے اللہ) اس محبت اور اخلاص میں زیادتی کر۔

آپ نے مفید اور نصیحت کی باتوں کا مطالبہ کیا ہے۔ مخدوم گرامی! آدمی کے لیے تین چیزوں
 سے چارہ نہیں، تاکہ نجات ابدی میسر آئے۔ علم، عمل اور اخلاص۔

پھر علم دو قسم ہے۔ ایک وہ علم جس سے عمل مقصود ہے۔ اس علم کے بیان کی کفیل فقہ ہے۔
 دوسری قسم وہ ہے جس سے مقصود صرف اعتقاد اور یقین قلبی ہے۔ اس علم کی تفصیل مطابق
 آرائے صاحبہ اہل سنت و جماعت علم کلام میں آپ کی ہے اور اہل سنت ہی ناجی فرقہ ہے۔ ان بزرگوں
 کی اتباع کے بغیر نجات متصور نہیں۔ اگر بال برابر بھی مخالفت ہے تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔ یہ بات
 کشف صحیح اور امام صریح سے یقین کے درجہ تک پہنچ چکی ہے۔ اس میں غلطی کا احتمال نہیں۔

اے مسلمانوں کو چاہیے کہ حضرت شیخ مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے سنی عقائد پر
 قائم و ثابت رہیں۔ اور دوسرے گمراہ فرقوں کی طمع سازبوں کا شکار ہو کر اپنی آخرت برباد نہ کریں۔

تو کس قدر مبارک ہے وہ شخص جسے ان کی متابعت کی توفیق مل گئی اور ان کی تقلید کا شرف حاصل ہو گیا۔ اور خرابی ان کے لیے جو ان کی مخالف راہ چلے۔ اور ان سے الگ ہو گئے اور ان کے اصول چھوڑ گئے اور ان کے گروہ سے نکل گئے تو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہی کے رستے پر ڈالا۔ اور روست حق تعالیٰ اور شفاعت کے منکر ہوئے۔ اور ان پر صحبت کی فضیلت اور صحابہ کے فضائل پوشیدہ رہے۔ اور اہل بیت کی محبت اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد پاک سے دوستی سے محروم رہ کر ان بے شمار بھلائیوں کے حصول سے روک دیے گئے جو اہل سنت و جماعت کو حاصل ہوئی ہیں۔

اور تمام صحابہ کرام کا اتفاق ہے کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حالات صحابہ کے بہت بڑے جاننے والے ہیں فرماتے ہیں کہ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد مجبور ہوئے۔ تو انہیں اس نیلے آسمان کے نیچے ابوبکر صدیق سے بہتر کوئی شخص نہ ملا تو انہوں نے اپنی گردنوں کا والی انہیں بنایا۔ یہ امام شافعی کی طرف سے تصریح ہے کہ تمام صحابہ کرام افضلیت صدیق پر متفق تھے۔ تو یہ صدر اول (دور صحابہ) کا صدیق اکبر کی افضلیت پر اجماع ہے۔ لہذا یہ افضلیت کا مسئلہ قطعی ہے جس کے انکار کی گنجائش نہیں۔

اور اہل بیت رسول علیہ السلام کا حال حضرت نوح کی کشتی کی طرح ہے جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا، اور جو اس سے دور رہا ہلاک ہو گیا۔

بعض عارفین کا قول ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ارشاد میں صحابہ کرام کو ستارے قرار دیا۔ اور ستاروں سے لوگ راستہ پاتے ہیں۔ اور اہل بیت کو سفینہ نوح سے تشبیہ دی۔ اس طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ کشتی پر سوار ہونے والے کے لیے ستاروں کی رعایت ضروری ہے تاکہ ہلاکت سے بچا رہے۔ ستاروں کا لحاظ کیے بغیر اس کے لیے نجات ممکن اور ناممکن ہوتی ہے۔

اور ضابطے کی جو بات ذہن میں ہونی چاہیے یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام کا انکار کل انکار ہے کیونکہ خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی فضیلت میں یہ سب حضرات مشترک ہیں۔ اور صحبت کی فضیلت سب فضائل و کمالات سے فائق اور بلند ہے۔ اسی بنا پر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو خیرناہین ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی کے ادنیٰ مرتبہ تک بھی نہیں پہنچ سکے۔ لہذا صحبت کی فضیلت کا کوئی شے بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ان صحابہ کا ایمان صحبت اور نزول وحی کی برکت

سے شہودی ہو چکا ہے۔ اور ایمان کا یہ رتبہ صحابہ کرام کے بعد کسی کو بھی نصیب نہیں۔ اور اعمال ایمان پر متفرع ہوتے ہیں۔ اعمال کا کمال ایمان کے کمال کے مطابق ہے۔

اور لڑائیاں جھگڑے جو ان کے درمیان واقع ہوئے وہ نیک مرادوں اور بلیغ حکمتوں پر محمول ہیں۔ وہ بھالت یا خواہش نفسانی کے تحت نہیں تھے۔ بلکہ اجتہاد اور علم کی بنا پر تھے۔ اگرچہ بعض کے اجتہاد میں غلطی واقع ہو گئی۔ ایسے خطا کار کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب کا ایک درجہ ہے۔ ہی افراط اور تفریط کے درمیان راہ ہے جس کو اہل سنت و جماعت نے اختیار کیا ہے، اور یہی محفوظ اور مضبوط تر راستہ ہے۔

مختصر یہ کہ علم و عمل نو شرع سے حاصل ہوتا ہے۔ اور اخلاص جو علم و عمل کے لیے روح کی مانند ہے اس کا حصول طریقہ صوفیہ کے سلوک سے وابستہ ہے۔ جب تک سیر الی اللہ قطع نہ کرے اور سیر اللہ سے موصوف نہ ہو، اخلاص کی حقیقت دور رہتی ہے اور مخلص لوگوں کے کمالات سے انسان تک رہتا ہے۔ ہاں عام مومنوں کو بھی تکلف و مشقت سے بعض اعمال میں اگرچہ کچھ قدرے ہی ہو اخلاص سیر آ جاتا ہے۔

لیکن وہ اخلاص جس کا ہم بیان کر رہے ہیں وہ تمام اقوال و افعال اور حرکات و سکنات میں بے تکلف اور بے مشقت اخلاص ہے۔ اور اس اخلاص کا حصول آفاقی اور انفسی الہوں کی نفی سے بستہ ہے اور فنا اور بقا پر موقوف ہے۔ اور ولایت خاصہ تک وصول سے میسر آتا ہے۔ وہ اخلاص تکلف اور کوشش کا محتاج ہے ہمیشہ نہیں رہتا۔ حصول دوام کے لیے بے تکلف سیر آنا درکار ہے۔ اور یہ مرتبہ حق الیقین میں جا کر نصیب ہوتا ہے۔ پس اولیاء اللہ جو کچھ کرتے ہیں صرف حق عزوجل کے لیے کرتے ہیں، اپنے نفس کے لیے کچھ نہیں کرتے۔ کیونکہ ان حضرات کے نفس حق تعالیٰ کی ات پر فدا ہو چکے ہیں۔ حصول اخلاص کے لیے انہیں نیت درست کرنے کی حاجت نہیں۔ (یعنی نیتیں خود بخود ہی درست رہتی ہیں) کیونکہ ان کی نیت فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے باعث درست ہو چکی ہے۔

مثلاً جو شخص اپنے نفس کا گرفتار ہے۔ وہ جو کچھ کرے اپنے نفس کے لیے ہی کرتا ہے۔ چاہے بت کرے یا نہ کرے۔ اور جب اس کی یہ گرفتاری دور ہو جائے اور حق تعالیٰ کی گرفتاری نصیب دوائے تو ایسی جگہ پر پہنچ جاتا ہے کہ جو کچھ کرتا ہے ناچار حق تعالیٰ کے لیے ہی کرتا ہے نیت حاضر رہا نہ ہو۔ نیت اس کام میں درکار ہوتی ہے جو درجہ احتمال میں ہو اور جو چیز متعین ہو نیت کے ذریعہ

اس کی تعیین کی ضرورت نہیں۔ اور اس مقام کا حصول اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ دوام اخلاص والا شخص مخلص کہلاتا ہے۔ اور جس شخص کا اخلاص دائمی نہیں، بلکہ کسب اخلاص کا محتاج ہے وہ مخلص بکسر لام ہے۔ اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اور طریقہ صواب اختیار کرنے سے علم و عمل کو جو نفع پہنچتا ہے، یہ ہے کہ علوم کلامیہ استدلالیہ کشفیہ ہو جاتے ہیں۔ اور تمام اعمال کی ادائیگی میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ سستی جو نفس اور شیطان کی طرف سے طاری ہوتی ہے زائل اور معدوم ہو جاتی ہے۔ ع

ایں کار دولت است کنون تا کرار

مکتوب نمبر (۶۰)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ سید محمود کی طرف صادر فرمایا۔

خطرات اور وساوس کے بالکل دفع اور دور ہو جانے اور اس کے مناسب امور کے

بیان میں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ اپنی ذات قدس کے ساتھ دوام گرفتاری کی نعمت سے مشرف فرمایا۔ کیونکہ حقیقی آزادی اسی گرفتاری میں ہے۔ خطرات نفسانی کا رک جانا اور وساوس کا دور ہو جانا خواجگان نقشبندیہ قدس سرہم کے طریقہ میں مکمل طور پر حاصل ہے۔ حتیٰ کہ اس بزرگ خانوادہ کے بعض مشائخ نے خطرات نفسانی کا چلہ کاٹا ہے اور اس پورے چلے میں اپنے باطن کو خطروں اور وساوس کے آنے سے دور رکھا ہے۔ حضرت خواجہ احمد رقدس اللہ تعالیٰ سرہ نے اس مقام میں فرمایا ہے کہ خطروں اور وساوس کے دور ہونے سے وہ خطرے اور وساوس سے مراد ہیں جو مطلوب کی طرف دوام میں مانع اور رکاوٹ بنیں۔ مطلق دفع خواطر مراد نہیں۔

اور اس بلند سلسلے کا ایک درویش و امّا بنعمۃ ربک فحذث (اپنے رب کی نعمت چرچا کرو) کے مطابق اپنے حال کی یوں خبر دیتا ہے کہ:

”دل سے خواطر اور وساوس اس حد تک دور ہو چکے ہیں کہ اگر بالقرض عمر نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس صاحب قلب کو دیدیں، تو بھی ہرگز اس کے دل پر کسی

خطرے کا گزر نہیں ہو سکتا۔

یہ نہیں کہ اسے ان خواطر و وساوس کے دور کرنے میں تکلف کی ضرورت پڑے۔ کیونکہ جو شے تکلف سے وجود میں آتی ہے وہ وقتی اور عارضی ہوتی ہے، ہمیشہ اور دائمی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس درویش کی حالت تو یہ ہے کہ اگر سالہا سال خواطر اور وساوس کو دل میں لانے کی کوشش کرتا رہے تو بھی وساوس کا گزر اس کے دل پر نہیں ہو سکتا۔ صرف چالیس دن کے چلے کی تعیین تکلف اور تصنع کی بردہتی ہے۔ فعل اور تکلف مرتبہ طریقت میں ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تکلف اور تصنع سے ہوٹ جائے۔ یاد کرو مرتبہ طریقت میں ہے اور یادداشت درجہ حقیقت میں۔

پس یہ بات ثابت ہو گئی کہ خواطر اور وساوس کو تکلف سے روکنا وقتی شے ہے۔ جس طرح میں روکنے کے لیے دس روز یا چالیس روز کا چلہ اس طرح سے مطلوب کی طرف دوام توجہ محال ہے کیونکہ تکلف مرتبہ طریقت میں ہے۔ اور طریقت میں دوام مقصور نہیں۔ اور یہ دوام جو مرتبہ حقیقت میں نصیب ہوتا ہے اس بنا پر ہے کہ مقام حقیقت میں تکلف محال ہے۔ پس مرتبہ تکلف میں خطرے آنا دوام توجہ سے مانع ہے۔ اور اس بلند سلسلہ کے مبتدیوں کو دوام نگرانی نصیب ہوتی ہے وہ باب امر دیگر ہے۔ اور وہ دوام توجہ جسے ہم بیان کر رہے ہیں وہ یادداشت سے عبارت ہے اور نہ مرتبہ کمال ہے۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے فرمایا ہے کہ یادداشت سے اوپر یادداشت ہے۔ یعنی اور کوئی مرتبہ نہیں۔

۱۱ آپ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ کے چار خلفاء میں سے ایک ہیں۔ آپ سلسلہ خواجگان نقشبندیہ میں سرہم کے سردار ہیں۔ آپ کا مقام ولایت اور مزار شریف قصبہ غجدوان میں ہے جو شہر بخارا شریف سے ۶ فرسنگ واقع ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم مبارک عبدالجلیل ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ نے ابتدائی علوم شہر بخارا میں حاصل کیے۔ بوقت وصال شریف آپ نے چار حضرات کو خلافت عطا فرما کر دعوت ارشاد کا کام ان کے ذمہ کیا اور اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ آپ راہ صدق و صفاء متابعت شرع اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوتاہاں رہے۔ بدعات و خواہشات سے دور رہتے تھے۔ اپنی روش و طریقہ لوگوں سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ رشتات لمخس۔ ۱۲ پنداشت یعنی محض وہم و گمان اور خیال ہے۔ یعنی کوئی چیز نہیں ۱۲

۱۳ سالک جب تک طریقت و تصنع کے مقام میں رہتا ہے اور حقیقت اور ملک حضور تک نہیں پہنچتا یا ذکر کے مقام میں ہوتا ہے۔ اور جب حضور اور دوام تک پہنچ جاتا ہے اور یاد ذکر کے مقام سے نکل جاتا ہے اور یہ حضور ملک کی شکل اختیار کر لیتا ہے کہ دور کرنے سے دور نہ ہو تو یہ یادداشت کا مقام ہے۔

اس قسم کے احوال کے اظہار سے مقصود اس بلند طریقہ کے طالبوں کو مزید رغبت دلانا ہے۔ اگر لوگوں کے انکار میں ہی اضافہ ہوگا:

يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ
كثيرا
اللہ تعالیٰ اس سے بہت کو گمراہ کرتا ہے اور بہت
کو ہدایت کرتا ہے۔

مثنوی :-

ہر کس افسانہ بخواند افسانہ است
آب نیل است و قبطی خوں بود
وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است
قوم موسیٰ رانہ خوں بود آب بود

یعنی جو شخص اس کو افسانہ اور بے اصل کہتا ہے وہ خود بے اصل اور غیر معتمد ہے۔ اور جس نے اس کو اپنا نقد سرمایہ قرار دیا وہ مرد ہے۔ دریائے نیل پانی ہے مگر قبطیوں (فرعونوں) کے لیے خون تھا لیکن قوم موسیٰ کے لیے خون نہیں تھا بلکہ پانی تھا۔

والسلام والا کرام۔

مکتوب نمبر (۶۱)

یہ مکتوب بھی سیادت مآب سید محمود کی طرف صادر فرمایا۔

کامل اور کامل کرنے والے شیخ کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب اور ناقص کی صحبت سے اجتناب کرنے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ نظر کی کجی سے آزاد اور تمام انسانوں کے سردار نبی اکرم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے طفیل اپنی ذات کی طلب میں زیادتی اور اضافہ نصیب فرمائے۔ اور جو چیزیں مطلب و مقصد تک پہنچنے میں رکاوٹ اور ممانعت ہیں ان سے کامل اجتناب عطا فرمائے۔

التفات نامہ گرامی نے اپنی آمد سے مشرف کیا۔ چونکہ آپ کے مکتوب گرامی سے طلب و شوق درو پیاس کا اظہار ہوتا تھا اس لیے نظر کو بہت اچھا لگا۔ کیونکہ یہ چیز حصول مطلوب کی بڑی دیتی ہے۔ اور درود مقصود کو پانے کا مقدمہ اور سبب ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں ”اگر اللہ تعالیٰ کچھ نہ دینا ہوتا تو وہ چاہت اور طلب عطا نہ کرتا۔“

دولت طلب کے حصول کو نعمت عظمیٰ جانتے ہوئے جو کچھ اس کے مخالف ہے اس سے پرہیز

یا چاہیے تاکہ اس طلب میں سستی راہ نہ پائے۔ اور اس حرارت میں ٹھنڈک اتر نہ کر جائے۔ اور اس
ب کی حفاظت کے اسباب میں سب سے بڑا اس دولت کے حصول کے شکر کے ساتھ قائم ہونا ہے۔
لَیْسَ شُکْرُکُمْ لَّا زَیْدٌ لَّکُمْ۔ اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں ضرور اور زیادہ عطا کر دوں گا۔

رجاب قدس خداوندی جل سلطانہ میں ہر وقت التجا اور تضرع ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ
اب کو اپنے کعبہ جمال لازوال سے پھیر نہ دے۔ اور اگر حقیقت التجا و تضرع میسر نہ آئے تو صورت
با و تضرع کرنا تھ سے نہیں کھونا چاہیے۔

وَ اِنَّ لَّکَ تَبٰکُوًا فَنَبَا کُوًا۔ اگر رونانہ آئے تو رونے کی صورت ہی بناؤ۔
اسی معنی و مطلب کا بیان ہے۔

شوق و درد کی یہ حفاظت شیخ کامل مکمل کی خدمت میں پہنچنے کے وقت تک ہے۔ اس کی خدمت
میں پہنچ جانے کے بعد اپنی تمام مرادیں اس کے حوالے کر دے جس طرح بیت غسال کے ہاتھ میں
قنا اول فنا فی الشیخ ہے۔ پھر یہی فنا فی اللہ کا ذریعہ اور وسیلہ بن جاتی ہے۔
زماں روی کہ چشم تست احوال معبود تو پیر تست اول

چونکہ تیری نظر اول میں احوال (ایک کو دو دیکھنے والی ہے) اس لیے اولاً تیرا قبلہ گاہ تیرا پیر و
مرشد ہے۔

بونکہ افادے اور استفادے کا راستہ طرفین کی مناسبت پر مبنی ہے۔ ابتداء میں طالب کو اس کی
ال پستی اور کمینگی کے باعث جناب اقدس عز سلطانہ کے ساتھ مناسبت نہیں ہوتی۔ اس وقت
میان میں دو جہتوں والا واسطہ اور برزخ درکار ہے۔ اور وہ شیخ کامل و مکمل کی ذات ہے۔

اور سستی اور خرابی کا قوی ترین سبب شیخ ناقص کی طرف طلب و رجوع ہے جس نے ابھی سلوک
ذریعہ کا کام مکمل نہیں کیا اور اپنے آپ کو مستند شیخ کی طرف کھینچ لایا ہے۔ طالب کے لیے اس کی
عجت نہ ہر قائل ہے اور اس کی طرف رجوع مملک مرض ہے۔ طالب کی بلند استعداد کو اس طرح کی
عجت پستی کی طرف لے آتی ہے اور بلندی سے نیچے گرا دیتی ہے۔ مثلاً وہ مریض جو طبیب ناقص سے
لاج کرائے وہ درحقیقت اپنے مرض میں زیادتی کی کوشش کر رہا ہے اور اپنی ازالہ مرض کی قابلیت و
استعداد کو ضائع کر رہا ہے۔ اگرچہ اس کی دوا ابتداء میں قدرے تحقیق پیدا کرتی ہے مگر فی الحقیقت
وعین نقصان اور ضرر ہے۔ بالفرض یہ مریض اگر طبیب حاذق تک پہنچ جائے تو طبیب حاذق پہلے

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں شرح السنۃ سے بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ مذکور ہے۔

طیب ناقص کی دوا کے اثرات زائل کرنے کی فکر کرے گا اور مسلمات کے ساتھ اس کا علاج کرے گا۔ اس کے اثرات کے ازالے کے بعد مرض کے دور کرنے کی طرف توجہ کرے گا۔

ان بزرگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقے کا دار و مدار صحت پر ہے کہنے سے کام نہیں بنتا بلکہ یہ چیز طلب میں سستی پیدا کر دیتی ہے۔ احتمال ہے کہ چند روز تک دہلی اور آگرہ کی طرف میرا جانا ہوگا۔ اگر آپ اکیلے ادھر آجائیں اور روبرو ہو کر جلدی سے کچھ اخذ کر لیں تو اس گنجائش ہے۔ اس سے زیادہ گفتگو تکلیف دہ امر ہے

باقی سوالات جو پوچھے گئے تھے ان کا جواب یہ ہے کہ جناب مشیخت پناہ، معارف و متنگ شیخ تاج کا وجود اس صوبہ میں غنیمت ہے۔ وہ بزرگ شخصیت ہے لیکن آپ کی استعداد کو ان طریقہ سے مناسبت کم ہے۔ رابطہ کے حصول کے بغیر مطلوب کا حصول مشکل و دشوار ہے۔ آگے آپ مختار ہیں۔ اگر کبھی کبھی اپنے حالات لکھ بھیجا کریں تاکہ اس طرح اس طرف سے بھی کچھ لکھ بھیج جایا کرے تو مناسب ہے۔ کیونکہ اس طرح اخلاص و عقیدت کا سلسلہ ہر وقت حرکت میں رہتا ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۶۲)

جناب مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ جو جذبہ سلوک سے پہلے ہے وہ مقاصد میں سے نہیں، بلکہ وہ آسانی کے ساتھ منازل سلوک طے کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور جو جذبہ سلوک کے بعد نصیب ہوتا ہے وہ مفاد میں ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفى۔

حق تعالیٰ تک وصول کے راستے کے دو جزو ہیں: جذبہ اور سلوک۔ یا تصفیہ اور تزکیہ۔ وہ جذبہ جو سلوک سے پیشتر ہے مقاصد میں سے نہیں ہے۔ اور وہ تصفیہ جو تزکیہ سے پہلے نصیب ہوتا ہے وہ بھی مطالب میں سے نہیں ہے۔ ہاں وہ جذبہ جو سلوک کو مکمل کرنے کے بعد ہوتا ہے۔ اور وہ تصفیہ جو تزکیہ کے حصول کے بعد میسر آتا ہے اور سیر فی اللہ سے تعلق رکھتا ہے۔

البتہ مقاصد مطلوبہ میں سے ہے۔ وہ جذبہ اور تصفیہ جو سلوک سے پہلے ہے وہ سلوک کے راستوں
سانی سے چلنے کے لیے ہے۔ سلوک کے بغیر کام نہیں بنتا۔ اور منازل طے کرنے کے بغیر مطلوب کا جمال
ہامنے نہیں آتا۔ پہلا جذبہ دوسرے جذبے کے لیے صورت کی مانند ہے۔ فی الحقیقت ایک کو دوسرے
سے کوئی مناسبت نہیں۔ پس نہایت کے ہدایت میں اندراج سے مراد جو اس بلند سلسلہ کے شاخ کی
نمارت میں واقع ہے یہ ہے کہ نہایت کی صورت ہدایت میں درج ہے۔ ورنہ حقیقت نہایت ہدایت
سما نہیں سکتی۔ نہایت کی ہدایت سے کوئی مناسبت نہیں۔ اس بحث کی تحقیق اس رسالہ میں
حیل کے ساتھ مذکور ہو چکی ہے جو حقیقت جذبہ و سلوک وغیرہ میں تحریر کیا گیا ہے۔
الغرض صورت سے حقیقت کی طرف عبور کرنا ضروری ہے۔ اور حقیقت کی طرف بڑھنے کے
جائے صورت پر ہی اکتفا کرنا دور رہنے کی بات ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نبی مختار اور آپ کی نیک
الاد علیہ وعلیہم من الصلوٰات اکملہا ومن التحیات افضلہا کے طفیل ہم سب کو حقیقت حقہ سے
وصوف فرمائے اور صورت باطلہ سے بچائے۔

مکتوب نمبر (۶۳)

یہ مکتوب سیادت و بزرگی کے مالک شیخ فرید کی خدمت میں صادر فرمایا۔
اس بیان میں کہ تمام انبیاء کرام صلوٰات اللہ تعالیٰ و تسلیماۃ علیہم اصول دین میں متفق ہیں۔
ان بزرگوں کا آپس میں اختلاف صرف فروع میں ہے۔ اور ان کے کچھ متفقہ کلمات کے بیان میں۔
اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تم سب کو آپ کے آباء کرام کے طریقہ پر ثابت رکھے۔ آپ کے
آباء کرام میں سب سے افضل نبی کریم پر اصالۃ اور باقی پر ماتحت ہونے کے طور پر صلوٰۃ و سلام
کا نزول ہوتا رہے۔

انبیاء کرام (ان سب پر عموماً اور ان سب سے افضل پر خصوصاً اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلامتی
اور تحفے اور برکتیں نازل ہوتی رہیں) کائنات کے لیے رحمت ہیں۔ انہی بزرگوں کے ذریعہ جہان کو
نجات ابدی کی سعادت نصیب ہوئی ہے اور غیر حق سے گرفتاری سے خلاصی حاصل ہوئی ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے جلد اول مکتوب نمبر ۱۴۴ میں تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔
یہ مکتوب آپ نے حافظ محمود لاہوری کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اگر ان کا وجود شریف نہ ہوتا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ جو غنی مطلق ہے اپنی ذات اور صفات تعالیٰ و تقدیر سے واقف نہ کرتا، اور اپنے تک راستہ نہ دکھاتا۔ اور کوئی بھی اس ذات کو نہ پہچان سکتا۔ اور شریف شریف کے اوامر و نواہی جن کا اس نے محض اپنے فضل و کرم اور بندوں کے نفع کے لیے مکلف کیا۔ مکلف نہ کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ باتیں غیر پسندیدہ سے ممتاز اور جدا نہ ہوتیں۔

تو اس نعمت عظمیٰ کا شکر کس زبان سے ادا ہو سکتا ہے اور کس کی مجال ہے کہ شکر کی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے۔ اس ذات کی حمد و ثنا جس نے ہمیں اپنے انعامات سے نوازا اور اسلام کی دولت عطا فرمائی۔ اور ہمیں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کرنے والوں میں سے کیا۔

یہ سب بزرگ احوال دین میں متفق ہیں اور حق تعالیٰ و تقدس کی ذات و صفات، حشر و نشر، انجیل کے بھیجنے، نزول ملائکہ، وحی کے وارد ہونے اور جنت کی نعمتیں اور دوزخ کے دائمی اورابدی عذاب کے بارے میں ایک ہی بات کہتے ہیں۔ ان کا آپس میں بعض احکام میں اختلاف فروع سے تعلق رکھتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہر زمانہ میں ہر اولوالعزم پیغمبر پر اس زمانے کے لوگوں کے لیے بعض احکام نازل فرمائے اور مخصوص احکام سے مکلف کیا۔ احکام شریعیہ میں نسخ و تبدیلی حق تعالیٰ کی حکمتوں اور مصلحتوں کے تحت ہے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی صاحب شریعت بنی پر مختلف احکام میں متضاد احکام نسخ و تبدیلی کے طور پر وارد و نازل ہوتے ہیں۔

جن بعض کلمات میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ بزرگ گروہ متفق ہے ان میں سے بعض یہ ہیں:

غیر حق سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت کی نفی۔ اس ذات تعالیٰ و تقدس کے ساتھ شرک کی ممانعت اور مخلوق کے لیے حق تعالیٰ کی ذات پاک کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو رب اور الہ بنالینے کا عدم جواز۔ یہ حکم اور یہ تعلیم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے۔ (انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیروکاروں کے علاوہ کوئی بھی اس دولت و نعمت سے مشرف نہیں ہوا، اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کسی نے بھی ایسی گفت گور نہیں فرمائی۔

منکرین نبوت اگرچہ خدا تعالیٰ کو ایک کہتے ہیں مگر ان کا معاملہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اہل اسلام کی تقلید کے طور پر ایسا کہتے ہیں، اور یا واجب الوجود ہونے میں تو اس کو ایک تسلیم کرتے ہیں مگر استحقاق عبادت میں وحدہ لا شریک نہیں مانتے۔ اور اہل اسلام کے نزدیک اللہ تعالیٰ واجب الوجود اور استحقاق عبادت دونوں میں وحدہ لا شریک ہے۔ کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے مراد باطل الہوں

عبادت کی نفی اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی معبودیت کا اثبات ہے۔

دوسری بات جو ان بزرگوں کے ساتھ خاص ہے یہ ہے کہ یہ حضرات دوسرے لوگوں کی طرح اپنے آپ کو بشر ہی کہتے ہیں۔ اللہ اور معبود حق سبحانہ کی ذات کو ہی مانتے ہیں اور ذات کی طرف ہی دعوت دیتے ہیں۔ اور اس ذات سبحانہ کو حلول و اتحاد سے منزہ جانتے ہیں۔

لیکن منکرین نبوت کی یہ حالت نہیں بلکہ منکرین کے سرداروں نے تو الوہیت اور خدائی کا دعویٰ کیا ہے۔ حق سبحانہ کا اپنے اندر حلول مانتے ہیں۔ اور استحقاق عبادت اور الوہیت کا نام اپنے آپ پر استعمال کرنے سے پرہیز نہیں کرتے۔ تو لا محالہ اس وجہ سے انہوں نے اس کی بندگی سے پاؤں باہر نکال لیے ہیں اور بُرے افعال اور قبیح اعمال میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اس طرح ان پر اباحت اشیاء کا راستہ کھل جاتا ہے اور گمان کر لیتے ہیں کہ ان خداؤں کے لیے کوئی چیز ممنوع نہیں۔ یہ جو کچھ کہتے ہیں ٹھیک کہتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں سب درست اور مباح ہے۔ تو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ تو افسوس ہے ان پر اور ان کے متبعین اور ان کے پیروکاروں پر۔

دوسری بات جس پر انبیاء کرام علیہم الصلوٰات والتسلیمات متفق ہیں اور ان کے منکرین اس سے بے نصیب ہیں یہ ہے کہ یہ بزرگ گروہ نزول ملائکہ کا جو معصوم مطلق ہیں اور کچھ تعلق اور آلودگی نہیں رکھتے، قائل ہے، اور وحی کے امین اور کلام بانی کے حامل ہیں پس یہ بزرگ گروہ جو کچھ کہتا ہے حق تعالیٰ و تقدس کی طرف سے کہتا ہے۔ اور جو کچھ پہنچاتا ہے خدا کی طرف سے پہنچاتا ہے اور ان کے اجتہادی احکام بھی وحی سے موید ہیں۔ اگر بالفرض ان سے کچھ لغزش ہو جائے تو خدائے سبحانہ و تعالیٰ فوراً وحی قطعی سے اس کا تدارک کر دیتا ہے۔

اور منکرین کے سردار اور رئیس جو اپنے لیے دعویٰ خدائی کیے ہوئے ہیں جو کچھ کہتے ہیں اپنے پاس سے کہتے ہیں۔ اور اپنے زعم الوہیت کی بنا پر اسی کو ٹھیک اور درست قرار دیتے ہیں۔ تو انصاف سے کام لینا چاہیے کہ جو شخص کمال بے عقلی کے باعث اپنے آپ کو الہ کہے اور مستحق عبادت جانے۔ اور اس فاسد اور غلط گمان کے تحت ناشائستہ افعال کا ارتکاب کرے، اس کی باتوں کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ اور اس کی اتباع اور پیروی پر کوئی بھلائی موقوف ہو سکتی ہے؟

سالیہ نکوست از بہارش پیداست
سالی کی خوبی اس کے موسم بہار کے دم قدم سے ہے۔

اس قسم کی باتوں کا اظہار مزید وضاحت کے لیے ہے۔ ورنہ حق باطل سے بالکل جدا اور ممتاز ہے۔ اور نور ظلمت کے مقابلے میں بالکل نمایاں ہے:

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْحَقُّ وَزَهَقِ الْبَاطِلُ
اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوًّا
حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بیشک باطل مٹنے
ہی والی چیز ہے۔

اے اللہ! ہم کو ان اکابر انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی متابعت پر ثابت قدم رکھ۔
بقیۃ المقصود یہ بات ہے کہ سیادت پناہ میاں پیر کمال کو آپ بہتر جانتے ہیں۔ اس بارے
میں کچھ لکھنے کی کیا حاجت ہے۔ اتنی بات ہے کہ یہ حقیر ان کی آشنائی سے کچھ عرصہ سے محظوظ ہے۔
مدت کی بات ہے کہ انہوں نے آستانہ بوسی کا اشتیاق ظاہر کیا تھا۔ لیکن اس دوران ان پر ضعف
طاری ہو گیا اور ایک عرصہ تک صاحب فراش رہے ہیں۔ فراغت و صحت کے بعد آپ کی خدمت
میں حاضری کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ آپ کی مہربانی کے امیدوار ہیں۔

مکتوب نمبر (۶۴)

سرداری اور بزرگی کی پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:
جسمانی اور روحانی لذت اور جسمانی آلام و مصائب برداشت کرنے کی ترغیب اور اس کے
مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمہیں دیرین میں بھرمتہ سید ثقلین علیہ و علی آلہ الصلوٰت والتسلیمات دیرین
میں سلامتی اور عافیت نصیب فرمائے۔

دنیا کی لذت اور اس کا الم و قسم ہے: روحانی اور جسمانی۔ ہر وہ چیز جس میں جسم کے لیے لذت
ہے روح کے لیے اس میں تکلیف ہے۔ اور جس سے بدن کو تکلیف پہنچے روح کو اس سے لذت حاصل
ہوتی ہے۔ روح اور جسم ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔ اور اس جہان میں کہ روح جسم کے مقام میں نزول
کر چکا ہے اور جسم و جسمانیات کا گرفتار ہو چکا ہے جسم کے حکم میں ہو چکا ہے جسم کی لذت سے یہ بھی
لذت اٹھاتا ہے اور جسم کو تکلیف پہنچنے سے اس کو بھی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ یہ مرتبہ عوام کا لائق
کا ہے آیت کریمہ:

تَحْسَدُوْنَ لَهُۥٓ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ
پھر ہم نے اس کو سب نیچوں سے نیچے کر دیا۔

انہی عوام کے حال پر صادق آتی ہے۔

ہزار بار افسوس اگر رُوح اس گرفتاری سے نجات حاصل کر کے اپنے وطن اصلی کی طرف رجوع نہ کرے۔

پایہ آخر آدم است و آدمی گشت محروم از نعمتِ محرمی
گر نہ نگر دو باز مسکین زین سفر نیست ازوے پیچ کس محروم تر
آخری مرتبہ آدم کا ہے، اور آدمی محرم راز ہونے کے مقام سے محروم ہو چکا ہے۔ یہ مسکین انسان اگر اس سفر (مشغولی مخلوقات) سے واپس نہ لوٹا تو اس زیادہ محروم اور کوئی نہیں۔

یہ روح کا مرض ہے کہ وہ اپنی تکلیف کو لذت گمان کرتا ہے اور لذت کو دردِ عالم تصور کرتا ہے۔ جس طرح صفراوی مزاج انسان مرض صفراء کے باعث شیریں چیز کو کڑوا محسوس کرتا ہے۔ تو اہل عقل پر اولاً اس مرض کا ازالہ ضروری ہے۔ تاکہ جسمانی آلام و مصائب کے باوجود اپنی خوش و خرم بسر کریں۔

از پیئے این عیش و عشرت ساختن صد ہزاراں جاں بیاید با ختن
اس عیش و عشرت (رنج و غم دنیوی میں بھی خوش رہنا) کو حاصل کرنے کے لیے ہزاروں جانیں قربان کرنا پڑتی ہیں۔

اگر اچھی طرح حالاتِ دنیا کا ملاحظہ کیا جائے تو یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ اگر دنیا میں رنج و مصیبت نہ ہوتی تو اس کی جو برابر بھی قیمت نہ ہوتی۔ دنیا کی تاریکیوں کو واقعات و حوادث آکر زائل کر دیتے ہیں۔ حوادثِ زمانہ کی تلخی کڑوی دوا کی طرح نافع ہے جس سے مرضِ زائل ہوتا ہے۔

فقیر کو اس طرح محسوس ہوا ہے کہ لوگ جو ایک دوسرے کی عام کھانے کی دعوتیں کرتے ہیں اور اس میں خلوص نیت ملحوظ نہیں رکھتے۔ اور دعوت کھانے والوں میں سے بعض لوگ شکوے اور شکایت کی زبان کھولتے ہیں اور طعام و صاحبِ طعام کا عیب نکالتے ہیں۔ اور دعوت کرنے والا ان کے اس رویے سے دل شکستہ ہوتا ہے۔ اور یہی شکستہ دلی صاحبِ دعوت کی اس ظلمت (نیت کی خرابی) کو جو دعوتِ طعام میں پائی جاتی ہے، قبولیت کے مقام میں لے آتی ہے۔ اگر وہ جماعتِ شکوہ شکایت نہ کرتی، اور اس سے صاحبِ طعام کو شکستہ دلی لاحق نہ ہوتی تو وہ طعامِ ظلمت و کدورت سے پر ہوتا۔ اس صورت میں اس طعام کی قبولیت کے احتمال کی کوئی گنجائش نہ ہوتی۔ پس کام کا مدار شکستگی اور آوارہ

۱۔ یعنی جب انسان نے کفر اختیار کیا اور اپنی فطرتِ سلیمہ کو ضائع کر دیا۔ (سورہ تین: پارہ ۳۰)

ا پر ہے۔ اور ہم ناز پرورہ اور عیش و نعمت کے دلدادگان کے لیے کام بڑا مشکل ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ه

میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

نفس قلعی ہے۔ اور عبادت تذل اور شکستگی سے عبارت ہے۔ تو انسان کی پیدائش سے مقصود اس کی عاجزی اور انکساری ہے۔ خاص کر مسلمانوں اور دینداروں کی پیدائش و خلقت کہ ان کے لیے تو دنیا ہے ہی قید خانہ۔ اور قید خانہ میں عیش و آرام تلاش کرنا عقل سے بعید بات ہے۔ پس آدمی کے لیے محنت و کوشش اور جدوجہد کے بغیر چارہ نہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم بے طاقتوں کو اس معنی و حقیقت پر استقامت نصیب کرے۔ آپ کے جد امجد کی حرمت سے علیہ و علیٰ آلہ من الصلوات اتمہا ومن التحيات اکملہا۔

مکتوب نمبر (۶۵)

خان اعظم کی طرف صادر فرمایا

مسلمانوں کی بے چارگی اور ضعف اسلام پر غم کھانے اور اہل اسلام کی تقویت اور شرعی احکام کے اجراء پر ابھارنے اور نہ غیب دینے کے بیان میں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کی تائید فرمائے اور اسلامی احکام کی بندی میں آپ کو دشمنان اسلام پر فتح و نصرت عطا فرمائے۔

مخبر صادق حضور نبی کریم علیہ علی آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا نے فرمایا ہے:

إِلَّا سَلَامًا بَدَا غَرَبًا وَسَيَعُودُ

اسلام مسافر کی طرح ظاہر ہوا۔ (یعنی اسے

کما بَدَا فُطُوبِي لِلْغُرَبَاءِ -

بہت کم لوگوں نے پہچانا) اور غنقریب اپنی

ابتدائی غربت کی طرف لوٹ جائے گا۔ پس خوشحالی ہے عزباء کے لیے۔ یعنی اس کی مدد کرنے

لے صحیح حدیث کی طرف اشارہ ہے جو اس باب میں وارد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں

الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر۔ "دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے"۔ مسلم شریف

بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مترجم عفی عنہ۔

والوں کے لیے۔ (صحیح مسلم شریف، ابن ماجہ، طبرانی بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
غزیت اسلام اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ کفار علانیہ اسلام پر اعتراضات اور مسلمانوں کی
مذمت کرتے ہیں۔ اور بے تحاشا کفر کے احکام کا اجرا اور کوچہ و بازار میں کفار کی مدح و ثناء کرتے
پھر رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کو اسلامی احکام کے اجرا سے روک دیا گیا ہے اور احکام شریعت کے
بجالانے میں ان کی مذمت اور ان پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے۔

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز

بسوخت عقل ز حیرت کہ این چه بوالعجبیست

پری تو اپنا منہ چھپائے رکھے اور شیطان کرشمہ و ناز دکھائے۔ حیرت سے عقل جل جاتی

ہے کہ یہ کیا عجیب معاملہ ہے۔

سبحان اللہ و بحمدہ۔ مقولہ ہے کہ الشرع تحت السیف (شرع تلوار کے نیچے ہے)
اور شرع شریف کی روئی بادشاہان اسلام سے وابستہ ہے۔ یہ جملہ اُلٹ ہو چکا ہے اور معاملے میں
انقلاب آچکا ہے۔ واحسن تا، واندامتا، وادیلا۔ (ہائے حسرت، ہائے ندامت، ہائے
افسوس)۔

آج ہم آپ کے وجود شریف کو ہی غنیمت جانتے ہیں۔ اور اس کمزور اور شکست خوردہ معرکہ
میں مرد میدان صرف آپ کی ذات کو ہی تصور کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہجرت نبی کریم اور
آپ کی بزرگ اولاد کے آپ کا مویا اور مددگار ہو۔ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰات و التسلیمات
والتحیات والبرکات۔ ایک حدیث میں وارد ہے:

لَنْ يُوْثِقَ مِنْ أَحَدٍ كُمْ حَتَّى يُقَالَ إِنَّهُ

تَمَّ بِمِنْ سِوَاكَ كَوْنِي شَخْصٌ مُّؤْمِنٌ نَّهَيْتُ

جَبْنُونُ ۝

آج وہ جنوں جس کا مہنشی اسلامی غیرت ہے آپ کی طبیعت میں محسوس ہو رہا ہے۔ الحمد
للہ علی ذلک۔ یہ وہ دن ہے کہ بالکل تھوڑے عمل کو عظیم ثواب اور پوری اہمیت کے ساتھ
قبول فرماتے ہیں۔ ہجرت کے سوا اصحاب کف کا کوئی عمل نمایاں نہیں۔ مگر دیکھ لو کہ اس کا کس قدر
اعتبار اور لحاظ کیا گیا ہے۔ سپاہی دشمنوں کے غلبے کے وقت تھوڑا سا تردد کریں تو اس کی دشمنوں

۱۱۔ حسن حسین، ابن جبران، احمد، ابو یعلیٰ و ابن سنی بروایت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

باختلاف یسیر ۱۲ مترجم عفی عنہ

کے سکوں اور امن کے وقت کی نسبت بہت زیادہ قدر ہوتی ہے۔ اور یہ تو لی جہاد جو اس وقت آپ کو میسر ہے جہاد اکبر ہے، اس کو غنیمت جانیں۔ اور ہَلْ مِنْ قَلْبِکَ کا نعرہ لگائیں اور زبان کے اس جہاد کو جہادِ قتل سے بہتر جانیں۔ ہمارے جیسے بے دست و پا فقراء اس دولت سے محروم ہیں۔

هٰذَا لَا رِيَابَ اِلَّا بِالنَّعِيمِ نَعِيمُهَا وَلِلْعَاشِقِ الْمُسْكِينِ مَا يَنْجُوعُ
نعمت والوں کو نعمتیں گوارا ہیں۔ اور عاشق مسکین کے حصے وہی ہے جو وہ غم و اندوہ کے گھونٹ گلے سے اتار رہا ہے۔

وادیٰ تر از گنج مقصود نشان گریبان سیدیم تو شاید برسی
ہم نے تجھے مقصود کے خزانے کا نشان بتا دیا ہے۔ اگر ہم نہیں پہنچ کے تو شاید تو ہی اس تک پہنچ کے۔

حضرت خواجہ احرار قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرمایا کرتے تھے: اگر میں پیری مریدی کروں تو کسی بھی پیر اور شیخ کو جہان میں مرید نہ ملے۔ سب کو میں ہی اپنی طرف کھینچ لوں۔ مگر میرے ذمے ایک دوسرا کام لگایا گیا ہے۔ اور وہ شریعت کی ترویج اور ملت اسلام کی تائید و تقویت ہے۔ اس بنا پر آپ سلاطین وقت کے پاس تشریف لے جاتے اور اپنے تصرف سے ان کو اپنا مطیع بناتے اور اس ذریعہ سے شریعت حقہ کی ترویج فرماتے۔

آپ سے التماس ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بزرگ خانوادہ (مشائخ نقشبندیہ) قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے ساتھ محبت و عقیدت کی برکت سے آپ کی باتوں میں اثر بخشا ہے اور آپ کی عظمت مسلمانی کو آپ کے ہم عصر لوگوں پر نمایاں اور ظاہر کر دیا ہے تو سعی اور کوشش کریں کہ اہل کفر کی بڑی بڑی کافرانہ باتیں جو اہل اسلام میں پھیل چکی ہیں ویرانی کا شکار ہو جائیں اور مٹ جائیں اور اہل اسلام خلاف شرع امور سے محفوظ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس سے پہلی بادشاہی میں تو دینِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عناد اور مخالفت صریح محسوس ہوتی تھی۔ اس بادشاہی میں ظاہراً وہ عناد محسوس نہیں ہوتا۔ اگر ہے بھی تو عدم علم کے باعث ہے۔ لیکن اس بات کا ڈر ہے کہ اب بھی معاملہ عناد تک نہ پہنچ جائے اور مسلمانوں کا معاملہ زیادہ

لے اویا اللہ کے تصرف کے منکران الفاظ پر غور فرمائیں۔ مترجم عفی عنہ۔

تنگ ہو جائے۔ ج

چون بید بر سر ایمان غریش می لرزم

میں اپنے ایمان کے بارے میں درخت بید کی طرح کانپ رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور سید المرسلین علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی متابعت و پیروی پر ثابت قدم رکھے۔

فقیر ایک تقریب کے سلسلے میں یہاں آیا تھا۔ آپ کو اپنی آمد سے بے خبر رکھنا مناسب خیال نہ کیا، اور یہ بھی مناسب نہ جانتا کہ بعض مفید اور مانع باتیں آپ کو نہ لکھے۔ اور طبعی محبت سے جو بندہ کو فطری مناسبت کے طور پر آپ سے ہے واقف نہ کرے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

مَنْ أَحَبَّ أَخَاهُ فَلْيُعْلِمْ
جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے محبت رکھتا ہو تو چاہیے کہ اسے بتا دے۔

آپ پر اور تمام متبعین ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

مکتوب نمبر ۶۶

یہ مکتوب بھی خان اعظم کی طرف صادر فرمایا۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی مدح و ثنا اور اس طریقہ کی طریقہ

صحابہ کرام (ان کے صاحب اور ان پر صلوٰۃ و سلام) کے ساتھ مناسبت اور صحابہ کرام کی باقی تمام دوسروں پر افضلیت کے بیان میں، اگرچہ وہ اوپس قرنی یا عمر بن عبد العزیز مروانی ہی کیوں نہ ہو۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفٰی۔

حضرت خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ سرہم کا طریقہ نہایت کے ابتداء میں اندراج

پر مبنی ہے۔ اور یہ طریقہ بعینہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں

(صحابہ کرام) کو حضور سرور عالم علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی پہلی ہی صحبت میں وہ کچھ

میسر آگیا کہ اولیاء امت کو نہایت نہایت میں جا کر اس کمال کا تھوڑا سا حصہ تھا آتا ہے۔ لہذا

۱۔ سند احمد، ادب المفرد للبخاری، ترمذی، ابن حبان و حاکم۔

وحشی رحمۃ اللہ علیہ قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسے ایک ہی مرتبہ ابتدائے اسلام میں صحبت سید اولین و آخرین علیہ وعلی آلہ الصلوٰات والتسلیمات کا شرف نصیب ہوا۔ اوپس قرنی سے جو خیر التابین ہے افضل قرار پایا۔ اور وحشی کو حضور خیر البشر علیہ وعلی آلہ الصلوٰة والسلام کی اول صحبت میں جو کچھ میسر آیا، اوپس قرنی کو اپنی خصوصیات کے باوجود انتہا میں میسر نہ ہوا۔ تو لازمی طور پر زمانوں میں بہترین زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ کلمہ ثَحَّ نے دوسروں کو پیچھے ڈال دیا ہے۔ اور ان کے درجے کی دوری کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک قدس سرہ سے سوال کیا: ”امیر معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز؟“ تو آپ نے جواب دیا ”وہ عبا جو حضور علیہ الصلوٰة والسلام کی معیت میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا وہ کئی مرتبے عمر بن عبدالعزیز سے افضل و بہتر ہے۔“ تو ناچار ان حضرات کا سلسلہ سلسلۃ الذہب قرار پایا۔ اور اس طریقہ (تقشید) عالی کی فضیلت و بزرگی دوسرے تمام سلسلوں پر صحابہ کرام کے زمانے کی دوسروں کے زمانہ پر فضیلت کی طرح مضبوط دلائل سے ثابت ہو چکی ہے۔

وہ جماعت جسے آغاز ہی میں کمال فضل سے حصہ عطا کر دیا گیا ہو ان کے کمالات کی حقیقت پر دوسروں کا مطلع اور آگاہ ہونا مشکل ہے۔ ان کی نہایت تمام دوسروں کی نہایت سے فائق و اعلیٰ ہے۔ ع

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کی اچھائی کا اندازہ کرو

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین امت میرے صحابہ ہیں۔ ان کے بعد بہترین وہ لوگ ہیں جن کا زمانہ ان سے متا ہے پھر ان کے بعد بہترین امت وہ لوگ ہیں جن کا زمانہ ان سے متصل ہے۔

۱۰ عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر امتی قرنی ثَمَّ الذین یلونہم ثَمَّ الذین یلونہم۔ (بخاری و مسلم)

نوکلمہ ثَحَّ نے جو اس حدیث میں وارد ہوا ہے دوسروں کے کام کو پیچھے ڈال دیا ہے۔ کیونکہ یہ کلمہ جس طرح تراخی زمانہ کے لیے آتا ہے تراخی مرتبہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

ع

سارے کہ نکوست از بہار ش پیداست

یعنی سال کی خبری اس کی بہار کے باعث ہے۔

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند فرماتے تھے ہمارا سب کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ بھرت بنی قریشی علیہ وعلی آلہ من الصلوٰات افضلہا ومن النجیات اکملہا ہمیں اور تمہیں ان اکابر سے دوستی رکھنے والوں اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرنے والوں میں سے کرے۔

مکتوب نمبر (۶۷)

ایک محتاج آدمی کی سفارش کے بارے میں خان خانان کی طرف صادر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ظاہراً باطناً حضور سید المرسلین علیہ وعلی آلہ الصلوٰات والتسلیمات کی متابعت پر ثابت و قائم رکھے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے جو اس پر آمین کہے۔
دو ضروری اور اہم کام بے اختیار آپ کو تکلیف دینے کا باعث بنے ہیں۔ ایک رنج و آزار کا گمان رفع کرنے کا اظہار۔ بلکہ آپ سے دوستی اور اخلاص کا ہونا۔ اور دوسرا ایک محتاج آدمی کی محتاجی کی طرف اشارہ جو فضیلت اور نیکی سے آراستہ ہے اور معرفت و شہود سے مزین ہے جو نسب کے لحاظ سے کریم اور حسب کے اعتبار سے شریف ہے۔

مخدوم گرامی! اظہار حق میں قدرے تلخی ضرور ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ تلخی زیادتی اور کمی کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ بہت ہی بلند حوصلے والا سعادت مند ہونا چاہیے جو اس تلخی کو شہد کی طرح پی جائے اور کل من مزید کتنا ہوا آگے بڑھے۔ حالات کا اختلاف امکان کی صفت کے لوازمات میں سے ہے۔ وہ جماعت جو تمکین و اطمینان کے مقام تک پہنچی ہے دراصل تلخ و اختلاف اس کی طبیعت و سرشت میں بھی ہوتا ہے۔ ممکن ہے چارہ کبھی صفات جلالیہ کے غلبے کے نیچے مغلوب ہوتا ہے اور کبھی اس پر صفات جمالیہ کا حکم نافذ ہوتا ہے۔ نیز یہ ممکن کبھی قبض کا محل ہوتا ہے اور کبھی بسط کے مقام میں ہوتا ہے۔ اور ہر موسم و وقت کے احکام و تقاضے جدا ہوتے ہیں۔ کل وہ تھا، آج یہ ہے۔ حدیث میں ہے:

مومن کا دل خدائے رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان

قلب المؤمن بین اصبعین من

اصابع الرحمن، یقلبہا کیف یشاء۔ ہے۔ اسے جیسے چاہتا ہے پھیرتا ہے۔

والسلام۔

مکتوب نمبر (۶۸)

یہ مکتوب بھی خان خاناں کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ دولت مندوں کو تواضع اور اتکساری زیب دیتی ہے اور فقراء کو بے نیازی الخیر فیما صنع اللہ سبحانہ۔ بہتری اور خیر اسی میں ہے جو اللہ سبحانہ کرے۔

مخدوم گرامی!۔

من آنچه شرط بلاغ است باتو میگویم
تو خواه از سخنم پسند گیر و خواه ملال!

تبلیغ کی شرط کے تحت جو کچھ ہے وہ میں نے تجھے کہہ دیا ہے۔ آگے میری باتوں سے نصیحت حاصل ہو یا رنج و ملال۔ (وہ تو جانے)

آپ کے یقینوں خطوط سے بے نیازی ہی ٹپکتی تھی۔ اگرچہ آپ کا مقصود تواضع تھا۔ مثلاً آخری خط میں یوں تحریر تھا:

”بعد الحمد والصلوة عرض ہے کہ اس عبارت میں اچھی طرح غور کریں کہ اسے کہاں لکھا جائے۔“

یہ ٹھیک ہے کہ آپ نے فقراء کی خدمت بہت کی ہے۔ لیکن ساتھ ہی فقراء کے آداب کا لحاظ بھی ضروری ہے تاکہ اس پر ثمرہ اور نتیجہ برآمد ہو۔ اور اس کے بغیر تو خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ یعنی کچھ فائدہ نہیں۔ ہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے متقی لوگ تکلف سے بری ہیں لیکن متکبروں کے ساتھ تکبر کرنا بھی ایک قسم کا صدقہ اور نیکی ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ کو ایک شخص نے متکبر کہا۔ آپ نے فرمایا میرا تکبر خدا کے لیے ہے اس گروہ فقراء کو ذلیل غوار خیال نہ کریں۔ کیونکہ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے:

رَبِّ اَشْشَعَتْ مَدْفُوعًا بِالْاَبْوَابِ بہت سے پراگندہ بال گرد آلود دروازوں سے

۱۔ مشکوٰۃ شریف، بحوالہ مسلم۔

لَوْ اَقْسَمَ عَلٰی اللّٰهِ لَا بَرَّکَ - دھکیلے جانے والے رباطن میں ایسا بلند مقام

رکھتے ہیں، کہ اگر خدا پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی قسم پوری کرتا ہے۔

۵ اند کے پیش تو گفتم غم دل تہ سبیدم
کہ دل آزدہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میں نے تیرے سامنے اپنا غم دل بہت تھوڑا بیان کیا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ تو دل آزدہ ہوگا ورنہ باتیں بہت ہیں۔

آپ کے عزیز دوستوں اور مخلصوں کو چاہیے کہ سچائی اور حقیقت معاملہ کو سامنے رکھیں۔ اور جو کچھ آپ تک پہنچائیں صحیح اور درست پہنچائیں۔ اور جو مشورہ بھی آپ کو دیں اس میں آپ کی بھلائی کو مد نظر رکھیں، اپنی اغراض اور مصلحتوں کو سامنے نہ رکھیں کہ یہ سراسر خیانت ہے۔

بعض منافع اس سفر کے آپ کے لیے علت غائی کی حیثیت رکھتے تھے (مگر کیا کیا جائے)۔ اس عالم اسباب میں آپ کے ”دوستوں اور مخلصوں“ نے آپ کو نہ چھوڑا (ناکہ وہ منافع آپ تک پہنچتے) اس طرف سے کوتاہی کا خیال نہ کریں۔ اگرچہ یہ مقدمات (باتیں) تلخی نما ہیں۔ لیکن آپ کی خوشامد و چالوسی کرنے والے بہت ہیں، آپ اسی پر اکتفا کریں۔ فقراء سے آشنائی اور ملاقات سے مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے پوشیدہ عیوب اور مخفی کمینی حرکات سے واقف اور مطلع ہو۔ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اس قسم کی باتوں سے آزار اور تکلیف دینا مقصود نہیں، بلکہ یہ باتیں خیر خواہی اور لسنوی کے طور پر ہیں۔ آپ یقین کریں۔

خواجہ محمد صدیق اگر ایک روز پہلے آجاتا تو احتمال تھا کہ بندہ اپنے آپ کو آپ کی خدمت میں لے آتا۔ مگر وہ تو سر ہند کے راستے میں ملا۔ لہذا معذور جائیں۔

الخیر فیما صنع اللہ سبحانہ - بہتری اسی میں ہے جو خدا تعالیٰ کرے۔

مکتوب نمبر (۶۹)

اس بیان میں کہ تواضع و ابرین کی بلندی کا باعث ہے۔ نیز اس بیان میں کہ نجات فرقہ ناجیہ

اہل سنت و جماعت کی متابعت سے وابستہ ہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ -

اتفات نامہ گرامی جو آپ نے براہِ عزیز مولانا محمد صدیقی کے ہمراہ روانہ کیا تھا، موصول ہوا۔ آپ نے کم فرمایا۔ جزاکم اللہ سبحانہ حنا خیر الجزاء۔

چونکہ آپ نے فقراء کے آداب کا لحاظ رکھا ہے اور باتوں میں تواضع اختیار کی ہے۔ اس کے مطابق
مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ
جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اسے

بلندی و رفعت عطا کرتا ہے۔

امید ہے کہ آپ کا یہ عجز و تواضع آپ کی دینی و دنیوی رفعت کا سبب بنے۔ بلکہ بن چکا ہے۔ آپ کی بشارت ہو چونکہ آپ درمیان میں رجوع اور انابت کے الفاظ لے آئے ہیں اس لیے یوں تصور کریں کہ آپ کا یہ رجوع درویشوں میں سے کسی درویش کے ہاتھ پر واقع ہو چکا ہے، لہذا اچھے نتائج و ثمرات کے منتظر رہیں۔ لیکن حتی الامکان درویشوں کے حقوق و آداب کا لحاظ ضرور رکھیں۔

وصیتوں اور نصیحتوں میں سے کیا لکھے۔ اور علوم و معارف کا کیا اظہار کرے۔ علماء مجتہدین صوفیہ محققین شکر اللہ تعالیٰ علیہم نے بسط و تفصیل کے ساتھ سب کچھ لکھ دیا ہے۔ کوئی کمی باقی نہیں چھوڑی۔ اور اس کم مایہ بندے کی تحریرات کا کچھ حصہ بھی ظاہر آپ کے دوستوں نے آپ کی خدمت پہنچا دیا ہے۔ آپ کی نظر شریف سے گزر چکا ہو گا۔

مختصر یہ کہ نجات کا راستہ اہل سنت و جماعت کی متابعت ہے۔ (اللہ تعالیٰ اس کو وہ کوئی زیادہ کرے)۔ اقوال میں بھی، افعال میں بھی، اور احوال و فروع میں بھی۔ کیونکہ نجات پانے والا فریق ہی ہے۔ باقی تمام فرقے زوال اور ہلاکت کے کنارے کھڑے ہیں۔ آج کسی کے علم میں یہ بات آئے آئے لیکن کل (قیامت) کو ہر ایک جان لے گا۔ مگر اس وقت جانتا ہے سود ہو گا۔

اے اللہ! اس سے قبل کہ موت آکر ہمیں جگاٹے اور ہوشیار کرے اس وقت بیداری ہوشیاری کی نعمت نصیب فرما۔

سیادت آب سید ابراہیم آپ کے بلند آستانہ سے قدیمی تعلق و نسبت رکھتا ہے اور آپ

۱۷ ابو نعیم نے علیہ میں اسناد حسن کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔
۱۸ ”لوح محفوظ است پیش اولیاء“۔ مترجم عقی عنہ۔

۱۹ آج فتنہ اور گمراہی کے تاریک دور میں اہل اسلام پر لازم ہے کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی پر عمل کرتے ہوئے مسلک حقہ اہل سنت و جماعت پر قائم و ثابت رہیں۔ نجات یافتہ گروہ صرف یہی ہے دوسرے تمام فرقے اس نعمت و سعادت سے محروم ہیں۔ مترجم عقی عنہ۔

دعا گوئی میں شامل ہے۔ آپ کے ذمہ کم پر لازم ہے کہ اس کی دستگیری فرمائیں۔ کہ اس فقر اور بڑھاپے کے وقت اپنے اہل و عیال میں فراغت و سکون سے اپنا وقت گزاریں اور آپ کے لیے دونوں جہان کی سلامتی کی دعا میں مشغول رہیں۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۷۰)

اس بیان میں کہ انسان کی جامعیت راہِ راست سے اس کی دوری کا سبب بن جاتی ہے جس طرح یہی جامعیت اس کے قرب کا سبب ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔ یہ مکتوب بھی خانِ خانان کی طرف صادر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو شریعت حقہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والنجیۃ کے طریقہ پر قائم و ثابت رکھے۔ اللہ تعالیٰ اس بندے پر بھی رحم فرمائے جو اس پر آمین کہے۔ انسان کے لیے اس کی جامعیت جس طرح قرب حق، بزرگی اور فضیلت کا موجب ہے اسی طرح اسے گمراہ اور جاہل رکھنے کا سبب بھی ہے۔ قرب کا سبب تو اس طرح ہے کہ انسان کا بیشہ و فطرت سب مخلوق کی نسبت کامل تر ہے۔ اور تمام اسماء و صفات بلکہ تجلیات ذاتیہ کے ظہور کی قابلیت بھی اس میں ہے۔ حدیث قدسیہ:

لَا يَسَعُنِي اَرْضِي وَلَا سَمَآءِي وَلَكِنْ
يَسَعُنِي قَلْبُ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ۔
میری وسعت نہیں رکھتے نہ میری زمین اور نہ میرا
آسمان، بلکہ میری وسعت و گنجائش میرے بند
مومن کا دل رکھتا ہے۔

میں اسی بیان کی طرف اشارہ ہے۔

اور راہِ راست سے اس کی دوری کا سبب جہان کی ہر شے کی طرف اس کا احتیاج ہے۔ کیونکہ انسان کے لیے ہر چیز درکار ہے۔

خَلَقَ لَكُمْ مِمَّا فِي الْاَرْضِ جَبِيْعًا۔
اللہ تعالیٰ نے زمین میں سب کچھ تمہارے لیے
پیدا کیا ہے۔

۱۔ اعیان العلوم، طبرانی، دیلمی و مستند الفردوس بروایت انس رضی اللہ عنہ۔ و امام احمد از وہب بن منبہ
بالفاظ مختلفہ۔

اس احتیاج کے سبب اسے ہر شے میں گرفتار ہونا پڑتا ہے۔ اور یہی گرفتاری اس کے بعد اور اسے گرفتار کرنے کا باعث بن جاتی ہے۔

پایہ آخر آدم است و آدمی گشت محروم از مقام محرمی
گرنہ گردد باز مسکین زیں سفر نیست از دے بچکس محروم تر

انسان بلندی کے سب سے آخری مرتبہ پر ہے۔ لیکن انسان محرم راز ہونے کے مقام سے محروم ہو چکا ہے۔ اگر یہ مسکین اس (گرفتاری اشیاء) کے سفر سے واپس نہ لوٹا تو پھر اس سے زیادہ کوئی بھی محروم نہیں۔ پس تمام موجودات میں بہترین بھی انسان ہی ہے۔ اسی نوع انسانی میں سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہیں جو رب العالمین کے حبیب ہیں۔ اور آسمانوں اور زمینوں کے رب کا دشمن ابھی نہیں۔ یعنی بھی اسی نوع میں سے ہوا ہے۔ تو لازمی بات ہے کہ جب تک انسان کو تمام گرفتاریوں سے نجات میسر نہ آئے سب عیوب و نقائص سے منزہ ذات بحت حق تعالیٰ کی گرفتاری اور اس سے وابستگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ غیر حق میں گرفتاری خرابی ہی خرابی ہے۔ لیکن بقا ضائے مالا یدرک کلہ لایتراک کلہ (جو چیز پوری طرح حاصل نہ ہو سکے اسے بالکل ہی ترک نہیں کرنا چاہیے) چند روز کا صاحب شریعت علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والتیمتہ کی اتباع کے موافق بسر کرنا چاہیے۔ کیونکہ عذاب آخرت سے نجات اور دائمی نعمتوں (جنت) کا حصول اسی اتباع کی سعادت سے وابستہ ہے۔

پس بڑھنے والے مال اور چکر پیٹ بھرتے والے موشیوں کی زکوٰۃ کما حقہ ادا کرتے رہیں۔ اور اس ادائے زکوٰۃ کو اموال اور موشیوں میں دل نہ لگانے کا وسیلہ بنانا چاہیے۔ اور لذت کھانوں اور نفیسات میں حظ نفس ملحوظ خاطر نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ کھانے پینے کی اشیاء میں ادائے طاعات کی نیت کے سوا اور کچھ نیت نہیں ہونی چاہیے۔ اور نفیس لباس مطلقاً آیۃ

حُدِّدْ اَزَیْنَتُکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ
اٰی عِنْدَ کُلِّ صَلَوةٍ
یعنی اختیار کرو اپنی زینت ہر مسجد یعنی ہر نماز کے وقت۔

حکم ربی کی زینت کے تحت پہننا روا ہے۔ اور کوئی نیت نہیں ہوتی چاہیے۔ اور اگر حقیقت میں نہ ہو تو تکلف سے یہ نیت دل میں لانی چاہیے:

فَاِنْ لَمْ تَبْکُوْا فَبَاکُوْا
اگر رونا نہ آئے تو رونے کی شکل ہی بنا لو۔

۱۷ پارہ ولادت (۸) سورۃ اعراف۔

۱۸ شرح السنہ بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ہر ہمیشہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا اور تضرع کرتے رہنا چاہیے تاکہ حقیقت نیت نصیب ہو اور کلف سے نجات ملے۔

می تواند کہ دہد اشک مرا حُسن قبول! آنکہ در ساختہ است قطرہ بارانی را
ممکن ہے کہ وہ ذات میرے آنسوؤں کو حُسن قبول کے شرف سے نواز دے جس نے بارش کے قطرے کو موتی کی صورت عطا کر دی ہے۔

اسی طرح تمام کاموں میں ان دیندار علماء کرام کے فتویٰ کے مطابق جنہوں نے عزیمت کا راستہ اختیار کر رکھا ہے اور رخصت سے اجتناب کرتے ہیں زندگی بسر کرنا چاہیے۔ اور اس کو نجات اُخرویٰ ابدی کا وسیلہ قرار دینا چاہیے:

مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ حَتَّىٰ
تَشْكُرُوا وَامْنْتُمْ
اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب کیوں دے گا جبکہ
تم لوگ شکر گزار اور مومن بنو۔

مکتوب نمبر (۱۷)

یہ مکتوب مرزا داراب ابن خاں خاناں کی طرف صادر فرمایا۔
اس بیان میں کہ نعمتوں سے مالا مال انسان پر نعمت فرماتے والے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنا واجب و ضروری ہے۔ اور شکر کی ادائیگی صرف احکام شریعت کی بجا آوری کی صورت میں ہے۔

اللہ تعالیٰ تمہاری تائید و نصرت فرمائے۔

نعمت والے پر نعمت عطا کرنے والے رب تعالیٰ کا شکر از روئے عقل و شرع ضروری ہے۔ اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ شکر کا وجوب نعمتوں کی مقدار کے مطابق ہوتا ہے۔ پس جس قدر نعمتیں زیادہ ہوں گی شکر کا وجوب بھی زیادہ ہوگا۔ تو دولت مندوں پر ان کے درجات کے مطابق فقراء کی نسبت کئی درجے شکر کی ادائیگی ضروری ہے۔ لہذا اس اُمت کے فقراء و غنیاء کی نسبت پانچ سو سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے۔

اور نعمتیں عطا کرنے والے رب تعالیٰ کے ادائے شکر کا پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ اپنے عقائد فرقہ

۱۷ پارہ والحصہ (۵) سورۃ نساء۔

ناجیہ اہل سنت و جماعت کی آراء کے مطابق صحیح اور درست رکھے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس بلند مرتبہ گروہ کے مجتہدین کی آراء کے مطابق احکام شریعہ بجالاتا رہے۔
تیسرا درجہ یہ ہے کہ بلند درجہ گروہ صوفیہ کے سلوک کے موافق اپنے نفس کا تصفیہ اور تزکیہ کرے۔
اس آخری رکن کا وجوب درجہ استخسان میں ہے۔ بخلاف پہلے دو رکنوں کے۔ کیونکہ اصل اسلام پہلے دو رکنوں کے ساتھ وابستہ ہے، اور کمال اسلام تیسرے رکن سے متعلق ہے۔ اور وہ عمل جو ان تین ارکان کے خلاف ہے، اگرچہ ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ کی جنس سے ہو، معصیت، نافرمانی اور حق تعالیٰ کی ناشکری میں داخل ہے۔

ہندو برہمنوں اور فلاسفہ یونان نے کیا کم ریاضتیں اور مجاہدے کیے ہیں؟ لیکن چونکہ ان کی ریاضتیں انبیاء کرام (ان میں سے) افضل بنی پر خصوصاً اور باقی پر عموماً اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور سلامتیوں کا نزول ہونے کی شریعتوں کے مطابق واقع نہیں ہوئیں، اس لیے سب مرد وہیں۔ اور یہ لوگ نجات اخروی سے محروم ہیں۔
تو تم پر ہمارے سردار و مولیٰ اور ہمارے گناہ بخشواتے والے اور ہمارے دلوں کے طبیب حضرت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اور حضور کے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی متابعت اور پیروی لازم و ضروری ہے۔

مکتوب نمبر ۷۲

خواجہ جہاں کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ دین و دنیا دونوں کا جمع کرنا دشوار و مشکل ہے۔ پس طالب آخرت کے لیے ترک دنیا کے بغیر چارہ نہیں۔ اور اگر ترک حقیقی میسر نہ آئے تو کم از کم ترک حکمی تو ضرور ہونا چاہیے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے اور عافیت عطا فرمائے۔

مَا أَحْسَنَ الدِّينَ وَالْ دُنْيَا لَوِ اجْتَمَعَا کیا ہی اچھا ہوتا اگر دین و دنیا دونوں اکٹھی ہو سکتیں

دین و دنیا دونوں کو جمع کرنا دو ضدوں کے جمع کرنے کے قبیلہ میں سے ہے۔ پس طالب آخرت کے لیے دنیا کو چھوڑنا ضروری ہے۔ اور جب اس وقت حقیقت ترک دنیا میسر نہیں بلکہ مشکل ہے۔ تو کم از کم ترک حکمی و ضروری تو ضرور ہونا چاہیے۔

اور ترک حکمی سے یہ مراد ہے کہ دنیوی امور میں بندہ روشن شرع کے تقاضوں کے مطابق اس کے احکام کی پابندی کرے۔ اور کھانے پینے اور لباس وغیرہ میں حدود شرعیہ کی رعایت ملحوظ رکھے اور ان حدود سے تجاوز کرنے کو روا اور جائز نہ رکھے۔ اور سونے چاندی اور مال تجارت وغیرہ اور موشیوں میں نصاب مکمل ہونے کی صورت میں فریضہ زکوٰۃ ادا کرے۔ جب احکام شرعیہ کی ادائیگی کے ساتھ انسان مزین و آراستہ ہو گیا تو دنیا کی مضرتوں سے نجات حاصل ہو گئی۔ اور دنیا آخرت کے ساتھ جمع ہو گئی۔ اور اگر اس طرح کا ترک حکمی بھی میسر نہ آئے تو ایسا شخص بحث سے خارج ہے اور منافق کے حکم میں ہے جو صرف صورت ایمان رکھتا ہے۔ اور منافق کا ایمان آخرت میں کچھ نفع نہیں دے گا۔ ایسے آدمی کے ایمان کا نتیجہ اور ثمرہ صرف اس قدر ہے کہ دنیا میں اس کے مال اور اس کی جان کا تحفظ ہو جاتا ہے۔

من آنچه شرط بلاغ است با تو میگویم
تو خواه از سخنم پند گیر و خواه ملال!

شرط تبلیغ کے تحت جو کچھ میرے ذمے تھا وہ میں نے تجھ سے کہہ دیا ہے۔ آگے میری باتوں سے تجھے چاہئے نصیحت حاصل ہو چاہئے رنج و ملال۔

دیکھیے! کون صاحب دولت ایسا نکلتا ہے جو اس دنیوی کردار اور ان توکروں چاکروں اور ان لذیذ و چرب کھانوں اور لباس ہائے فاخرہ امیرانہ کے باوجود کلمہ حق قبول کر لینے والے کانوں کے ساتھ سنتا ہے۔

گوشش از بار در گراں شد است نشود ناله و فغان مرا

اس کے کان موتیوں کے بوجھ سے بھاری ہو چکے ہیں۔ لہذا میرے نالہ و فغان کو کہاں سن سکتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں سب کو شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والنجیۃ کی متابعت کی توفیق عطا کرے۔

باقی ایک لائق گزارش بات یہ ہے کہ میاں شیخ زکریا جو پہلے عمدہ تحصیلداری پر فائز تھا آج کل مجبوس اور بند ہے۔ شومی اعمال کے باعث مدت سے قید خانہ میں بند ہے۔ صنعت پیری تنگی معاش اور قید خانہ میں عرصہ سے پڑا رہنے کی وجہ سے بالکل تنگ اور پریشان ہے۔ اس نے مجھے لکھا تھا کہ لشکر میں آکر میری رہائی کی کوشش کریں۔ راستے کی لمبی مسافت وہاں تک آنے میں مانع ہوئی۔ برادر عزیز خواجہ محمد صادق آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے۔ ضرورت کے ان چند کلمات کی تکلیف دی ہے۔

امید ہے کہ اس بوڑھے اور ضعیف شخص کے بارہ میں توجہ عالی کریں گے کیونکہ وہ عالم بھی ہے۔ اور اسے ضعیف پیری بھی لاحق ہے۔ ————— والسلام اؤکلا و آخرًا۔

مکتوب نمبر (۷۳)

دنیا اور اہل دنیا کی مذمت اور غیر تفع مند علوم کو حاصل کرنے کی برائی اور فضول مباحات سے بچنے اور خاص کر عنفوان جوانی میں خیرات اور اعمال صالحہ کی ترغیب و تحریض ہیں۔
قلج الشدین قلیج خاں کی طرف صادر فرمایا۔

حق سبحانہ و تعالیٰ روشن شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات والتجیات الابدیہ و السردیہ کے طریقہ پر استقامت نصیب فرمائے۔

اسے فرزند! دنیا آزمائش اور ابتلا کا مقام ہے۔ اس کے ظاہر کو مختلف ملمع ساز یوں اور زمینوں سے آراستہ اور مزین کیا گیا ہے۔ اس کی صورت کو مہموم خال و خط اور زلف و رخسار سے خوبصورت کیا گیا ہے۔ دیکھنے میں شیریں اور طراوت و تازگی کا خیال آتا ہے۔ لیکن حقیقت میں عطر لگا ہوا مردار اور مکھیوں اور کیڑوں سے بھرا ہوا ٹٹی خانہ اور آبِ تماریت اور زہر سے لبریز شکر ہے۔ اس کا باطن سراسر خراب اور ابتہر ہے۔ اس کا معاملہ اپنے طالبوں کے ساتھ اس گندگی اور غلاطت کے ساتھ جس قدر تم برا خیال کر سکتے ہو اس سے بھی بدتر ہے۔ اس دنیا پر فریفتہ ہونے والا دیوانہ اور مسحور (جادو کیا ہوا) ہے۔ اس کا گرفتار مجنون اور فریب خوردہ ہے۔ جو اس کے ظاہر پر فریفتہ ہو گیا اور نقصان ابدی کے ساتھ داغدار ہو گیا۔ جس نے بھی اس کی حلاوت و طراوت پر نظر کی دائمی ندامت و شرمندگی اس کے حصّہ میں آگئی۔ سرور کائنات حبیب رب العالمین علیہ علی آلہ الصلوٰات والتجیات نے فرمایا ہے:

مَا الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ إِلَّا خَصْرَتَانِ
إِنْ رَضِيتَ إِحْدَاهُمَا سَخِطْتَ
الْآخَرَى
یعنی دنیا اور آخرت دو سوکنوں کی طرح ہیں۔
اگر ایک راضی ہوتی ہے تو دوسری ناراض
ہوتی ہے۔

تو جس نے دنیا کو راضی کیا اس سے آخرت ناراض ہو گئی۔ اور آخرت کی نعمتوں سے بے نصیب ہو گیا۔
اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں دنیا اور اہل دنیا کی محبت سے پناہ میں رکھے۔

لے احمد، حاکم، طبرانی اور ابن جتان بالفاظ مختلفہ۔

اے بیٹے! تو کچھ جانتا ہے کہ دنیا کیا چیز ہے؟ دنیا وہ چیز ہے جو تجھے خدا تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے۔ لہذا بیوی، اولاد، مال و جاہ، سرداری اور لہو و لعب اور لایعنی چیزوں میں اشتغال سب دنیا میں داخل ہے (اگر خدا سے دور کر دے)۔ وہ علوم جو آخرت میں کام نہیں آئیں گے، وہ بھی دنیا میں داخل ہیں۔ اگر علم نجوم، منطق، ہندسہ اور حساب وغیرہ بے فائدہ علوم کا حاصل کرنا کارآمد چیز ہوتی تو فلاسفہ اہل نجات میں سے ہوتے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

علامۃ اعراضہ تعالیٰ عن العبد
اشتغاله بما لا یعنہ۔
اللہ تعالیٰ کے بندے سے اعراض کرنے کی علامت
یہ ہے کہ بندہ لایعنی کاموں میں مشغول ہو جائے

ہر چیز عشقِ خدائے احسن است

گر شکر خوردن بود جاں کندن است

خدائے احسن کے عشق و محبت کے سوا جو کچھ بھی ہے چاہے شکر ہی کیوں نہ کھائی جائے اس میں بھی جان کی ہلاکت ہی ہے۔

اور وہ جو کہا گیا ہے کہ نماز کے اوقات معلوم کرنے کے لیے علم نجوم درکار ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس علم کے بغیر اوقات نماز کی پہچان نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اوقات نماز پہچاننے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ علم بھی ہے۔ ایسے بہت لوگ ہیں جو علم نجوم بالکل نہیں جانتے لیکن نماز کے اوقات ماہرین نجوم سے بھی بہتر جانتے ہیں۔ اسی کے قریب وہ وجہ ہے کہ جو علم منطق اور حساب وغیرہ جن کی بعض علوم شرعیہ میں ضرورت پڑتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہت سے تکلفات اور تمحلات اختیار کر کے ان علوم میں مشغول ہونے کا جو نکلنا ہے۔ ان علوم کے پڑھنے اور حاصل کرنے سے اگر مقصود صرف احکام شرعیہ کی معرفت اور علم کلام کی دلیلوں کی تقویت ہو تو صرف اس قصد کے تحت ان علوم کے حصول کا جواز ہے۔ ورنہ ان کی تحصیل اور ان کا پڑھنا پڑھانا جائز ہی نہیں۔ انصاف کرنا چاہیے کہ اگر ایک امر مباح کا از نکاب بہت سے واجب امور کے فوت ہو جانے کا باعث بنتا ہو وہ حد جواز سے خارج ہو جائے گا یا نہیں یعنی ضرور

اے عارف رومی فرماتے ہیں: چہیت دنیا از خدا غافل شدن۔

علی متقی نے جوامع الکلم میں اور ابن حجر نے شرح الربیعین میں اور ترمذی و ابن ماجہ نے بالفاظ مختلفہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

خارج ہو جائے گا۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ان علوم میں مشغولیت بہت سے ضروری شرعی علوم کے حصول و اشتغال کو فوت کر دیتی ہے۔

اے فرزند! حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض اپنی عنایت بے غایت سے تجھے ابتداءً جوانی میں ہی توبہ کی توفیق نصیب فرمائی تھی۔ اور اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے درویشوں میں سے ایک درویش کے ساتھ رجوع کی نعمت عطا فرمائی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ نفس و شیطان نے تجھے اس توبہ پر قائم و ثابت رہنے دیا یا نہیں۔ توبہ پر استقامت مشکل ہی نظر آتی ہے۔ آپ کا آغاز جوانی کا وقت ہے۔ تمام دنیوی اسباب و وسائل مہیا ہیں۔ اور نامناسب و ناپسندیدہ ہمنشین اور ساتھی بھی آپ کے ارد گرد جمع ہیں۔

ہمہ اندر ز من بتو این است کہ نو طفلی و خانہ رنگین ست

میری طرف سے تجھے ساری نصیحت یہی ہے کہ توبہ چھوڑے اور مکان بڑا رنگین اور خوشنما ہے (کہیں اس کے نقش و نگار میں کھو کر مقصد کو ہی نہ بھول جائے)

اے فرزند! کرنے کا کام یہی ہے کہ انسان فضول مباحات سے بھی بچے اور مباحات میں سے صرف قدر ضرورت پر اکتفا کرے۔ وہ بھی اس نیت سے کہ وظائف بندگی ادا کرنے کی ہمت و طاقت بحال اور موجود رہے۔ مثلاً خوراک سے مقصود اداائے طاعات کی قوت ہے۔ اور لباس سے ستر شر مگاہ اور گرمی و سردی کا دفاع ہے۔ اسی قیاس پر باقی مباحات ضروریہ ہیں۔ اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے عزیمت کو اپنا معمول بنایا ہے اور رخصت سے حتیٰ الامکان اجتناب کیا ہے۔ اور یہ بھی عزیمت میں داخل ہے کہ بقدر ضرورت پر اکتفا کی جائے۔ اور اگر عزیمت کی یہ دولت میسر نہ ہو تو مباحات کے دائرہ سے قدم باہر نہیں رکھنا چاہیے۔ اور حرام اور مشتبہ امور کا ترکیب نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مباحات کے اندر ہی اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتوں کو اتم و اکمل طور پر جائز قرار دے دیا ہے اور اسی دائرہ کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ تمام تنعمات سے قطع نظر کوئی آسائش اس کے برابر ہو سکتی ہے کہ اس کا مولیٰ اس کے اعمال پر راضی اور خوش ہو جائے۔ اور کوئی سختی اس کے برابر ہو سکتی ہے کہ انسان کا آقا اس کے اعمال سے ناراض اور ناخوش ہو۔ خدا تعالیٰ کی رضا جنت میں جنت سے بہتر ہے اور دوزخ میں اللہ کی ناراضگی نار دوزخ سے بُری ہے۔

یہ انسان بندہ محکوم ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کا پابند ہے۔ اسے شتر بے ہمار کی طرح

کھلا نہیں چھوڑا گیا کہ جو دل میں آئے کرے۔ غور و فکر سے کام لینا چاہیے۔ اور عقل و وراندیش سے سوچنا چاہیے۔ ورنہ کل قیامت کو سوائے ندامت اور خسارہ کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ کام کرنے کا وقت یہی جوانی کا موسم ہے۔ جو انفرادی ہے جو اپنا وقت ضائع نہ کرے۔ اور فرصت کے لمحات کو غنیمت جانے۔ ممکن ہے کارکنانِ قضا و قدر اسے بڑھاپے تک دنیا میں نہ رہنے دیں۔ اور اگر بڑھاپے تک عمر وفا بھی کرے تو شاید اس وقت دل جمعی اور سکون نصیب نہ ہو۔ اور اگر اس وقت سکون میسر بھی ہو تو وہ ضعیف اور پیری کا وقت ہے، کام کچھ نہیں ہو سکے گا۔ اس وقت جبکہ دل جمعی اور سکون کے اسباب میاں ہیں، اور والدین کا وجود بھی اللہ تعالیٰ کے انعامات میں ہے کہ فکر معاش ان کے سر پر ہے۔ اور فرصت کا موسم ہے اور قوت و استطاعت کا زمانہ ہے۔ تو پھر کس عذر کے تحت آج کا کام کل پر ڈالا جائے۔ اور ”اچھا کل کر لیں گے“ پر عمل کیا جائے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

هَلْكَ الْمُسَوِّفُونَ ۝
ہلاک ہو گئے وہ لوگ جو کہتے ہیں عتقرب ہم یہ

کام کر لیں گے۔ یعنی آج کا کام کل پر ڈالنے والے۔

ہاں، اگر کمبختی دنیا کے کام کل پر ڈالیں اور آخرت کے کاموں کو آج سرانجام دیں تو یہ بہت ہی بہتر ہے جس طرح اس کا الٹ نہایت قبیح ہے۔ اس آغاز جوانی کے وقت میں کہ دشمنوں یعنی نفس اور شیطان کا غلبہ ہے تھوڑے عمل کا اس قدر اعتبار اور اس قدر وقعت ہے کہ دشمنوں کے غلبہ نہ ہونے کے وقت کئی گنا زیادہ عمل کا بھی اتنا اعتبار اور اتنی قدر و قیمت نہیں۔ فوجی قاعدہ اور دستور کے مطابق دشمنوں کے غلبہ کے وقت سپاہیوں کی کارگزاری کی بڑی قدر ہوتی ہے اور ان کا تھوڑا سا تردد بھی بڑی وقعت اور نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اور دشمنوں سے امن و امان کے وقت وہ قدر و قیمت نہیں ہوتی۔

اے فرزند! پیدائش انسانی سے مقصود جو خلاصہ کائنات ہے، لہو و لعب اور کھانا اور سونا نہیں۔ بلکہ انسانی خلقت و پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ بندہ وظائفِ بندگی ادا کرے۔ اور ذل و انکسار، عجز و محتاجی اور ہمیشہ جنابِ قدس خداوندی جل سلطانہ میں التجاء اور تضرع کا تعلق قائم رکھے۔

وہ عبادات جو شرع محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان کی ہیں۔ اور ان عبادات سے مقصود بھی

لے دلیلی تے مسند الفردوس میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بالفاظِ النسویف

شعار الشیطان یلقیہ فی قلب المؤمن اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالفاظِ ایاک والنسویف بالتؤۃ

نقل کی۔ اور امام بخاری نے تاریخ میں حضرت عکرمہ سے بطریق ارسال روایت کی۔ اور خطیب نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے بالفاظِ لعن اللہ المسوفات روایت کی۔ مترجم عفی عنہ

بندوں کے منافع اور مصالح ہیں۔ اور جناب قدس خداوندی عزّ شائے کی طرف کوئی نفع عام نہیں ہوتا۔ ان سب کو جان و دل سے ممنون ہو کر ادا کرنا چاہیے اور پوری تسلیم و اطاعت سے تمام مامورات کی فرمانبرداری اور تمام ممنوعات سے رکنے کی کوشش کرتی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے کامل بے نیازی کے باوجود اپنے بندوں کو مامورات اور ممنوعات سے سرفراز فرمایا ہے۔ ہم محتاجوں کو اتم طریقہ پر اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے اور پوری احسان مندی کے ساتھ احکام کی فرماں برداری میں کوشاں رہنا چاہیے۔

وہ فرزند جانتا ہے کہ اگر اہل دنیا میں سے ظاہری شوکت و مرتبے والا شخص اپنے ماتحت متعلقین میں سے کسی کو کسی خدمت کے ساتھ سرفراز کرے اور اس خدمت میں خدمت سپرد کن والے صاحب شوکت شخص کا نفع بھی ہو تو یہ ماتحت انسان اس کے حکم کو کس قدر عزیر خیال کرتا ہے۔ اور جانتا ہے کہ ایک عظیم القدر شخص نے اسے اس خدمت پر مامور کیا ہے۔ تو یہ ماتحت انسان پوری احسان مندی کے ساتھ اس خدمت کو بجا لائیگا تو بڑے تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کی عظمت اس دنیا دار شخص کی عظمت سے بھی نظر میں کم محسوس ہو کہ خدا تعالیٰ کے احکام اور اس کے وظائف بندگی کی ادائیگی میں کوشش نہ کی جائے۔ شرم آتی چاہیے۔ اور خواب خرگوش سے بیدار ہونا چاہیے۔

خدا تعالیٰ اجل سلطانہ کے احکام بجا نہ لانا عوجہ سے ہوتا ہے۔ یا تو اس بنا پر کہ اخبارات شریعہ کو جھوٹا خیال کیا جائے۔ اور ان پر یقین نہ ہو اور یا اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ و تقدس کے حکم و فرمان کو دنیا داروں کے حکم سے بھی حقیر اور کم تر خیال کیا جائے۔ اس صورت حال کی شناعة اور بُرائی آپ خود ملاحظہ کر لیں۔

اے فرزند! جس شخص کے جھوٹ کا بار ہا تجربہ ہو چکا ہو وہ اگر یہ اطلاع دے کہ فلاں قوم پران کے دشمن فلاں رات شب خون ماریں گے۔ تو اس قوم کے عقل مند لوگ اپنی حفاظت کے لیے چارہ جوئی کریں گے اور مصیبت کے دفاع کی فکر کریں گے۔ باوجودیکہ جانتے ہیں کہ اطلاع دینے والا شخص جھوٹ بولنے کا عادی ہے۔ لیکن پھر بھی کہتے ہیں کہ عقلمندی یہی ہے کہ خطرے کے وہم سے بھی پرہیز کرنا اور بچنا ضروری ہے۔

(اس بات پر قیاس کرتے ہوئے جاننا چاہیے کہ) مخبر صادق جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتّحیّۃ نے پورے مبالغے کے ساتھ عذابِ اخروی کے بارے میں خبر دی ہے۔ لیکن آپ کی باتوں سے بالکل متاثر نہیں ہوتے کیونکہ اگر متاثر ہوتے تو اس کے ازالے کی فکر کرتے۔ حالانکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا علاج بھی معلوم کر چکے ہیں۔ تو یہ کیا ایمان ہوا کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر کو جھوٹے آدمی کی خبر جتنی

اہمیت بھی نہ دی جائے۔ اسلام کی صرف رسمی صورت نجات کے لیے کافی نہیں، یقین درکار ہے۔ اور یقین کہاں ہے بلکہ وہم بھی نہیں۔ کیونکہ عقلمند لوگ خطرے کے مقامات میں وہم کو بھی اہمیت دیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے۔

وَاللّٰهُ بِصِبْرٍ اَبَدًا تَعْمَلُوْنَ ۝ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

اس ارشاد خداوندی کے باوجود لوگ اعمال قبیحہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اگر یہ جانتے ہوں کہ ایک ادنیٰ اور حقیر شخص ان کے اعمال قبیحہ سے باخبر ہے تو ہرگز یہ بُرے اعمال اس کے سامنے نہ کریں۔

ایسے لوگوں کا حال دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو اللہ تعالیٰ کے علم کا ان کو یقین نہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کے مطلع ہونے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ تو ایسا کردار ایمان میں داخل ہے یا کفر سے تعلق رکھتا ہے۔ تو اس فرزند پر لازم ہے کہ نئے سرے سے ایمان کی تجدید کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

جَدِّدُوا اِيْمَانَكُمْ بِقَوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کَلِمَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے اپنے ایمان کو تازہ کرو۔

اور اعمال ناپسندیدہ سے توبہ خالص کا اعادہ کرنا چاہیے۔ وہ امور جن سے روکا گیا ہے اور جو شرع میں حرام ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔ پانچ وقت کی نمازیں باجماعت ادا کریں۔ اگر قیام لیل اور نماز تہجد بھی میسر آئے تو زہد سعادۃ۔

مالِ زکوٰۃ ادا کرنا بھی ارکان اسلام میں سے ہے اسے بھی ضرور ادا کیا جائے۔ ادائیگی زکوٰۃ کا اُس طریقہ یہ ہے کہ سال کے اندر چند زکوٰۃ کے طور پر جو حصہ فقراء کا بنتا ہے اسے باقی مال سے الگ کر لے۔ اور ذہن میں رکھے۔ اور سارا سال مصارفِ زکوٰۃ میں ادا کرتا رہے۔ اس طرح ہر بار دیتے وقت نئی نیت کی ضرورت نہیں۔ جدا کرتے وقت جو نیت کی تھی وہی کفایت کرے گی۔ اور اس کا اندازہ تو آپ کر ہو گا ہی کہ سارا سال فقراء اور مستحقین پر آپ کتنا خرچ کرتے ہیں۔ لیکن جو مال بہ نیت زکوٰۃ ادا نہ کیا جائے وہ زکوٰۃ میں شمار نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہماری بیان کردہ صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اور کافی مقدار میں مال زکوٰۃ نکالنے سے خلاصی ہو جاتی ہے۔ اور بالفرض متفرق طور پر زکوٰۃ کا مال سارے سال میں ادا نہ ہو تو بچا ہوا زکوٰۃ کا روپیہ الگ رکھیں اور ادا کریں۔ اسی طرح ہر سال کرتے رہیں۔ فقراء کے لیے مال زکوٰۃ جو الگ کیا گیا اگر اس وقت اس کی ادائیگی نہ ہو سکے ممکن ہے کل ہو جائے۔

اے فرزند! جبکہ نفس فطرنا سخت بخیل اور کنجوس ہے اور احکام خداوندی جل سلطانہ کی ادائیگی

۱۷ سورۃ حجرات پارہ ۲۶

۱۸ احمد و طبرانی بالفاظ مختلفہ۔

میں سرکش واقع ہوا ہے۔ اس لیے تاکید و مبالغہ کے طور پر یہ الفاظ لکھے گئے ہیں۔ ورنہ فی الحقیقت تمام اموال و املاک کا مالک حق سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ کس کی مجال ہے کہ ادائیگی میں دیر کر سکے۔ لہذا پوری اللہ تعالیٰ کی پوری احسان مندی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کیا کریں۔ اسی طرح باقی تمام عبادات میں کسی طور پر بھی اپنے آپ کو معاف اور مستثنیٰ قرار نہ دیں اور حق العباد کی ادائیگی میں تو بہت زیادہ توجہ مبذول کرنی چاہیے اور پوری کوشش کرنی چاہیے کہ کسی کا حق اپنے ذمہ نہ رہے۔ دنیا میں اس حق کی ادائیگی آسان ہے۔ نرمی اور چالوسی سے بھی دوسرے کا حق رفع ہو سکتا ہے (کہ اس کی منت خوشامد کر لی جائے)۔ آخرت میں مشکل ہے وہاں ادائیگی کا کچھ علاج نہ ہو سکے گا۔

احکام شرعیہ کی صحیح توجہیت علمائے آخرت سے معلوم کیا کریں۔ ان کے کلام میں ایک تاثیر ہے۔ ثناید ان کے مبارک کلمات کی برکت سے عمل کی توفیق بھی مل جائے۔

علمائے دنیا سے جہنوں نے علم کو مال و جاہ کے حصول کا ذریعہ بنا رکھا ہے دور رہنا چاہیے۔ مگر جبکہ متقی اور پرہیزگار عالم نہ ملے تو ضرورت کے تحت بقدر ضرورت علمائے دنیا کی طرف رجوع کیا جائے۔ وہاں آپ کے پاس حاجی محمد اترہ دیدار علماء میں سے ہیں۔ اور یہاں شیخ علی اترہ سے تو آپ کی شناسائی بھی ہے غرضیکہ یہ دونوں حضرات ان علاقوں میں غنیمت ہیں۔ مسائل شرعیہ کی تفتیش میں ان کی طرف رجوع کرنا بہت مناسب ہے۔

اسے فرزند! ہم فقراء کو ابنائے دنیا سے کیا تعلق و مناسبت کہ ان کی اچھی و بری بات زبان پر لائیں اس باب میں نصائح شرعیہ اتم و اکمل طریقہ پر وارد ہو چکی ہیں۔ فذلہ الحجة البالغة (اللہ ہی کے لیے مکمل حجت ہے۔

لیکن اُس فرزند یعنی تم نے فقراء کی طرف رجوع کیا تھا۔ اس مناسبت کے باعث اکثر اوقات دل کی توجہ اُس فرزند کی طرف مبذول رہتی ہے۔ اور وہی توجہ اس گفتگو کا بھی باعث اور سبب ہے۔ میرا یقین ہے کہ ان نصائح اور مسائل میں سے اکثر تمہارے کان تک پہنچ چکی ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ مقصود عمل ہے، صرف علم مقصود نہیں۔

بیمار اگر اپنے مرض کا علاج جانتا ہو، جب تک دوا استعمال نہیں کرے گا صحت نہیں ہوگی۔ دوا کا صرف علم کچھ فائدہ نہ دے گا۔ یہ سب تاکید و مبالغہ ترغیب عمل کے لیے ہے۔ علم ان پر حجت مکمل کر دیتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

ان اشد الناس عذاباً یوم القیمة قیامت کے روز سب لوگوں سے زیادہ عذاب

عالم لم یتفعہ اللہ بعلمہ۔
اس عالم کو ہوگا جیسے اللہ نے اس کے علم سے نفع

نہ دیا۔

وہ فرزند جانتا ہے کہ سابقہ رجوع نے اہل اللہ کی صحبت کم نصیب ہونے کے باعث کوئی نتیجہ نہیں نکالا۔ کہیں اس فرزند کے جوہر استعداد کی نفاست سے ضرور خبردار کرتی ہے۔ امید ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس رجوع کی برکت سے اپنے پسندیدہ کاموں کی توفیق بخشنے گا اور اہل نجات میں سے کرے گا۔

بہر حال اس گروہ اہل اللہ سے اپنا رشتہ محبت نہ توڑے اور ان پاک لوگوں کے حضور میں التجا اور عاجزی کو اپنا شعار اور دستور بنارکھے۔ اور منتظر رہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس گروہ اہل اللہ کی محبت و عقیدت کے وسیلہ سے اپنی محبت سے مشرف فرمائے اور پوری طرح اپنی طرف کھینچ لے۔ اور ان دنیوی تعلقات کے خشتوں سے پورے طور پر نجات عطا کرے۔

عشق آں شعلہ ست کو چوں بد فروخت
ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
یتیم لا در قتل غیر حق براند
در نگر زان پس کہ بعد لاجمہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ سوخت
شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت
عشق وہ شعلہ ہے کہ جب روشن ہوا تو اس نے معشوق کی ہستی کے سوا باقی سب کچھ جلا کر رکھ دیا۔
غیر حق کو قتل کرنے کے لیے اس عشق نے تلوار چلائی تو دیکھو کہ لاکے بعد کیا باقی رہا۔ صرف الا اللہ باقی رہا اس ذات کے علاوہ سب کچھ ختم ہو گیا۔ اے مضبوط طریقہ پر شرکت کو جلا دینے والے عشق، تو ہمیشہ خوش رہ۔

مکتوب نمبر (۷۴)

فقراء (اہل اللہ) کی محبت پر ابھارتے، ان کی طرف متوجہ رہنے اور صاحب شریعت علیہ

۱۔ ابن عساکر از ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طبرانی نے صغیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عدی اور حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو نقل کیا۔ بالفاظ مختلفہ۔ (مترجم عفی عنہ)

۲۔ جو لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور اس کا پرچار کرتے ہیں کہ بزرگوں سے عقیدت و محبت اور ان کا وسیلہ کوئی چیز نہیں ان کو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ پر غور کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ صمیم عقیدہ کی نعمت عطا فرمائے۔

(مترجم عفی عنہ)

و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع و پیروی کی نصیحت کے بیان میں۔

میرزا بدیع الزمان کی طرف صادر فرمایا۔

آپ کا مراسلہ شریف اور مفاد و ضمیمہ لطیفہ وارد ہوا۔ حمد اللہ سبحانہ کہ اس کے مضمون معانی سے فقراء سے محبت اور درویشوں کے ساتھ عقیدت و توجہ ظاہر ہو رہی تھی جو تمام سعادتوں کا سرمایہ ہے۔
لَا تَهْمُ جُلُوسًا عَالِلًا سُبْحَانَهُ۔
وَهُمْ قَوْمٌ لَا يَشْفُقُ جَلِيسُهُمْ۔
بیشک اللہ تعالیٰ کے بند سے اللہ کے ہم نشین ہیں
یہ ایسے بابرکت لوگ ہیں کہ ان کا ہم نشین بدعت
نہیں۔

وَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
عَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِكَ
الْمُهَاجِرِينَ
وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي
شَايَرِهِمْ رَبِّ أَشَعَتْ مَدْفُوعٌ بِالْأَوَّلِ
لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَكَةَ
اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم فقراء
مہاجرین کے طفیل اور وسیلہ سے کفار پر نصرت
و کامیابی طلب کرتے تھے۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل اللہ کی شان میں
فرمایا: بہت سے پرانے بال دروازوں سے دھکیلے
جانے والے اگر اللہ پر کسی کام کی قسم کھالیں تو
وہ ان کی قسم پوری کرتا ہے۔

اے سعادت آثار! آپ کے مکتوب گرامی میں میرے متعلق ایک فقرہ یہ تھا خدیو نشأتین یعنی
مالک دو جہان۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ صفت ذات حضرت واجب الوجود کے ساتھ خاص ہے
جل سلطانہ۔ بندہ مملوک جو کسی شے پر قادر نہیں۔ اس کے لیے کہاں گنجائش ہے کہ کسی بھی وجہ سے اپنے
خداوند جل سلطانہ کے ساتھ مشارکت ڈھونڈے اور اپنے خدا ہونے کے راستے پر دوڑ پڑے۔ خاص کر

۱۔ یہ مضمون بخاری و مسلم کی اس حدیث سے ماخوذ ہے وَاَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرْتَنِي "اور جب میرا بندہ مجھ یاد
کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں" اور اللہ کا بندہ کسی وقت بھی یاد حق سے غافل نہیں ہوتا۔
۲۔ بخاری و مسلم بالفاظ متفاوتہ۔
۳۔ مشکوٰۃ بحوالہ شرح السنہ۔

۴۔ مسلم شریف بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے یہ احادیث یہاں نقل فرما کر دراصل اس مسئلے کی طرف اشارہ فرمایا
کہ اولیاء کرام کو وسیلہ جاننے کا عقیدہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل سے ثابت ہے۔ اور اس عقیدہ کو شرک و
بدعت قرار دینا گمراہی ہے۔ منکرین وسیلہ غور فرمائیں۔ (مترجم عفی عنہ)

آخرت کے جہان میں جہاں مالکیت اور ملکیت کیا تحقیقی اور کیا مجازی ذات مالک یوم الدین کے ساتھ خاص ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ندا فرمائے گا۔ لَمِنَ الْمُلْكِ الْيَوْمَ۔ یعنی آج سلطنت کس کی ہے؟ اور خود ہی جواب میں فرمائے گا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ یعنی صرف اللہ واحد قہار کے لیے ہے۔ اس روز بندوں کے لیے دہشت اور خوف کے سوا کچھ ثابت نہیں ہوگا اور حسرت و ندامت کے سوا کچھ متصور نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے قرآن مجید میں اس روز کی شدت و سختی اور اس دن کے مخلوق کے انتہائی اضطراب سے خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

إِنَّ ذَٰلِكَ لَآلَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ۔
يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ
عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ
حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ
سَكَدَىٰ وَمَا هُمْ بِسَّكَدَىٰ وَلَٰكِنَّ
عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ۔
(پا۔ سورہ حج)

بیشک قیامت کے دن کا زلزلہ عظیم شے ہے
اس روز تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی
اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی۔ اور
ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرا دے گی۔ اور تم لوگوں
کو بیہوشی کی حالت میں دیکھو گے وہ فی الحقیقت
بیہوش نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب
بڑا سخت ہے۔

۵۔ دریاں روزِ کز فعل پسند و قول
بجائیکہ دہشت برندا نبیاء
اولوا العزم را دل بلرز دز ہول
تو عذر گنہ را چہ داری بیا

اس روز جبکہ قول و فعل سے باز پرس ہوگی، اولوا العزم انبیاء کرام کا دل بھی خوف سے لرز رہا ہوگا۔ وہ جگہ جہاں انبیاء پر بھی دہشت طاری ہوگی تو بتا اپنے گناہوں کا کیا عذر پیش کرے گا۔ ایک ضروری نصیحت یہ ہے کہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتجہ کی اتباع اپنے آپ پر لازم پکڑو۔ اس کے بغیر نجات محال ہے۔ اور دنیا کی زیبائش و آرائش کی طرف مطلقاً التفات اور توجہ نہ کرو۔ اور اس کے ہونے نہ ہونے کو کچھ اہمیت نہ دو۔ کیونکہ دنیا اللہ سبحانہ کی نظر میں مبعوض و مردود ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کچھ قدر و منزلت نہیں۔ لہذا بندوں کو چاہیے کہ دنیا کے ہونے کی نسبت نہ ہو کو بہتر جانیں۔ اور دنیا کی بے وفائی اور اس کے جلد فنا ہو جانے کا قصہ مشہور بلکہ مشاہدے میں آچکا ہے تم دنیا چاہتے والے ان لوگوں کے حال سے عبرت پکڑو جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں سید المرسلین علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کی توفیق عطا کرے۔

مکتوب نمبر (۷۵)

یہ مکتوب بھی میرزا بدیع الزمان کی طرف صادر فرمایا۔

محضوہ سید کوئین علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی پر ابھارنے کے بیان میں۔ اولاً
تصحیح عقائد کے ساتھ اور ثانیاً فقہ کے ضروری احکام کے ساتھ۔ اور اس بات کے بیان میں کہ حق
سبحانہ و تعالیٰ سے اس کی ذات کو بوسیہ یا بے وسیہ طلب کرنا چاہیے۔
اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمہیں سلامتی اور عافیت عطا کرے۔

سعادت دارین کی دولت سید کوئین علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اتہا و اکملہا کی اس
متابعت پر موقوف ہے جس کی وساحت اور جو طریقہ علمائے اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سیدم نے بیان
کیا ہے۔ سب سے پہلے ان اہل سنت بزرگوں کی آراء کے مطابق اپنے عقائد کی درستی ہے۔ دوسرے
پر حلال و حرام، فرض و واجب، سنت و مستحب اور مباح و مشتبہ کا علم حاصل کرنا چاہیے۔ اور اس علم
کے تقاضے کے مطابق عمل بھی درکار ہے۔

یہ دو اعتقادی اور عملی بازو حاصل کر لینے کے بعد اگر سعادت ازلی مدد فرمائے تو عالم قدس کی طرف
پرواز میسر آسکتی ہے۔ اور اس کے بغیر خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ کیسے دنیا اس لائق نہیں
کہ اسے اپنا مطلوب بنالیں۔ اور نہ مالی وجاہ کو یہ حیثیت حاصل ہے کہ اسے اپنے مقاصد قرار دے لیا جائے
بلند ہمت ہونا چاہیے اور حق تعالیٰ کی ذات سے بے وسیہ یا بوسیہ اسی کی ذات کو طلب کرنا چاہیے۔

کار این سنت و غیر این ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے، اس کے سوا سب ہیچ ہے۔

جب تم نے پوری توجہ اور اخلاص کے ساتھ ہم سے دعا کی درخواست کی ہے تو آپ کو بشارت
ہو کہ آپ باسلامت اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹیں گے۔ لیکن ایک شرط خاص طور پر ملحوظ رکھیں کہ قبلہ
توجہ صرف ایک ذات ہونی چاہیے (اپنا مرشد کامل)۔ اپنے قبلہ توجہ متعدد افراد کو قرار دینا اپنے آپ کو
تفرقے اور انتشار کا شکار کرنا ہے۔ مشہور مثل ہے:

”ہر کہ یک جا ہمہ جا و ہر کہ ہمہ جا ہیچ جا“

یعنی جو ایک جگہ قائم ہے ہر جگہ ہے اور جو ہر جگہ ہے ایک جگہ بھی نہیں

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتجنتہ کی راہ پر استقامت
طا فرمائے۔ ان تمام پر جو متبع ہدایت ہیں اور مصطفیٰ علی آلہ الصلوٰۃ والتجنت کی متابعت کو
زم جانتے ہیں، سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر (۷۶)

قیلج خان کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ ترقی و برع اور تقویٰ سے وابستہ ہے۔ اور فضول مباحات کو ترک کرنے کی ترغیب
میں۔ اور اگر یہ مسیر نہ ہو تو حرام چیزوں سے بچتے ہوئے فضول مباحات کے دائرے کو تنگ نہ رکھنا
چاہیے۔ اور اس امر کے بیان میں کہ حرام اشیاء سے بچنا دو قسم ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وَیْلٌ لِّلْمُتَعِیْنِ۔ ”ہم اللہ تعالیٰ ہی کے نام سے شروع کرتے
ہیں اور اسی سے مدد کے طلبگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ہر عیب سے بچائے اور ہر داغدار کرنے والی شے سے محفوظ رکھے بطفیل حرمت
سید بشر جن سے کجی نظر کی نفی ہو چکی ہے۔ علیہ علی آلہ من الصلوٰۃ اکملہا ومن التسلیمات افضلہا۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا اَتٰكُمْ الرَّسُوْلُ فَاْخُذُوْهُ وَمَا
نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا
جو چیز تمہیں رسول دے اسے لے لو اور جس
چیز سے منع کرے اس سے رُک جاؤ۔

نجات کا دار و مدار دو چیزوں پر ہے۔ اول امر کی بجا آوری اور ممنوعات سے باز رہنا۔ اور ان
دو میں جزا خیر کو زیادہ اہمیت و عظمت حاصل ہے جسے درع اور تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حدیث
میں وارد ہے:

ذکرُ رجل عند رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم بعبادۃ و
اجتهاد و ذکر آخر بوعتہ فقال
حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم کی
خدمت میں ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو عبادت
گزار تھا اور اوراد و وظائف میں بہت کوشش

۱۷ سورہ حشر۔ پارہ قد سمع اللہ (۲۸)۔

۱۸ تہذیب شریف بروایت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسناد حسن۔

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ
وسلم لا تعدل بالسر عتہ تنیاً یعنی
کرتا تھا۔ اور ایک دوسرے کا ذکر کیا گیا جو ورع سے
موصوف تھا یعنی خلافت شرع امور سے بچتا تھا۔
تو آپ نے فرمایا ورع کے برابر کسی شے کو نہ سمجھو۔
الوساۃ۔

اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ بھی ارشاد ہے:

مِلَّا لَكُمْ دِينَكُمْ الْوَسَاۃُ

تمہارے دین کا دار و مدار ورع و تقویٰ پر ہے۔

اور انسان کو فرشتے پر فضیلت اس ورع و تقویٰ کے سبب ہے اور مدارج قرب کی طرف ترقی
اس دوسرے جزء ورع و تقویٰ کے باعث ہے۔ کیونکہ ملائکہ جزء اول (عبادت) میں انسان کے ساتھ
ہیں مگر ان میں ترقی مفقود ہے پس ورع و تقویٰ کے جزء کی رعایت اسلام میں سب سے اعلیٰ ترین مقام
میں ہے اور دین کے نہایت ضروری امور میں داخل ہے۔ اور اس جزء کی رعایت جس کا مدار حرام چیزوں
سے بچنے پر ہے، کامل طور پر اسی وقت میسر آسکتی ہے جبکہ فضول مباحات سے بھی اجتناب کیا جائے اور
مباحات میں سے بقدر ضرورت پر کفایت کی جائے۔ کیونکہ از نکاب مباحات میں باگ کا ڈھیلا کرنا مثلاً
امور کے از نکاب تک پہنچا دیتا ہے، اور مشتبہ سے تجاوز کر کے انسان حرام تک جا پہنچتا ہے۔

مَنْ حَاوَلَ الْحِمَىٰ يُوشِكُ اَنْ
يَقَعَ فِيْهِ۔
جو چراگاہ کے گرد گھومتا ہے قریب ہے کہ ایک
روز چراگاہ میں گھس جائے۔

پس کامل ورع و تقویٰ کے حصول کے لیے مباحات میں سے بھی بقدر ضرورت پر کفایت کرنا ضروری
ہے۔ اور مباح بقدر ضرورت بھی اس وقت مثمر نتائج ہے جبکہ وظائف بندگی کی ادائیگی کی نیت سے
ورنہ بقدر ضرورت مقدار بھی وبال ہے۔ اور بامقصد نفوڑی مقدار میں مباح کا استعمال بھی زیادہ کے
حکم میں داخل ہے۔

اور جب فضول مباحات سے بالکل اجتناب خصوصاً آج کل بہت کمیاب ہے۔ تو حرام چیزوں سے
اجتناب کرتے ہوئے بقدر طاقت فضول مباحات کے از نکاب کو تنگ کرنا چاہیے۔ اور اس از نکاب
مباحات میں ہمیشہ شرمندہ اور استغفار کرتے رہنا چاہیے۔ اور فضول مباحات کے از نکاب کو محرمات
میں داخل کی کھڑکی تصور کرتے ہوئے ہمیشہ حق سبحانہ سے التجار اور زاری میں مشغول رہنا چاہیے ممکن ہے
یہ ندامت و استغفار اور التجار و تضرع اس اجتناب کا کام دے سکے جو فضول مباحات سے تعلق رکھتی ہیں

۱۔ مشکوٰۃ شریف۔

۲۔ بخاری و مسلم بروایت حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

من طرح بندہ فضول مباحات کے ارتکاب کی آفت سے محفوظ و مامون رہ سکے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں
 کہ کاروں کی عاجزی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اطاعت گزار لوگوں کی جدوجہد سے زیادہ محبوب ہے۔
 اور محرمات سے بچنا بھی دو قسم پر ہے۔ ایک قسم وہ ہے جس کا تعلق اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حقوق کے
 ساتھ ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔

دوسری قسم کی رعایت زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ غنی مطلق ذات ہے، اور ارحم
 الراحمین ہے۔ اور بندے فقیر اور محتاج اور فطرثاً بخیل اور کنجوس ہیں۔ لہذا ان کے حقوق کی ادائیگی زیادہ
 ضروری ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں :

مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ تُكَابِيهِ
 مِنْ عَرَضٍ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ
 فِيهِ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ
 وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ
 أُخِذَ بِقَدَرٍ مَظْلَمَتِهِ وَإِنْ لَمْ
 تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِهِ
 صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ۔

جس شخص کے ذمے اس کے بھائی کا کوئی حق از قسم
 بے آبروئی وغیرہ ہو تو چاہیے کہ آج ہی اس کو
 معاف کر دالے اس سے پہلے کہ اس کے پاس
 نہ کوئی دینار رہے اور نہ درہم کیونکہ قیامت کے
 روز اس حق کے بدلے اس کی نیکیاں لی جائیں گی
 اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو حق والے
 کی بدیاں لیکر اس پر ڈال دی جائیں گی

نور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے :

اتَّذَرُونَ مَا الْمُفْلِسُ ؟ قَالُوا
 الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَ
 لَافْتَاءَ۔ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ
 يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَ
 صِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ
 هَذَا وَقَذَفَ هَذَا وَأَكَلَ مَالَ
 هَذَا وَسَفَكَ دَمَ هَذَا وَضَرَبَ

جانتے ہو مفلس اور قلاش کون شخص ہے ؟ لوگوں
 نے کہا ہم میں مفلس وہ شخص ہوتا ہے جس کے پاس
 نہ درہم ہو نہ سامان۔ آپ نے فرمایا میری امت میں
 مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز نماز، روزہ،
 زکوٰۃ لے کر آئے گا لیکن اس کے ساتھ اس نے
 کسی کو گالی دی ہوگی۔ کسی پر نہمت لگائی ہوگی
 کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا۔
 اور کسی کو مارا پٹیا ہوگا۔ تو اس شخص کی نیکیاں

۱۔ بخاری شریف بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۔ مسلم شریف بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

هَذَا فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ
فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ تُقْضَى
مَا عَلَيْهِ اخَذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ
فَطَرَحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طَرَحَ فِي
النَّارِ

لے کر ان کو دے دی جائیں گی۔ پھر اگر اس کی
نیکیاں اس کے ذمے حقوق کی ادائیگی سے پہلے
ختم ہو گئیں تو ان حقداروں کی برائیاں لے کر
اس پر ڈال دی جائیں گی اور پھر اس شخص کو
دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بالکل سچ اور حق فرمایا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بندہ ان حضرات کی حمد و ستائش اور شکر گزاری کرتا ہے کہ ان کے مرنے
سے بلندہ معظمہ لاہور میں اس گئے گزرے زمانہ میں احکام شرعی رواج پذیر ہیں اور اس جگہ دین کی تقویٰ
اور ملت کی ترویج حاصل ہے۔ فقیر کے نزدیک یہ شہر لاہور تمام ہندوستان کے شہروں میں قطب
کی طرح ہے۔ اس شہر کی خیر و برکت تمام بلاد ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے۔ اگر اس شہر میں دین رواج
ہوگا تو باقی علاقوں میں بھی دینی شعائر کا رواج متحقق رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا مویہ و ناصر ہو بنی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ
عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَن خَذَلَهُمْ
حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ عَلَى
ذَلِكَ

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ مخالفین اسلام
پر غالب اور دین حق پر قائم رہے گا۔ ان کی امداد
کرنے والے انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے
یہاں تک کہ قیامت آجائے اور وہ اپنے حال پر
قائم ہوں گے۔

چونکہ آپ کو میرے پیر و مرشد معرفت پناہ قبلہ گاہ سے رشتہء محبت کی دولت نصیب ہے اس بنا
پر ہی رابطہ محبت ان چند کلمات کے لکھنے کا محرک ہوا ہے۔ اس سے زیادہ اظہار و نامناسب ہے
آپ کو یہ رقعہ پہنچانے والا دعا گو نیک اور صلحاء اور شریف زادوں میں سے ہے۔ ایک حاجت آپ
خدمت میں لے کر حاضر ہوا ہے۔ امید ہے کہ اس بارہ میں توجہ شریف مبذول کر کے اس کی حاجت روا
کریں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی بزرگ آلی کی حرمت اور طفیل آپ کو دولت حقیقی اور
سرمدی حاصل ہو۔ سیادت مآب پیر سید جمال الدین کو میری طرف سے دعوات غریبانہ پہنچا دیں۔

اے حاکم نے حضرت عمر و نیز حاکم اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نیز ابن ماجہ نے میسر بن شامہ
اور ابو داؤد نے عمران بن حصین سے بالفاظ مختلفہ یہ حدیث روایت کی۔

مکتوب نمبر (۷۷)

جباری خاں کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ خدائے بے مثل و بے کیف کی صحیح عبادت و بندگی کب میسر آتی ہے

اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفَى وَسَلَّمَ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ

بعد از خدائے ہرچہ پرستند پیچ نیست

بے دولت است آنکہ پیچ اختیار کرد

خدا تعالیٰ کے سوا جس شے کی بھی پرستش کی جائے بالکل پیچ ہے۔ وہ شخص بے نصیب ہے جو بے کار

کام کو پسند کرتا ہے۔

بے مثل و بے کیف خدائے جلّ سلطانہ کی عبادت اس وقت میسر آتی ہے جبکہ ماسوی الشّد کی بندگی

سے آزاد ہو کر صرف ذاتِ احد کو قبلہ توجہ بنالیا جائے۔ اور اس توجہ کی نشانی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے

حاصل ہونے والی نعمت یا تکلیف دونوں برابر ایک سے محسوس ہوں بلکہ اس مقام کے ابتداء حصول

کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی تکلیف انعام کی نسبت زیادہ مرغوب و پسندیدہ محسوس

ہوتی ہے۔ اگرچہ آخر کار معاملہ تفویض (سب کچھ اللہ کے حوالے کرنا) تک جا پہنچتا ہے۔ اور انعام تکلیف

جو کچھ ملتا ہے بہتر اور بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ عبادت جو رغبتِ جنت یا خوفِ دوزخ کے تحت

ہوتی ہے۔ فی الحقیقت یہ عبادت اپنی عبادت ہے۔ اس سے مقصود اپنی نجات اور اپنا سرور ہے نہ

تا تو در بند خویش تن باشی عشق گوئی دروغ زن باشی

جب تک تو اپنی اغراض کی بندش میں ہے تیرا دعویٰ عشق دروغ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

اس دولت کا حصول فناءِ مطلق سے وابستہ ہے۔ اور صرف ذاتِ احدیت کی طرف توجہ محبت

ذاتی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ اور ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والنجیۃ کے ظہور کا مقدمہ

ہے۔ اس ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والنجیۃ کی نعمت عظمیٰ کا حصول نبی کریم علیہ

من الصلوٰۃ اتّما دمن التّجیات اکملہا کی کمال اتباع پر موقوف ہے۔ کیونکہ ہر نبی علیہم الصلوٰۃ و

التّسلیمات کی شریعت جو از راہ نبوت اس کو عطا کی جاتی ہے اس کی ولایت کے مناسب ہوتی ہے۔

کیونکہ ولایت میں کلینہ رُخ حق سبحانہ کی طرف ہوتا ہے۔ اور جب اسے نبوت کے ساتھ دعوت و ارشاد کے لیے نیچے لاتے ہیں تو وہ اسی نور کے ساتھ نیچے تشریف لاتا ہے اور اسی کمال کو مخلوق کی توجہ کے ساتھ جمع کرتا ہے۔ اور مقام نبوت کے کمالات کے حصول کا سبب بھی وہی نور ہوتا ہے۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ ”نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔“

اس گفتگو سے بہر حال یہ بات ثابت ہو گئی کہ ہر نبی کی شریعت اس کی ولایت کے مناسب ہوتی ہے۔ اور اس شریعت کی اتباع و پیروی اس نبی کی ولایت تک پہنچا دیتی ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے بعض پیروکاروں کو آپ کی ولایت سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔ بلکہ وہ دوسرے انبیاء کرام کے قدموں پر ہوتے ہیں اور ان کی ولایت سے حصہ پاتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت تمام انبیاء کرام کی شریعتوں کی جامع ہے۔ اور جو کتاب (قرآن مجید) آپ پر نازل ہوئی ہے وہ تمام آسمانی کتابوں کو شامل ہے پس اس شریعت کی اتباع تمام پہلی شریعتوں کی اتباع ہے۔ تو اپنی استعداد کی مناسبت کے اندازہ کے مطابق جو بعض انبیاء کے ساتھ ہوتی ہے، بعض حضرات ان انبیاء سے ولایت اخذ کرتے ہیں اور اس میں کچھ حرج نہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت بھی تمام انبیاء کی ولایتوں کو حاوی ہے علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔

تو ان ولایتوں تک پہنچنا درحقیقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خصوصیت رکھنے والی ولایت کے اجزاء میں سے ایک جزو تک پہنچنا ہے۔ اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت تک نہ پہنچنے کا سبب آپ کی کمال متابعت میں کمی کے سبب ہوتا ہے۔ اور اس کمی کے بہت سے درجات ہیں۔ اس لیے ولایت کے درجات میں بھی فرق و تفاوت ہوتا ہے۔ اور اگر آپ کا کمال اتباع میسر آ جاتا تو آپ کی ولایت تک وصول ممکن ہو جاتا۔ یہ اعتراض اس وقت واقع ہوتا ہے جبکہ دوسرے انبیاء کرام کی شریعتوں کے پیروکاروں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت خاصہ حاصل ہو جائے۔ علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات والتجیات۔ اور جب یہ بات نہیں تو اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے ہم پر انعام فرمایا، ہمیں صراط مستقیم اور دین قریم کی طرف ہدایت و رہنمائی فرمائی۔ صراط مستقیم دین کے مضبوط راستے اور روشن شریعت سے عبارت ہے :

۱۔ جانا چاہیے کہ یہ اہل سکر کا مفہولہ ہے جیسا کہ امام ربانی قدس سرہ نے متعدد مکاتیب میں تصریح کی ہے

إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ
آپ رسولوں میں سے ہیں اور صراط مستقیم پر ہیں۔

اس معنی و مضمون کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت حقہ کی کامل اتباع آپ کے کامل متبعین اور معظم اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طفیل نصیب فرمائے اس رقعہ دعا کو آپ کے پاس لانے والا چونکہ آپ کی طرف جا رہا تھا، تو سلسلہ محبت ان چند کلمات کے لکھنے کا محرک بن گیا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ سبحانہ لدریکم۔

مکتوب نمبر (۷۸)

یہ مکتوب بھی جباری خاں کی طرف صادر فرمایا۔
سفر در وطن کے معنی اور سیر آفاقی و انفسی اور اس بیان میں کہ اس دولت کا حصول صاحب شریعت علیٰ مصدرہ الصلوٰۃ والسلام والنجیۃ کی اتباع کے ساتھ وابستہ ہے۔
حق سبحانہ و تعالیٰ شریعت حقہ علیٰ صاحبہما الصلوٰۃ والسلام والنجیۃ کے طریقہ اور راستہ پر استقامت نصیب فرمائے۔

پندرہ روز کی بات ہے کہ بندہ دہلی اور آگرہ کے سفر سے واپس لوٹا ہے اور اپنے وطن مالوف میں آرام پذیر ہوا ہے۔ اس وقت حب الوطن من الایمان نقد وقت ہے۔ وطن مالوف میں آنے کے بعد اگر سفر ہے تو اپنے وطن ہی میں ہے۔ ”سفر در وطن“ اس خاندانہ علیہ نقشبندیہ کے اکابر کے اصول مقررہ میں سے ہے۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

اس طریقہ میں اس سفر کی چاشنی ابتداء ہی میسر آ جاتی ہے اور نہایت کے ہدایت میں درج ہونے کے طور پر حاصل ہوتی ہے۔ کارکنان قضا و مستدر اگر چاہتے ہیں تو اس گروہ کی ایک جماعت کو مجذوب سالک بناتے ہیں اور بیرونی سیر میں ڈال دیتے ہیں۔ اس سیر آفاقی کے مکمل ہونے کے بعد بیرونی میں جو سفر در وطن سے عبارت ہے آرام عطا کرتے ہیں۔ ع

ایں کار دولت است کنون ناکراد ہند

یہ کام دولت ہے۔ دیکھیے اب یہ کسے عطا کرتے ہیں۔

هَنِيئًا لَّأَسْرِ بَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمًا

ع

ترجمہ: نعمت والوں کو نعمتیں خوشگوار رہیں۔

اس نعمت عظمیٰ تک وصول پیدا اولین و آخرین علی آلہ من الصلوات افضلہا ومن التجات املہا کی اتباع سے وابستہ ہے۔ بندہ جب تک اپنے آپ کو پورے طور پر شریعت میں گم نہ کر دے۔ اور اوامر کی بجا آوری اور ممنوعات سے رکتے کے ساتھ مزین و آراستہ نہ کرے۔ اس دولت و نعمت کی خوشنودی سے کی روح سونگھ نہیں سکتی شریعت کی مخالفت کے باوجود اگرچہ بال برابر ہی ہو اگر احوال و مواجید حاصل ہوں تو وہ استدراج میں داخل ہیں۔ آخر اسے رسوا اور ذلیل کریں گے۔ محبوب رب العالمین علیہ علی آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیات املہا کی اتباع اور پیروی کے بغیر عذابِ آخری سے خلاصی اور نجات ناممکن ہے چند روزہ زندگی کو حق سبحانہ و تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں میں صرف کرنا چاہیے وہ کیا زندگی اور کیا عیش ہے اگر بندے کا مالک معمولی اس کے اعمال و افعال کی بنا پر اس سے ناراض ہو۔ حق سبحانہ و تعالیٰ بندے کے بخیر اور کئی حالات سے واقف و آگاہ ہے اور حاضر و ناظر ہے۔ ایسی عظیم و بزرگ ہستی کے سامنے افعال قبیحہ کا مرتکب ہونا بڑے شرم کی بات ہے۔

مثال کے طور پر لوگوں کو اگر یہ معلوم ہو کہ کوئی شخص ان کے عیوب و ناپسندیدہ افعال پر مطلع ہو جائے گا تو ایسی صورت میں کوئی ناشائستہ حرکت کرنے کو ہرگز تیار نہیں ہوتے اور نہیں چاہتے کہ وہ ان کے بڑے اعمال سے آگاہ ہو۔ تو کیا مصیبت ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے علم و اطلاع کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ یہ کیا اسلام ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا اس بندے کے برابر بھی لحاظ اور اعتبار نہیں کرتے۔ نعوذ باللہ سبحانہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔ ہم اللہ سبحانہ کے پاس پناہ لیتے ہیں اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے برے اعمال سے۔ مطابق حدیث مبارک:

جَدِّدُوا اِيْمَانَكُمْ بِقَوْلِ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ
اپنے ایمان کو کلمہ لا الہ الا اللہ سے تازہ کرتے رہو۔

اس کلمہ عظیم الشان کے ساتھ ہر آن تجدید ایمان کرتے رہنا چاہیے۔ اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام ناپسندیدہ افعال سے توبہ اور رجوع کرتے رہنا چاہیے۔ شاید دوسرے وقت تک توبہ کی فرصت و مہلت نہ دیں۔

هَلَاكَ الْمُسِيءُونَ
یعنی ”ابھی کریں گے“ کہنے والے ہلاک ہو چکے ہیں۔

حدیث نبوی علیہ علی آلہ الصلوات والتسلیمات یعنی نیک کام میں تاخیر کرنے والے ہلاکت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ فرصت کو غنیمت جانتا چاہیے اور حق تعالیٰ کی مرضی کے کاموں میں اپنے لحاظ زندگی

صرف کرنے چاہئیں۔ توبہ کی توفیق حق سبحانہ و تعالیٰ کی عنایات میں سے ہے حق سبحانہ تعالیٰ سے ہمیشہ اس بات کے خواہاں رہیں۔ اور وہ درویش جن کا قدم شریعت میں راسخ اور پختہ ہے اور جو عالم حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں ان کی دعا و ہمت و توجہ کا طالب رہنا چاہیے۔ اور ان سے مدد طلب کرنی چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی عنایت و مربانی ان کی مدد و دعا کی کھڑکی سے ظاہر ہو کر جناب قدس خداوند تعالیٰ کی طرف کھینچ لے۔ اور اس میں مخالفت کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ جب تک ایک بال برابر بھی شریعت سے مخالفت کی راہ کھلی ہے بدستور خطرے کا محل موجود ہے۔ مخالفت کے تمام راستے بند اور مسدود ہونے ضروری ہیں۔

محال است سعدی کہ راہ صفا تو ان رفت جز در پیے مصطفیٰ

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں کو چھوڑ کر صفائی اور ہدایت کے راستے پر اسے سعدی چلنا محال اور ناممکن ہے۔

اہل اللہ پر اعتراض کرنا خصوصاً جہاں درمیان میں پیری مریدی کا تعلق ہو اور درمیان میں راہ افادہ کھلا ہوا ہو ہرگز نہ چاہیے۔ اعتراض اور نکتہ چینی کو نہ ہر قائل تصور کرنا چاہیے۔ اس سے زیادہ گفت گوبے مقصد اور اطناب میں داخل ہے۔ یہ چند حروف رابطہ محبت و اخلاص کی بنا پر لکھے گئے ہیں۔ امید ہے کہ لال کا باعث نہیں بنیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ملا عمر اور شاہ حسن شریف زادے ہیں۔ ملازمت و نوکری کے طلب گار ہیں امید ہے کہ انہیں اپنے خاص ملازمین میں داخل کر لیں گے۔ اسماعیل بھی یہی ارادہ لے کر حاضر خدمت ہوا ہے۔ اگرچہ پیادہ ہے مگر امید رکھتا ہے کہ اپنے حال کے مطابق ضرور حصر پائے گا۔ زیادہ درد سہری ٹھیک نہیں۔ والسلام والا کرام۔

مکتوب نمبر (۷۹)

یہ مکتوب بھی جباری خاں کی طرف صادر فرمایا۔

۱۔ معلوم ہوا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ بھی اولیاء اللہ سے مدد طلب کرنے کا عقیدہ رکھتے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے ہیں۔ لہذا یہ عقیدہ مشترک نہ کیسے ہو سکتا ہے؟ (مترجم)

اس بیان میں کہ یہ روشن شریعت تمام پہلی شریعتوں کی جامع ہے۔ اس شریعت پر عمل کرنا

تمام پہلی شریعتوں پر عمل کرنے کے مترادف ہے، اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

اللہ تعالیٰ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتجنیہ کے طریقہ اور راستہ پر ثبات و

استقامت عطا فرما کر مکمل طور پر اپنی جناب قدس کی طرف کھینچ لے۔

جبکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام اسمائی اور صفاتی

کمالات کے جامع ہیں۔ اور وہ کتاب جو آپ پر نازل ہوئی ہے بطریقہ اغتدال تمام اسمائی کتابوں کی

جو تمام انبیاء و کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات پر نازل ہوئی ہیں، بطور خلاصہ ان کی جامع اور

اسمائی و صفاتی کمالات کی مظہر ہے۔ نیز وہ شریعت جو سرور دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائی

گئی ہے تمام پہلی شریعتوں کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ اور وہ اعمال جو اس شریعت حقہ کے مطابق ادا ہوں

تمام مابقی شریعتوں کا انتخاب ہیں بلکہ اعمال ملائکہ کا بھی انتخاب ہیں۔ کیونکہ بعض ملائکہ حالت رکوع میں

رہنے پر مامور ہیں، بعض کو سجود میں رہنے کا حکم ہے، اور بعض قیام میں ہیں۔ اسی طرح پہلی امتوں میں بعض

پر نماز فجر فرض تھی اور بعض دوسری امتوں پر دوسری نمازیں۔ اس شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و

السلام والتجنیہ میں اہم سابقہ اور ملائکہ مقررین کے اعمال کا خلاصہ اور نچوڑ نکال کر ان کی ادائیگی کا حکم دیا

۱۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاة شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے

حضرت عبید اللہ بن محمد سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب فجر

کے وقت حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ قبول ہوئی تو آپ نے فجر کی دو رکعت ادا کیں۔ اس طرح نماز

فجر کا آغاز ہوا۔ اور بوقت ظہر جب حضرت اسحاق صحیح حضرت اسماعیل کا مینڈھے کی شکل میں ذبح قبول ہوا تو

آپ نے ظہر کی چار رکعت ادا کیں، اس طرح نماز ظہر کی ابتدا ہوئی۔ اور جب حضرت عزیر علیہ السلام سو سال کے

بعد دوبارہ زندہ ہوئے تو ان سے کہا کہ لَبِثْتَ یعنی تم کتنی دیر یہاں پڑے رہے۔ آپ نے کہا ایک روز۔ تو آپ نے

سورج دیکھا تو فرمایا ایک دن یا دن کا بعض حصہ۔ تو آپ نے چار رکعت عصر کی پڑھیں، تو اس طرح نماز عصر شروع ہوئی۔

اور حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مغفرت بوقت مغرب ہوئی۔ تو آپ چار رکعت ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوئے

تین رکعت پڑھ کر شدت غم اور رونے کے باعث تھک گئے۔ تو اس طرح مغرب کی نماز تین رکعت قراہ پائی۔ اور

عشاء کی نماز سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ادا فرمائی۔ پہلی امتوں میں نماز عشاء

نہیں تھی۔

گیا ہے۔ لہذا اس شریعت کی تصدیق اور اس کے مطابق اعمال صالحہ کا بجالانا درحقیقت تمام شریعتوں کی تصدیق اور تمام شریعتوں کے مطابق اعمال کا بجالانا ہے۔ اسی بنا پر اس شریعت کی تصدیق کرنے والے غیر الائم کہلائے۔

اسی طرح اس شریعت کی تکذیب کرنا اور اس کے مطابق اعمال بجانہ لانا تمام پہلی شریعتوں کی تکذیب ہے۔ اور تمام پہلی شریعتوں کے مطابق عمل نہ کرنا ہے۔ اسی طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار تمام اسمائی اور صفاقی کمالات کا انکار ہے۔ اور آپ کی تصدیق ان سب کی تصدیق ہے۔ تو لازمی طور پر آپ کے منکر اور اس شریعت کے منکر بدترین ائم ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں فرمایا گیا:

الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا۔ گنوار لوگ کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں۔

محمد عربی کا بروئے ہر دوسراست
کیکہ خاک درش نیست خاک بر سر او

محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو دو جہاں کی عزت و آبرو ہیں۔ جو شخص آپ کے در کی خاک نہیں بتا اس کے سر پر خاک پڑے۔ یعنی وہ ذلیل و خوار ہو۔

اللہ صاحب انعام اور صاحب احسان ہی کی حمد و ثناء ہے کہ اس شریعت اور صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام والہجۃ کے متعلق آپ کو حسن اعتقاد اور کمال یقین آپ پر ثبات ہو چکا تھا۔ اور آپ کو اپنے نامناسب حالات پر ہمیشہ ندامت و مانگیر رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کیفیت میں مزید اضافہ فرمائے۔

دوسرا التماس یہ ہے کہ اس رقعہ دعا کا حامل میاں شیخ مصطفیٰ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کی نسل سے ہے۔ ہندوستان میں ان کے بزرگ بزرگوں کی حیثیت میں تشریف لائے۔ ان کے بزرگوں کے ذرائع معاش اور بہت سے وظائف مقرر تھے شیخ مصطفیٰ مذکور بے معاشی کے سبب فوج کی ملازمت کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور اپنی اسناد اور متعلقہ احکام اپنے ہمراہ لائے ہیں۔ انہیں امید ہے کہ آپ کے توسل سے ان کو دل جمعی اور سکون نصیب ہو جائے گا۔ شخص مذکور کے لیے بڑے آفسروں کی خدمت میں اس طرح سفارش فرمائیں کہ موثر ثابت ہو۔ اور معاشی پریشانیوں کے ستائے ہوئے افراد کے لیے سکون قلب کا سبب ہو۔ والسلام والا کرام۔

مکتوب نمبر (۸۰)

میرزا فتح اللہ حکیم کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ تہتر فرقوں میں سے صاحب نجات فرقہ صرف اہل سنت و جماعت ہیں۔

اور بدعتی فرقوں کی مذمت اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والنجیۃ کے راستہ اور طریقہ پر قائم رکھے

کار این ست غیر این ہمہ پیچ

ع

اصل کام بھی ہے۔ باقی سب کام ہیچ ہیں۔

تہتر فرقوں میں سے ہر فرقہ اتباع شریعت کا مدعی اور اپنی نجات پر یقین رکھتا ہے:

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ۔ ہر گروہ اپنے مشرب و طریقہ پر خوش ہے۔

سب کا نقد وقت ہے۔ لیکن جو دلیل پیغمبر صادق علیہ من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیمات المکملہا نے

فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) کی تمیز کے لیے بیان فرمائی ہے یہ ہے:

الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ مَا آتَانَا عَلَيْهِ وَ

أَصْحَابِي پائے گا وہ ہے جو اس طریقہ پر قائم ہے جس میں

ہوں اور میرے صحابہ۔

اس مقام پر صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کافی ہونے کے باوجود صحابہ کرام کا ذکر ممکن

ہے یہ ظاہر کرنے کے لیے ہو کہ میرا طریقہ وہی ہے جو میرے صحابہ کا ہے۔ اور نجات کا طریقہ صرف ان کی اتباع

کے طریقہ سے وابستہ ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے درحقیقت

(سورہ نساء۔ پارہ ۵) خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔

پس رسول کی اطاعت عین خدا تعالیٰ کی اطاعت ہے اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت

کے خلاف چلنا عین خدا تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی ہے۔ جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کو رسول کی

اطاعت کے خلاف اور الگ کوئی چیز تصور کیا ہو اسے اللہ تعالیٰ ان کے حال کی قرآن مجید میں خبر دیتا ہے

اور ان پر حکم کفر لگاتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:

يُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَ
رُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ
وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ، وَيُرِيدُونَ أَنْ
يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا
أُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا
بے ایمان لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں
کے درمیان فرق ڈالیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر
ایمان لاتے ہیں اور بعض سے کفر کرتے ہیں۔ اور
چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان کا راستہ اختیار کر لیں
ایسے ہی لوگ درحقیقت پکے کافر ہیں۔

پس ہمارے زیر بحث مسئلے میں گزشتہ بیان واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
کے طریقے کی پیروی سے مخالفت کرتے ہوئے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع و پیروی کا
دعویٰ کرنا سراسر باطل دعویٰ ہے۔ بلکہ ایسی اتباع درحقیقت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی
عین معصیت اور نافرمانی ہے۔ لہذا صحابہ کرام سے مخالفت طریقہ اختیار کر کے نجات کی مجال و گنجائش
اور نجات کا امکان کہاں ہے۔

يَحْسِبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ عَـ ۖ أَلَا
إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ
ان گمراہوں کا گمان ہے کہ وہ بھی کسی (سچے) شئی
(مسلم) پر ہیں بس تو بیشک یہی لوگ جھوٹے ہیں

اور اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اتباع کا پابند نہ ہونا اہل سنت
و جماعت کا گروہ ہے۔ شکر اللہ تعالیٰ سبہم۔ لہذا نجات پانے والا بھی یہی فرقہ ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر شیعہ دشمنی کرنے والے فرقے صحابہ کرام کی اتباع سے محروم ہیں۔ جیسے
شیعہ خارجی اور معتزلہ۔ یہ سب فریاد شدہ فرقے ہیں۔

ان کا رئیس و سردار و اصل بن عفا امام اہل سنت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں

۱۷ سورہ نساء۔ پارہ لایحبت اللہ (۱)
۱۸ سورہ مجادلہ۔ پارہ قد سمع اللہ (۱)

۱۹ یہ شخص شمسہ ہجری میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوا اور اسلامہ ہجری میں مر گیا۔ اس شخص کی کچھ تصانیف ہیں
جیسے کتاب اصناف المرجئہ۔ کتاب التزیہ۔ کتاب معانی القرآن۔ یہ شخص واقعہ جہل میں شریعت کرنے والے لوگوں نے
عادل ہونے میں توقف کرتا تھا۔

۲۰ آپ عتبہ ثمالیہ کے سردار ہیں اسلامہ ہجری میں آپ نے وصال فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ستہ سال
کے قریب تھی۔ علامہ ابن حجر نے ان کی یوں تعریف کی ہے۔ آپ فقیہ ہیں۔ فاضل ہیں اور شہرت دوم کے مالک ہیں۔ کتابوں
کے اوراق اور تمام ممالک اسلامیہ میں آپ کے مناقب عجیدہ اور محامد جمیلہ ثبت ہیں۔ آپ کے تذکروں سے کتب یہود و جان
ہجری پڑھیں۔ آپ صوفیہ صافیہ کے سردار اور رئیس حوزہ کے پیشرو ہیں اور صوفیہ کے سلسلے آپ پر ختمی ہوتے ہیں۔ مترجم۔

ہے۔ ایمان اور کفر کے درمیان اسطر ثابت کرنے کی بنا پر امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے الگ ہو گیا۔ آپ کے متعلق فرمایا اَعْتَزَلَ عَنَّا "یہ شخص ہم سے جدا ہو گیا" اسی طرح باقی فرقے بھی اہل سنت سے الگ مسلک و عقیدہ رکھتے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں عیب نکالنا درحقیقت پیغمبر خدا جل و علا کی ذات میں عیب نکالنے کے مترادف ہے :

مَا مِنْ رَسُولٍ اَللّٰهُ مِنْ لَحْرِثُوْهُ
اس شخص کا رسول خدا پر بھی کوئی ایمان نہیں جو
صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر کا منکر ہے۔

کیونکہ صحابہ کرام میں خبیث و خرابی کا پایا جانا درحقیقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں خبیث و خرابی ہونے کا باعث ہے نعوذ باللہ سبحانہ من هذا الاعتقاد السوء۔ ہم ایسے برے اعتقاد سے اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔

نیز قرآن و احادیث کے احکام شرعیہ جو ہم تک پہنچے ہیں صحابہ کرام کی نقل و روایت اور واسطہ سے پہنچے ہیں جب صحابہ کرام مطعون ہوں گے تو ان کی نقل و روایت بھی مطعون متصور ہوگی۔ اور احکام شرعیہ کی نقل و روایت چند صحابہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ تمام صحابہ کرام عدالت، صدق اور تبلیغ میں برابر ہیں۔ پس کسی ایک صحابی میں طعن و عیب دین میں طعن و عیب تسلیم کرنے کو مستلزم ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ۔

اور اگر صحابہ کرام نہ نکلتے چینی کرنے والے یہ لوگ یہ کہیں کہ ہم بھی صحابہ کرام کی متابعت کرتے ہیں اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم تمام کی متابعت و پیروی کریں۔ بلکہ سب کی متابعت ممکن ہی نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے مسائل میں صحابہ کرام کی آپس میں آراء مختلف اور متناقض ہیں اور الگ مشرب رکھتے ہیں۔ اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ بعض کی متابعت اس وقت سودمند ہو سکتی ہے جبکہ اس کے ساتھ بعض دوسرے صحابہ کرام کا انکار نہ ہو۔ بعض کے انکار کی صورت میں بعض دوسروں کی متابعت کا دمج متصور نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ حضرت امیر علی کرم اللہ وجہہ نے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم و توقیر کی ہے۔ اور انہیں اپنا مقتدا اور پیشوا بننے کا اہل تصور کرتے ہوئے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ پس خلفائے ثلاثہ کے انکار کے ساتھ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی متابعت کا دعویٰ کرنا محض افتراء ہے۔ بلکہ خلفائے ثلاثہ کا یہ انکار حقیقت میں حضرت امیر کا انکار ہے اور حضرت امیر کے اقوال انکار کا صریح رد ہے۔

شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات میں تقیہ کا احتمال ماننا بھی کم عقلی کے باعث ہے۔
 نقل صحیح اس بات کو ہرگز جائز نہیں رکھتی کہ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمال معرفت و شجاعت
 کے باوجود تیس سال تک خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بغض اپنے سینے میں چھپائے رکھا اور اپنے
 خیمہ کے خلاف ظاہر کرتے رہے، اور اتنا عرصہ نفاق کے ساتھ ان کی صحبت و مجلس قائم رکھی۔ اہل اسلام
 میں سے ادنیٰ مسلمان بھی ایسا نفاق متصور نہیں ہو سکتا۔ اس فعل کی بدی اور شناعة کا تصور کرنا چاہیے
 کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ایسی بے بسی، ایسے فریب اور ایسے نفاق سے موصوفے
 اور اگر بفرص محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہم کی تعظیم و توقیر تقیہ کے تحت از روئے نفاق کرتے تھے۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ
 آلہ وسلم خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اول سے آخر تک تعظیم و توقیر کرتے تھے اور انہیں بزرگ
 جانتے تھے۔ اس کا کیا جواب ہوگا؟ آپ کی ذات کی طرف تو تقیہ کی نسبت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حق
 الی تبلیغ و اشاعت پیغمبر پر واجب و ضروری ہوتی ہے۔ آپ کے لیے تقیہ جائز جاننا زندقہ اور
 بے دینی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ
 إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ
 فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ
 مِنَ النَّاسِ۔

اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے
 آپ پر نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دیں
 اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے خدا کی رسالت کی
 تبلیغ نہیں کی۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائیگا

کفار کا کرتے تھے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) وحی میں سے جو اس کے موافق ہوتا ہے اسے ظاہر
 کرتا ہے اور جو اس کے موافق نہیں ہوتا اسے ظاہر نہیں کرتا بلکہ اسے چھپائے رکھتا ہے۔ اور یہ امر طے شدہ
 ہے کہ نبی کا خطا پر قائم رہنا ناجائز اور ناممکن ہے۔ ورنہ اس کی شریعت میں خلل اور نقص لازم آئے گا۔
 تو جب خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم و توقیر کے خلاف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ بھی
 ظاہر نہیں ہوا۔ تو قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ ان کی تعظیم و توقیر کرنا خطا سے محفوظ اور زوال سے مامون ہے۔
 اب ہم پھر اصل بات کی طرف رخ کرتے ہیں اور ان کے اعتراض کے جواب کو مزید منفتح اور صاف
 کرتے ہیں۔ کہ اصول میں تمام صحابہ کرام کی متابعت ضروری ہے اور ان کا آپس میں اصول کے اندر قطعاً

لے پارہ لا یحب اللہ (۲) سورۃ مائدہ۔

کوئی اختلاف نہ تھا۔ ان کا آپس کا اختلاف صرف فروع سے تعلق رکھتا ہے۔ اور وہ شخص جو بعض صحابہ میں عیب نکالتا ہے سب کی متابعت سے محروم ہے۔

بلاشبہ تمام صحابہ کرام اصول میں باہم بالکل متفق تھے۔ لیکن ان اکابر دین کے انکار کی نحوست انسان کو اختلاف میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اور اتفاق سے دور پھینک دیتی ہے۔ بلکہ قائل کا انکار اس کی بات کے انکار تک پہنچا دیتا ہے۔

نیز شریعت حقہ کے مبلغ تمام صحابہ کرام ہیں۔ جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا۔ کیونکہ تمام صحابہ عدول ہیں۔ ہر ایک کی نقل و روایت کے ذریعے شریعت کا کچھ نہ کچھ حصہ ہم تک پہنچا ہے۔ اسی طرح ہر ایک سے قرآن مجید کی ایک ایک یا زیادہ آیات جمع کی گئی ہیں۔ تو صحابہ کرام کے انکار سے ان سے نقل شدہ اس آیت یا آیات کا انکار ہے۔ لہذا منکر کے لیے پوری شریعت پر عمل پیرا ہونا ناممکن ہے۔ تو نجات اور فلاح کیسے نصیب ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَفْتَوْمُنَّ بَعْضَ الْكِتَابِ وَ تَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنْكُمْ الْآخِرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۔

تو کیا تم لوگ کتاب کے کچھ حصے پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو تو تم میں سے ایسا کرنے والے کی سزا اس کے سوا کچھ نہیں کما سکتے دنیا کی زندگی میں بھی ذلت پہنچے اور آخرت میں ایسے لوگ سخت عذاب کی طرف دھکیلے جائیں گے۔

ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ موجودہ قرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جمع کیا ہوا ہے بلکہ فی الحقیقت قرآن کے جامع حضرت صدیق و حضرت فاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے کوئی اور قرآن جمع کیا ہوگا (زعم شیعہ) تو سوچنا چاہیے کہ ان اکابر کا انکار فی الحقیقت قرآن کا انکار ہے۔ جیاداً باللہ سبحانہ۔

کسی نے اہل تشیع کے ایک مجتہد سے سوال کیا کہ یہ قرآن تو حضرت عثمان کا جمع کیا ہوا ہے آپ کا اس قرآن کے متعلق کیا عقیدہ ہے؟ تو اس مجتہد نے جواب دیا کہ انکار میں کوئی مصلحت ہم کو نظر نہیں آتی۔ کیونکہ اس کے انکار سے تمام دین کا معاملہ درہم برہم ہو جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ کوئی عقلمند انسان اس بات کو ہرگز جائز قرار نہیں دے سکتا کہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی رحلت کے روز تمام صحابہ کرام ایک امر باطل پر جمع تھے۔ اور یہ ثابت شدہ ہے۔

۱۔ پارہ اول سورہ بقرہ۔

مر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کی وقت تینتیس ہزار صحابہ کرام مدینہ شریف میں حاضر اور موجود تھے۔ اور سب نے خوشی و رغبت سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی۔ ان تمام صحابہ کرام کا گمراہی و ضلالت (بیعت صدیق بزعم شیعہ) پر جمع ہونا محالات میں سے ہے۔ حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

لَا يَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ۔ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

اور ابتدا میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرنے میں جو دیر ہوئی وہ اس بنا پر تھی کہ آپ کو مشورہ خلافت میں طلب نہیں کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:

مَا غَضِبْنَا إِلَّا لِنَاخِرِنَا عَنِ الْمَشُورَةِ
وَلَا نَا كُنْعًا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ خَيْرٌ مِنَّا۔
ہمیں کسی بات سے رنج نہیں پہنچا مگر اس بات سے کہ ہمیں مشورہ میں نہیں بلایا گیا۔ اور بیشک ہمارا یقین ہے کہ ابو بکر صدیق ہم سب سے بہتر ہیں۔

اور صحابہ کرام کا آپ کو مشورہ خلافت میں نہ بلانا ایک مصلحت پر مبنی تھا۔ اور وہ یہ تھی کہ آپ اہل بیت میں موجود رہ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک کے حادثہ اور مصیبت میں سداویٰ کے وقت ان کو تسلی اور صبر جمیل کی تلقین میں مصروف تھے۔ وغیرہ الک۔

اور وہ اختلافات جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام میں واقع ہوئے ہرگز خواہش نفس کے تحت نہیں تھے۔ کیونکہ ان بزرگوں کے نفوس تزکیہ حاصل کر چکے تھے اور امارگی سے نکل کر اطمینان کے مقام پر فائز ہو چکے تھے۔ ان کی خواہشات شریعت کے تابع ہو چکی تھیں۔ بلکہ وہ اختلاف اجتہاد اور حق کی سر بلندی پر مبنی تھا۔ لہذا جو خطا پر تھے ان کے لیے ایک درجہ ثواب ہے۔ اور جو حق پر تھے انہیں دو درجہ ثواب حاصل ہوگا۔ اس لیے زبان کو ان کی شان کے خلاف کچھ کہنے سے روکنا چاہیے اور سب کو اچھائی سے یاد کرنا چاہیے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: موجب یہ ایسے خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا۔ تو ہمیں اپنی زبانیں بھی ان سے پاک رکھنی چاہئیں۔
امام شافعی ہی ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

لے مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی شریف بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

لے تاریخ الخلفاء۔

”لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد مجبور اور پریشان ہوئے تو انہیں اس آسمان کے نیچے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بہتر کوئی شخص نہ ملا تو انہوں نے اپنی گردنوں کا والی ان کو بنالیا۔“

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول اس امر کی تصریح ہے کہ وہاں کوئی تقبیہ نہیں تھا اور حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صدیق کی بیعت پر راضی اور خوش تھے۔

باقی ماندہ ایک مقصودی بات یہ ہے کہ میاں سیدن ولد میاں شیخ ابوالخیر بزرگ زادہ لوگوں میں ہے۔ سفر دکن میں وہ آپ کے ساتھ گیا تھا۔ آپ کی عنایت و التفات کا امیدوار ہے۔ مولانا محمد عارف بھی طالب علم اور بزرگ زادہ ہے۔ اس کا باپ کا ایک عالم دین شخص تھا۔ معاشی مدد کے سلسلے میں آپ کی توجہ کا امیدوار ہے۔ والسلام والا کرام۔

مکتوب نمبر (۸۱)

لالہ بیگ کی طرف صادر فرمایا۔

اسلام کی ترویج پر ابھارتے اور اسلام اور مسلمانوں کی پستی اور ضعف اور ذلیل کفار کے غلبہ کے بیان میں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہماری اور تمہاری غیرت اسلامی میں اضافہ کرے۔ قریباً ایک صدی سے اسلام کی غربت اور پستی اس حد تک کو پہنچ چکی ہے کہ بلاد اسلام میں کفار صرف احکام کفر کے اجراء پر راضی نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی احکام بالکل مٹ جائیں اور مسلمانوں اور مسلمانوں کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ اور ان کی جرأت و بے باکی یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی مسلمان شعار اسلام کے اظہار کی دلیری کرتا ہے تو قتل کر دیا جاتا ہے۔ ذبیحہ گاہ جو ہندوستان میں اسلام کے اعظم شعار میں سے ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ کفار شاید جزیہ ادا کرنے پر راضی ہو جائیں مگر ذبح گائے پر کبھی راضی ہونے کو تیار نہیں۔

ابتداءً بادشاہت ہی میں اگر مسلمان رواج پذیر ہو گئی اور مسلمانوں نے کچھ حیثیت پیدا کر لی تو فہما اور اگر عیاذ باللہ سبحانہ معاملہ سستی اور توقف میں پڑ گیا تو مسلمانوں پر سخت برے دن آجائیں گے۔ الغیاث الغیاث الغیاث۔ اللہ کی بارگاہ میں فریاد۔ فریاد۔ پھر

فریاد۔ فریاد دیکھیے، کون صاحب قسمت اس دولت (ترویج اسلام) سے سرفراز ہوتا ہے۔ اور کس شہباز کا ہاتھ اس دولت تک پہنچتا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور سید المرسلین علیہ علی آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۸۲)

سکندر خاں لودھی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ دل کی سلامتی ماسوائے حق کے بھلانے کے بغیر میسر نہیں آسکتی۔

اور ماسوائے بھلانے کا نام ہی فنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نظر کی کجی سے پاک، سید البشر علیہ علی آلہ الصلوات والتسلیمات کے طفیل ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور غیر کے حوالے نہ کرے۔

وہ چیز جو ہم اور تم سب پر لازم ہے، یہ ہے کہ غیر حق سبحانہ و تعالیٰ سے اپنے دل کو محفوظ رکھا جائے۔ اور یہ سلامتی اس وقت میسر آتی ہے جبکہ غیر حق تعالیٰ کا دل پر گزرنہ رہے۔ اور غیر حق کا دل پر نہ گزرنہ غیر حق کے نسیان اور بھول جانے پر مبنی ہے، جسے فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس بلند گروہ کے نزدیک غیر حق کا خیال بالفرض تکلف سے بھی دل میں لانا چاہیں تو ہرگز ہرگز نہیں گزر سکتا۔ کام جب تک یہاں تک نہ پہنچے سلامتی محال اور ناممکن ہے۔ آج یہ نسبت کوہ قاف کے غنقا کی طرح نایاب ہے، بلکہ وجود تو کجا، اگر اس نسبت کا تذکرہ بھی کیا جائے تو لوگوں کو یقین نہ آئے۔

ہنیاً لاریاب النعیم نعیمہا وللعاشق المسکین ما یتجرع

ارباب نعمت کو جنت کی نعمتیں دل پسند رہیں۔ عاشق مسکین کے لیے وہی ہے جو وہ گھونٹ گھونٹ رنج و الم کی شراب پی رہا ہے۔

اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسلام اولاً و آخراً

مکتوب نمبر (۸۳)

بہادر خاں کی طرف صادر فرمایا۔

شریعت و حقیقت اپنے ظاہر و باطن کی جمعیت کو شریعت و حقیقت کے ساتھ جمع کرنے پر ابھارتے ہیں
حق سبحانہ و تعالیٰ متفرق تعلقات سے نجات عطا کر کے مکمل طور پر اپنی جناب قدس کا گرفتار
کرنے بھر تہ سید المرسلین علیہ علی آلہ من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیات اکملہا
ہرچہ جز عشق خدائے احسن ست
کہ شکر خوردن بود جاں کندن ست
خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے اگرچہ شکر ہی کھانا ہو در حقیقت جان کو ہلاک
کرنے والی بات ہے۔

ظاہر کو ظاہر شریعت غرا (روشن) سے آراستہ کرنا اور باطن کو ہمیشہ حق تعالیٰ کے ساتھ رکھنا
بہت بڑا کام ہے۔ دیکھیے کس صاحب قسمت کو ان دونوں عظیم نعمتوں سے مشرف کرتے ہیں۔ آج
دو نسبتوں کا جمع ہونا بلکہ صرف ظاہر شریعت پر استقامت نہایت ہی نادر بات ہے۔ یہ چیز کبر
احمر سے بھی زیادہ نایاب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کمال کرم سے ظاہر باطناً حضور سید اولین و آخرین
کی متابعت پر استقامت نصیب فرمائے۔ علیہ علی آلہ الصلوٰات والتسلیات۔

مکتوب نمبر (۸۴)

سید احمد قادری کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ شریعت و حقیقت ایک دوسرے کا بالکل عین ہیں۔ اور حق الیقین تک
پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ اس مقام کے علوم و معارف علوم و معارف شرعیہ کے مطابق ہو جائیں اور
اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ راہ شریعت پر استقامت عطا کر کے اور مکمل طور پر اپنی جناب قدس کی طرف ہمارے
توجہ مبذول کراتے ہوئے ہمیں ہمارے وجود بشری سے آزادی عطا کرے۔ اور غیر حق سے بالکل اعراض اور

روگردانی میسر فرمائے۔ لطیف لکھی نظر سے پاک سید بشر علیہ من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔ ع

از ہر چہ می رود سخن دوست خوشتر است

دوست کی بات جس طرف سے بھی ہو بہت ہی اچھی ہے

اگرچہ دوست کے متعلق جو کچھ کہا جائے وہ دوست کے مقام سے بہت ہی نیچے ہے لیکن ایسی گفتگو کو جناب حق تعالیٰ و تقدس کے ساتھ قدرے مناسبت ہوتی ہے۔ اس معنی کو غنیمت شمار کرتے ہوئے اس باب میں جرأت و دلیری کرتا ہے۔

اصل اور با مقصد بات یہ ہے کہ شریعت و حقیقت ایک دوسرے کا بالکل عین ہیں اور حقیقت میں ایک دوسرے سے الگ اور جدا نہیں ہیں۔ فرق صرف اجمال و تفصیل، کشف و استدلال، غیبت و شہادت اور تکلف اور عدم تکلف کا ہے۔

وہ علوم و احکام جو روشن شریعت کے مطابق علم میں آئے ہوئے ہیں حق الیقین کی حقیقت موصوف ہونے کے بعد بھی وہی احکام و علوم تفصیل سے منکشف ہوتے ہیں اور غیبت سے شہادت کی طرف لے آتے ہیں۔ اور کسب کی مشقت اور تکلف کے ساتھ عمل کی دقت رفع ہو جاتی ہے۔ اور حق الیقین کی حقیقت تک وصول کی علامت یہ ہے کہ اس مقام کے علوم و معارف شرعی علوم و معارف کے بالکل مطابق ہو جاتے ہیں۔ جب تک ایک بال برابر بھی مخالفت باقی ہے۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی تک حقیقت الحقائق تک وصول حاصل نہیں ہوا۔ اور شریعت کے خلاف علم و عمل مشائخ طریقت میں سے جس سے بھی واقع ہو وہ سکر وقت پر مبنی ہے۔ اور سکر وقت دوران راہ کی بات ہے۔ نہایت نہایت تک پہنچ جانے والے ارباب صحو ہیں۔ وقت ان کے آگے مغلوب ہے۔ حال اور مقام ان کی شان کے تابع ہیں۔

صوفی ابن الوقت آمد در مثال یک صافی فارغ است از وقت و حال

صوفی تو حال و وقت کا تابع ہوتا ہے، مگر صافی (حق الیقین تک پہنچ جانے والا بزرگ) وقت اور

حال سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے۔

تو ثابت ہو گیا کہ شریعت کی مخالفت حقیقت کا تک عدم وصول کی علامت ہے۔

بعض مشائخ کی عبارات میں یوں واقع ہوا ہے کہ شریعت حقیقت کا پوست اور چھلکا ہے۔ اور حقیقت شریعت کا مغز ہے۔ یہ عبارت اگرچہ متکلم کی بے استقامتی کی خبر دیتی ہے لیکن ممکن ہے اس کی مراد یہ ہو کہ محل مفصل کے سامنے پوست کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور کشف کے سامنے استدلال چھلکے کا حکم رکھتا ہے لیکن مستقیم الاسوال اکابر اس قسم کی موہم عبارات کا لانا جائز نہیں رکھتے۔ اور

اجمال و تفصیل اور کشف و استدلال کے سوا کچھ فرق بیان نہیں کرتے۔

ایک سائل نے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سترہ الاقدس سے سوال کیا کہ سیر و سلوک سے کیا چیز مقصود ہے؟ آپ نے جواب دیا ”تا کہ اجمالی معرفت تفصیل کی شکل اختیار کرے“ اور استدلال کشف کی صورت میں بدل جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم و عمل میں شریعت پر ثبات و استقامت عطا فرمائے۔ صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیٰ صاحبہا۔

ایک تکلیف آنجناب کو یہ دی جاتی ہے کہ حامل رقعہ دعایاں شیخ مصطفیٰ شریعی قاضی شریع رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ ان کے آباء و اجداد معاش کے بہت ذرائع اور وسائل رکھتے تھے اور ان کے وظائف مقرر تھے شخص مذکور اسباب معاش کے فقدان کے باعث پریشان ہے متعلقہ اسناد اور احکام اپنے ساتھ لے کر شکر کی ملازمت کے لیے متوجہ ہوا ہے۔ التفات و مہربانی فرما کہ اس طرح توجہ فرمائیں کہ سکون قلبی حاصل ہو جائے اور اضطراب و پرہیزگاری سے نجات پا جائے۔ زیادہ درد سہی ٹھیک نہیں

مکتوب نمبر (۸۵)

میرزا فتح اللہ حکیم کی طرف صادر فرمایا۔

اعمال صالحہ کے بجالانے خصوصاً سب نمازیں باجماعت ادا کرنے کی ترغیب اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پسندیدہ باتوں کے بجالانے کی توفیق عنایت کرے۔

آدمی کے لیے جس طرح درستی عقائد ضروری ہے۔ اعمال صالحہ کا بجالانا بھی ضروری ہے۔ اور تمام عبادتوں میں جامع تر اور طاعات میں سب سے زیادہ خدا کے قریب کرنے والی طاعت نماز کا ادا کرنا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

النَّصْلُ عِمَادُ الدِّينِ فَمَنْ أَقَامَهَا
فَقَدَّ أَقَامَ الدِّينَ وَمَنْ تَوَكَّاهَا
فَقَدَّ هَدَمَ الدِّينَ۔
نماز دین کا ستون ہے۔ تو جس نے اسے قائم کیا
اس نے اپنے دین کو قائم کر لیا۔ اور جس نے اس کو
چھوڑ دیا اس نے دین کی عمارت کو گرا دیا۔

۱۔ دینی نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں مرقوعاً روایت کی۔

اور جس شخص کو ہمیشہ پابندی سے نماز ادا کرنے کی توفیق عطا کر دیتے ہیں اسے فحشاء اور منکر سے بھی بچا لیتے ہیں۔ آیت کریمہ:

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ
بیشک نماز بے حیائی اور بُرائی سے روکتی ہے۔

اس بات کی تائید کرتی ہے۔ اور وہ نماز جو فحشاء اور منکرات سے نہیں روکتی، صرف صورت نماز ہے اور حقیقت نماز سے خالی ہے۔ لیکن حقیقت کے ہاتھ آنے تک صورت کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے جو مکمل طور پر حاصل نہ ہو سکے اسے مکمل طور پر ہی ترک نہیں کرنا چاہیے۔ خدائے اکرم الاکرمین اگر صورت کو ہی حقیقت کا درجہ دیدے تو کوئی بعید نہیں۔ لہذا تم پر لازم ہے کہ پورے خشوع و خضوع کے ساتھ باجماعت پوری نمازیں ہمیشہ پابندی وقت کے ساتھ ادا کرتے رہو۔ کیونکہ نماز فلاح اور نجات کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝
بیشک فلاح پاگئے وہ ایمان دار جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

کام وہی ہے جو خطرے کے وقت بھی جاری رکھا جائے۔ سپاہی غلبہ دشمن کے وقت اگر تھوڑا سا تردد بھی کریں تو اس کی بہت قدر و قیمت ہوتی ہے۔

جوانوں کی خوبی اس وجہ سے ہے کہ شہوت نفسانی کے غلبہ کے باوجود اپنے آپ کو درستی پر قائم رکھیں۔ اصحاب کھف نے یہ سب فضیلت و بزرگی مخالفت دین لوگوں کے پاس سے ہجرت کر جانے کے سبب حاصل کی۔ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وارد ہے:

عِبَادَةٌ فِي الْهَرَجِ كَعِبَادَةٍ
فتنہ کے وقت عبادت میں مصروف رہنا میری طرف ہجرت کرنے کا ثواب رکھتی ہے۔

پس عبادت سے روکنے والے اسباب درحقیقت عبادت پر راعب کرنے والے اسباب ہیں اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔

فرزند شیخ بہاؤ الدین کو فقراء کی صحبت سے کوئی رغبت نہیں۔ دولت مند اور اہل نعمت کی طرف مائل اور کشتش رکھتا ہے۔ نہیں جانتا کہ ان کی صحبت زہر قاتل ہے، اور ان کا لقمہ زہر ظلمت اور

۱۷ پارہ ۱۸۔ سورہ مومنون۔

۱۸ مسلم و ترمذی وابن ماجہ بروایت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سیاہی میں زیادتی اور اضافہ کرتا ہے۔ الْحَذَرُ الْحَذَرُ الْحَذَرُ "ڈرو، ڈرو، پھر ڈرو اور ڈرو" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث صحیح میں وارد ہے۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِعِنِّي لَعْنًا كَ ذَهَبٍ
وَجِبَّ سَعَى تَوَاضَعَ كَرْتَا هَ اس کا دو تہائی دین
تباہ ہو جاتا ہے۔

تو اس شخص پر افسوس جو دولت کی پناہ دولت مندوں کی تواضع کرتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی توفیق خیر عطا کرنے والا ہے۔

مکتوب نمبر (۸۶)

ضلع جوک کے ایک حاکم کی طرف صادر فرمایا:

غیر حق سبحانہ سے اپنے قلب کو سالم رکھنے کے بیان میں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ بطیفیل حضور سید المرسلین علیہ علی آلہ وعلیہم من الصلوٰۃ افضلہا ومن التیمات والتسلیمات اکملہا حد اعتدال اور مرکز عدالت پر استقامت کی توفیق عنایت کرے۔

جو چیز ہم اور تم سب پر لازم ہے یہ ہے کہ دل کو غیر حق کے خیالات سے پاک اور سالم کر لیں۔ اور اس طرح سلامتی اس کی ہوتی چاہیے کہ غیر حق کا دل پر بالکل گزرتہ رہے۔ اگر ہزار سال بھی زندگی وفا کرے تب بھی غیر حق کا خیال دل پر نہ گزرتے۔ اس نسیان کے باعث جو غیر حق سے حاصل ہو چکا ہو۔

کار این ست غیر این ہمہ پیچ

اصل کام یہی ہے۔ اس کے سوا سب پیچ ہے۔

آپ نے ملاقات کے وقت از روئے کرم نوازی فرمایا تھا کہ اگر کسی مہم اور کام میں رجوع کی ضرورت پڑے تو ہمیں لکھنا۔ اس بنا پر بندہ ایک تکلیف دیتا ہے کہ شیخ عبداللہ صوفی نیک لوگوں میں سے ہے۔ بعض حاجات کی بنا پر قرضدار ہو چکا ہے۔ امید ہے کہ اسے قرض سے نجات دلانے میں مدد فرمائیں گے والسلام۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور خطیب نے بروایت ابن مسعود اور دیلمی نے بروایت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کی۔ امام سیوطی فرماتے ہیں ابن جوزی کا اسے موضوعات میں داخل کرنا درست نہیں۔

مکتوب نمبر (۸۷)

پہلوان محمود کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ کس قدر سعادت کی بات ہے کہ خدائے جل وعلا کے دوست کسی کو قبول

فرمایلین۔

اللہ تعالیٰ تمہیں سلامت رکھے اور راہ شریعت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر ثابت و قائم رکھے۔

آپ کے خاندان کے لیے سب سے پہلی بشارت یہ ہے کہ میاں شیخ منزل تنہا رہے پاس تشریف لائے ہیں۔ بندہ ان کی صحبت کی برکات کی کیا شرح کرے۔

کس قدر سعادت ہے کہ خدائے جل وعلا کے دوست کسی کو قبول فرمایلین۔ چہ جائیکہ اُسے اپنی قربت و محبت سے ممتاز کریں اور نوازیں:

هٰمْ قَوْمٌ لَا يَشْقَىٰ جَلِيْسُهُمْ۔ یہ ایسی قوم ہے کہ ان کے ہم نشین بد بختی سے محفوظ ہیں

مختصر یہ کہ ان کی صحبت کو غنیمت شمار کریں اور صحبت کے آداب کی رعایت ملحوظ رکھیں تاکہ ثمر ثبات ہو۔ زیادہ کیا لکھے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب نمبر (۸۸)

یہ مکتوب بھی پہلوان محمود کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ کس قدر نعمت ہے کہ بندہ ایمان اور نیکی میں اپنے سیاہ بال سفید کرے۔

اور جوانی میں خوف غالب رہے اور بڑھاپے میں وجہ۔

حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے۔ خدا تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے کہ بندہ ایمان اور نیکی میں

اپنے جوانی کے سیاہ بال سفید کر لے۔ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وارد ہے:

مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ جَوْشَعِ اسْلَامِ كِي پابندی میں بوڑھا ہوا اُس کی

ابو داؤد و بروایت عمرو بن شعیب اور ترمذی و نسائی بروایت کعب بن مرہ بالفاظ مختلفہ۔

غُفْرَکَہ۔

مغفرت ہو جائے گی۔

جانبِ امید کو ترجیح دیں اور مغفرت کا ظن غالب رکھیں کیونکہ جوانی میں خوفِ زیادہ درکار ہے اور بڑھاپے میں رجاء اور امید کا غلبہ زیادہ ہونا چاہیے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب نمبر ۸۹

ماتم پر سی کے متعلق میرزا علی خاں کی طرف صادر فرمایا۔

حق سبحانہ و تعالیٰ راہِ شریعت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والنجتہ پر استقامت نصیب فرمائے
انسان کے لیے مطابق فرمانِ خداوندی:
کُلُّ نَفْسٍ ذَاۓِقَةُ الْمَوْتِ۔
ہر جان نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔

موت سے چارہ نہیں۔

نَطُوْبِي لِمَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَكَثُرَ عَمَلُهُ
تو مبارک ہے وہ شخص جس کی عمر زیادہ ہو
اور نیک اعمال بھی زیادہ ہوں۔

یہ موت ہی ہے جو مشتاقِ لوگوں کو تسلی دیتی ہے، اور دوست کو دوست سے ملنے کا ذریعہ بنتی ہے۔

مَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ۔
جو شخص خدا تعالیٰ سے ملاقات کا امیدوار ہو
تو بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ ملاقات ضرور آنے والا ہے۔

ہاں، پس ماندگان اور حضور کی دولت سے محروم غیر حق تعالیٰ میں گرفتار لوگوں کا حال موت کے ذریعہ اپنے مطلوب تک پہنچ جانے والوں اور قیدِ دنیا سے رہائی پانے والوں کے مقابلہ میں بہت ہی خراب اور اتر ہے۔ آپ کی ولی نعمت مرحومہ کا وجود اس زمانے میں بسا غنیمت تھا۔ اب تم پر لازم ہے کہ احسان کا بدلہ احسان سے دو اور دعا و صدقہ کے ذریعہ ہر آن بد کرتے رہو۔

۱۔ سورۃ آل عمران، پارہ ۴۔

۲۔ ابوداؤد، مشکوٰۃ۔ احمد و ترمذی۔

۳۔ سورۃ عنکبوت، پارہ ۲۔

فَإِنَّ الْمَيِّتَ كَالْعَرِيقِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً
 بیشک میت دُوبتے ہوئے انسان کی طرح ہے
 تَلَحُّقُهُ مِنْ آبٍ أَوْ أُمٍّ أَوْ آخٍ أَوْ
 وہ ہر وقت دعا کا منتظر رہتا ہے جو اسے باپ
 صَدِيقٍ۔ یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔

نیز یہ بھی چاہیے کہ ان کی موت سے اپنے مرنے کی عبرت پکڑیں۔ اور اپنے آپ کو مکمل طور پر حق تعالیٰ کی رضا کے کاموں کے حوالے کر دیں اور دنیا کی زندگی کو سامان غرر کے ماسوا کچھ شمار نہ کریں۔ اگر دنیوی ساز و سامان کی کچھ بھی قدر و قیمت ہوتی تو کفار بدکردار کا ایک بال برابر بھی دنیا کی کوئی چیز نہ دی جاتی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ماسوا اللہ تعالیٰ سے اعراض اور اپنی جناب قدس کی طرف توجہ کی سعادت نصیب فرمائے۔ بھرتہ یہ المرسلین علیہ علی آکہ و علیہم من الصلوٰات افضلہا و من التسلیمات اکملہا۔ والسلام والا کرام۔

مکتوب نمبر (۹۰)

خواجہ قاسم کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کی ترغیب میں کہ مکمل طور پر حق سبحانہ کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ اور آج اس دولت کا حصول اس طبقہ علیہ نقشبندیہ کے ساتھ اخلاص اور ان کی طرف توجہ اور رجوع کے ساتھ وابستہ ہے۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اس کمینی دنیا کو آپ کی نظر میں خوار و بے اعتبار کر دے اور آخرت کے حسن و جمال کو آئینہ باطن میں آراستہ اور مزین کر دے۔ بھرتہ سید بشر جو نظر کی کجی سے پاک و طاہر تھے علیہ علی آکہ من الصلوٰات افضلہا و من التسلیمات اکملہا۔

آپ کا التفات نامہ گرامی معزز بدیوں کے ساتھ موصول ہوا۔ آپ نے کرم نوازی فرمائی۔ جزاکم اللہ سبحانہ خیر الجزاء۔

جو نصیحت محبوں اور مخلصوں کو کی جاتی ہے سب کی سب یہی ہے کہ مکمل طور پر پوری توجہ لے یہ قول اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو شکوۃ میں بیعتی سے بذایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ معلوم ہوا کہ مدنی کو ایصال ثواب کا عقیدہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے نیز تمام اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کما فی المدایہ۔

اور رجوع جناب قدس خداوندی عز شانہ کی طرف میسر آنا چاہیے اور غیر حق تعالیٰ سے اعراض حاصل ہونا چاہیے ع

کار این ست غیر این ہر پیچ

کرنے کا کام یہی ہے۔ اس کے سوا سب پیچ ہے

آج اس دولت عظمیٰ کا حصول اس بلند طبقہ نقش بندہ کے ساتھ کامل اخلاص اور اس کی طرف توجہ اور رجوع کے ساتھ وابستہ ہے۔ ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ سے بھی وہ چیز میسر نہیں آسکتی جو ان بزرگوں کی ایک صحبت سے میسر آ جاتی ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں کے طریقے میں نہایت ہدایت میں درج ہے۔ یہ بزرگ پہلی صحبت میں وہ کچھ عطا کر دیتے ہیں جو منتہیوں کو انتہاء پر جا کر میسر آتی ہے۔ ان بزرگوں کا طریقہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ کہ صحابہ کرام کو خیر البشر علیہ علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی اول صحبت میں وہ کمالات میسر آ گئے جو اولیاء امت کو نہایت پر پیچ کر بھی شاید ہی میسر ہوں۔ اور یہ چیز نہایت کے ہدایت میں درج ہونے کے طور پر ہے۔ تو تم پر ان اکابر کے ساتھ محبت و عقیدت رکھنا لازم ہے۔ کیونکہ اس محبت پر ہی معاملے کا دار و مدار ہے۔ آپ پر اور تمام ہدایت کے پیروکاروں اور مصطفیٰ علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کرنے والوں پر رحمت و سلامتی کا نزول ہوتا رہے

مکتوب نمبر (۹۱)

شیخ کبیر کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کے لیے دو ضروری ہیں۔ ایک تصحیح عقائد اور دوسرا اعمال صالحہ کی بجا آوری۔ اور اعمال شریعت اور احوال حقیقت سے مقصود تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں روشن سنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والنجیۃ کی متابعت پر استقامت نصیب فرمائے۔

کرنے والا ضروری کام یہ ہے کہ اولاً علمائے اہل سنت و جماعت کی آراء کے مطابق عقائد درست کیے جائیں۔ کیونکہ فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) یہی گروہ ہے۔ پھر اس کے بعد احکام فقہیہ کے مطابق علم و عمل کو اپنے پر لازم کر لیتا چاہیے۔ ان دو اعتقادی اور عملی پروں کے حاصل ہونے کے بعد

عالم قدس کی طرف پرواز کرنا چاہیے۔ ع

کار این ست و غیر این ہمہ پیچ

کرنے کا کام یہی ہے اس کے سوا سب پیچ ہے

اعمال شریعت اور احوال طریقت و حقیقت سے مقصود اور غرض و غایت تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب ہے جب تک نفس تزکیہ پذیر نہیں ہوگا اور قلب کو سلامتی نصیب نہیں ہوگی۔ ایمان حقیقی جس پر نجات کا انحصار ہے میسر نہیں آسکتا۔ سلامتی قلب اس وقت وجود میں آتی ہے جبکہ دل پر غیر خدا تعالیٰ کے خیالات کا گزرنہ بالکل بند ہو جائے۔ اگر ہزار برس بھی گزر جائیں دل میں غیر خدا کا گزرتہ ہو۔ کیونکہ اسی وقت ہی دل کو غیر خدا کا تسیان پورے طور پر میسر آتا ہے۔ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ اگر غیر خدا کو تکلف اور کوشش سے بھی دل میں لانا چاہیں تو نہ آ سکے۔ اس حالت کو لفظ فنا سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ اس راستے میں پہلا قدم ہے۔ اس کے بغیر خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب نمبر (۹۲)

یہ مکتوب بھی شیخ کبیر کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ اطمینان قلب ذکر سے نصیب ہوتا ہے۔ نظر و استدلال سے حاصل نہیں

ہوتا۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والنتیجۃ پر ثبات قائم رکھے

أَلَا يَذْكُرُ اللَّهُ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوبُ ۝ سُنُّ لَوْ، اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان

نصیب ہوتا ہے۔ (پارہ ۱۳۔ سورہ رعد)

اطمینان قلب کا راستہ اللہ سبحانہ کا ذکر ہے۔ نظر و استدلال اس کا راستہ نہیں ہے

پائے استدلالیاں چوبہ میں بود پائے چوبہ میں سخت بے تمکیں بود

اپنے مسلک کی بنیاد صرف دلائل پر رکھنے والوں کے پاؤں لکڑی کے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ لکڑی کے

پاؤں بالکل کمزور ہوتے ہیں۔

کیونکہ ذکر کے ذریعے جناب قدس خداوندی کے ساتھ ایک گونہ مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ

کچھ کبھی مناسبت نہیں۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

تاہم ذکر کے ذریعہ ذکر اور مذکور کے درمیان ایک قسم کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو محبت کا موجب بنتا ہے اور جب محبت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو دل سے اطمینان کے سوا سب کچھ نکل جاتا ہے۔ اور جب معاملہ اطمینان قلب کے حصول تک پہنچ گیا تو ایسے شخص کو دولت ابدی حاصل ہو گئی ہے۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان ست پا کی دل نہ ذکر نہ دان ست

جب تک تم میں جان ہے اس کے ذکر میں مصروف رہو۔ دل کی طہارت اللہ کے ذکر ہی سے نصیب ہوتی ہے۔

والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب نمبر (۹۳)

یہ مکتوب سکندر خاں لودھی کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ تمام اوقات ذکر الہی جل شانہ میں مصروف رہنا چاہیے۔

پانچوں نماز باجماعت ادا کرنے اور مستحب اوقات میں سنن موکدہ ادا کرنے کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذکر الہی جل شانہ میں مصروف رہنا چاہیے۔ کھانے، سونے، آنے اور جانے غرض تمام اوقات میں ذکر سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

ذکر کا طریقہ تمہیں بتا دیا گیا ہے اس کے مطابق ذکر کرتے رہیں۔ اگر ذکر اور جمعیت میں فتور اور خلل محسوس کریں تو اول اس فتور کا سبب معلوم کرنا چاہیے۔ پھر بارگاہ خداوندی میں التجاء اور زاری کے فدیے اس کوتاہی کی تلافی کرنی چاہیے۔ اور اس ظلمت اور تاریکی کو دور کرنے کی کوشش اور سعی کرنا چاہیے۔ اور اس میں شیخ اور پیر و مرشد کو وسیلہ بنانا چاہیے جس سے ذکر کی تعلیم حاصل کی ہو۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی تمام مشکل امور کو آسان کرنے والا ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۹۴)

نصیر خاں لودھی کی طرف صادر فرمایا:

اس امر کے بیان میں کہ انسان کے لیے عقائد کی درستی اور اعمال صالحہ کا بجالانا بہت ضروری ہے۔ تاکہ ان دو بازوؤں کے ساتھ عالم حقیقت کی طرف پرواز کر سکے۔
حق سبحانہ و تعالیٰ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والنجیہ کے راستے پر انتقامت نصیب فرمائے۔

وہ چیز جو ضروری ہے اور جس کے بغیر چارہ کار نہیں یہ ہے کہ اولاً مطابق آرائے صحیحہ اہل سنت و جماعت جو فرقہ ناجیہ ہے، اپنے عقائد درست کرنے چاہیں پھر احکام فقہ کے موافق فرائض سنتیں، واجبات، مستحبات، حلال و حرام اور مکروہ و مشتبہ سب ضروری احکام کا علم حاصل کرنے کے بعد ان پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ جب یہ دونوں اعتقادی اور عملی بازو میسر آجائیں تو پھر اگر توفیق خداوندی مل سلطانہ دستگیری کرے۔ تو ممکن ہے عالم حقیقت کی طرف پرواز نصیب ہو جائے۔ ان دو بازوؤں کے مہیا ہوئے بغیر عالم حقیقت کی طرف پرواز ناممکن اور محال ہے۔

محال ست سعدی کہ راہ صفا تو اں رفت جز در پٹے مصطفیٰ

اے سعدی! یہ بات ناممکن ہے کہ صفائی اور ہدایت کا راستہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلے بغیر نصیب ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع نصیب فرمائے۔

مکتوب نمبر (۹۵)

سید احمد بجراڑہ کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ انسان ایک نسخہ جامع ہے۔ اور انسان کا قلب بھی صفت جامعیت پر پیدا ہوا ہے۔ اور بعض شاخ کے اقوال جو وسعت قلب وغیرہ کے بارے میں حامل سکے ہیں صادر ہوئے ہیں انہیں صحیح توجہات پر محمول کیا جائے۔ اور اس امر کے بیان میں کہ صحو سکرسے افضل ہے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

انسان ایک نسخہ جامع ہے جو کچھ ساری موجودات میں ہے وہ سب کا سب تنہا انسان میں موجود ہے۔ لیکن عالم امکان کی اشیاء اس میں بطور حقیقت موجود ہیں، اور مرتبہ وجوب بطور صورت۔

مکتوبات امام ربانی

حضرت محمد تقی الثاني الشیخ احمد سرمدی قدس سرہ

از ترجمہ

کفتر اول ————— حصہ اول

تصحیح و حواشی و ترجمہ

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

خلیفہ امام مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

مدنی پبلشنگ کمپنی بنڈر وکراچی